پیارے نبی کے پیارے حالات

حصۂ اوّل

مرتبہ

مصنف مشہور مولانا مولوی محمد فیروز الدین صاحب فیروز
ڈسکوی مدرس اول فارسی ایم بی ہائی سکول سیالکوٹ
مولف خطبات فیروزی - سیرت النبی - تفسیر فیروزی
نماز کی حقیقت - ضرورت قرآن - اسرار التنزیل وغیرہ

حسب فرمائش

منشی کریم بخش صاحب منیجر رسالہ انوار الاسلام سیالکوٹ

سنہ ۱۳۱۸ ھ

رجسٹری شدہ

مطبع مفید عام سیالکوٹ مین منشی کریم بخش کے اہتمام سے چھپی

بار اول .... قیمت فی جلد ۸/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیارے نبی کے پیارے حالات

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حمد

سب سے پہلے خدا کو حمد و ثنا — جس نے سارا جہاں کیا پیدا

قدرتیں اُس کی ہیں عیاں ہر سو — الذی لا الٰہ الا ھو

مہر و ماہ اور سارے ارض و سما — اک نمونہ ہے اُسکی قدرت کا

کرتی رہتی ہے صنعتِ باری — باغِ عالم کی کیا ہی گلکاری؟

گل و سبزہ جو لہلہاتے ہیں — دستکاری تری دکھاتے ہیں

حمدِ حق میں شگفتہ ہے ہر گل — گیت گاتی ہے قمری و بلبل

ہیں ادب سے کھڑے یہہ سارے درخت — حمد میں محو ہو رہے یک لخت

طائرانِ چمن ہیں نغمہ سرا — کہ ہے سبحان ربی الاعلےٰ

جب سے پھونکی ہے روح آدم میں — شورِ قالوا بلیٰ ہے عالم میں

کہہ رہا ہے یہی ہر اک ذرّہ — اشہد ان لا الٰہ الا اللہ

اُگتا ہے جو زمین سے پودا — وحدہٗ لا شریک ہے گویا

کہتا ہے سب جہان کہ اے مالک — ماعرفناک حقّ معرفتک

کرتا ہے سب جہان تیری تقدیس — اور زمین آسمان تیری تقدیس

تو حدود و قیود سے باہر — اور گفت و شنود سے باہر

اے کہ قُدّوس ذات ہے تیری — پاک شانِ صفات ہے تیری

شان تیری بیان سے بڑھکر — بلکہ وہم و گمان سے بڑھکر

سب سے برتر جلال ہے تیرا — پھیلا ہر سُو کمال ہے تیرا

تو زمین آسمان کا ہے نُور — دلِ عُشّاق کو ہے تجھ سے سُرُور

مُنتشر جگ میں نُور ہے تیرا — اور ہر سُو ظہور ہے تیرا

یہہ ستارے جو جگمگاتے ہیں — جلوۂ رُخ تیرا دکھاتے ہیں

تیرا حسن و جمال اے محبوب — تیرے عُشّاق کو ہے کیا مرغُوب؟

لے گیا اُن کا دل تو اے دلبر — رہ گیا تو ہی اُن کے ہے دل میں

اے پیا ہے عجب پریت تری — کرتے ہیں سب پپیہے بھی پی پی

گاتے ہیں سارے تجھکو مور چکور — اے سجن واہ رے تیرے حُسن کا شور

خلق محوِ جمال سب تیری — رونقِ چمن ہے عجب تیری

تونے قمری کے من میں کیا کوکا؟ — کرتی ہے روز شورِ کُوکُو کا

گیت گاتی ہے تیرے ہر اک شے — پتا پتا زبانِ گویا ہے

سب جہاں میں ہے نغمۂ توحید — سارے پڑھتے ہیں کلمۂ توحید

اشھد ان لا الہ الا اللہ — ہے محمدؐ میرا رسول اللہ

ساری دنیا کو ہے تو ہی مطلوب — اے پیارے تو سب کا ہے محبوب

ہے یہہ فیروز بھی تیرا جویا — مر مٹا تیرے عشق میں گویا

ذرا آتا نہیں تیرے بن چین	روتے کٹتا ہے اے سجن دن رین
پکڑ لے میرا ہاتھ اے جانی	ایلی[1] ایلی لما سبقتانی

مناجات

اے خداوند قادرِ قیّوم	تیری رحمت کی ہر جگہ ہے دھوم
فضل کا ہے تیرے رواں دریا	تیری رحمت نے سب کو گھیر لیا
چشمۂ فیض ہے ترا جاری	تیرے احساں ہیں خلق پر بھاری
تو نے بخشا ہے مجھ کو فیضِ وُجود	اور معدوم سے کیا موجود
کرتا ہے پرورش میری ہردم	تو ہی ہے ربّ و خالقِ عالم
نام تیرا ہے زندگی میری	کام میرا ہے بندگی تیری
ہوں گرانبار تیرے احساں سے	تجھ پہ قرباں ہوں میں دل و جاں سے
ہے میرا بال بال شکرگذار	تیری نعمت کا ہے نہ حد و شمار
تیری رحمت کی بارشیں یکسر	رات دن ہیں برس رہی ہم پر
تو نے مٹی سے کر دیا انساں	ورنہ ہے خاک تیرہ و بے جاں
تو پرانوں سے بھی پیارا ہے	تیرا ہی جگ پہ رحم سارا ہے
فضل تیرا جو ہو نہ شاملِ حال	جینا اک دم بھی جگ میں ہووے محال
تیری توفیق گر نہ ہو ساتھی	کوئی ہم سے نہ ہو سکے نیکی
دور کرتا ہے تو ہی سب آفات	تو ہی دیتا ہے رنج و غم سے نجات
مجھ پہ گر کوئی خوف طاری ہے	میرا حافظ جنابِ باری ہے
تیرے انعام کا نہیں ہے شمار	میرا کیا مُنہ ہے؟ کرسکوں اظہار

[1] اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا ۔

تو نے سب کچھ بنایا میرے لئے   اور مجھکو بنایا اپنے لئے

ہم میں میرے ذرّہ ذرّہ لگا   کاش! میں تیرے واسطے نہ بنا

بھاگتا ہی رہا اطاعت سے   جی چرایا سدا عبادت سے

تھا تو اشرف مگر بنا ارذل   تھا تو اعلےٰ مگر ہوا اسفل

اُڑ گئی ہائے میری سب توقیر   کی اطاعت میں جب ہے تقصیر

ہائے! وہ میری آبرو نہ رہی   اشرفیّت کی مجھ میں بُو نہ رہی

مجھ کو ملتی نہیں ہے راہ کہیں   اور تجھ بن کوئی پناہ نہیں

سرنگوں اور شرمسار ہوں میں   رُوسیہ اور خاکسار ہوں میں

شرم سے سر اُٹھا نہیں سکتا   اور تجھے مُنہ دکھا نہیں سکتا

کوئی باقی نہیں دگر اُمید   تیری رحمت پہ ہے مگر اُمید

ہے فقط مجھ کو آسرا تیرا   ہے نہیں کوئی دوسرا میرا

حال اپنا سناؤں میں کسکو   حالت اپنی دکھاؤں میں کسکو

تو ہے ماباپ سے بھی بڑھکے رحیم   فضل بندوں پہ تیرا سب سے عظیم

رحم سے کر معاف میرے خطا   ہوں بشر اور بشر ہے بھولا ہوا

مجھ سے کچھ بھی نہیں ہے بن آیا   ہوں فقط ایک عاجزی لایا

حالِ دل تجھ پہ ہے عیاں مولے   کچھ بھی تجھ سے نہیں نہاں مولے

کچھ بضاعت نہیں ہے میرے پاس   ہے جو لے دے کے ایک تیری آس

بخش **فیروز** کو عنایت سے   کہ بچے گا وہ تیری رحمت سے

بطفیلِ حبیب سیّدِ پاک   فخرِ کونین صاحبِ لولاک

نعت

پاک احمدؐ محمدؐ و محمودؐ   رحمتِ عالمیں ہے اُسکا وجود

بحرِ پیغمبری کا دُرِّ یتیم
محرمِ رازِ حق رسولِ کریم

گلشنِ قدس کا گلِ رعنا
معدنِ فیض کا دُرِ یکتا

ہے معطّر اُسی سے سب گلزار
مُنتشر اُس سے جگ میں ہیں انوار

کوئی حُسن و جمال میں ایسا
چمنِ دہر میں نہ پھول کھلا

ہے رسالت کا آفتاب کمال
اور صداقت کا ماہتابِ جمال

گوہرِ کانِ حلم و صبر و رضا
نیّرِ آسمانِ صدق و صفا

جان اُس کی فدا ہے دلدار
ثانی اثنین اذ ہما فی الغار

اُس کا خُلقِ عظیم ہے قُرآں
ذات اُس کی خدا کا ہے احساں

مومنوں پر ہے وہ رؤف و رحیم
کانِ رحمت ہے وہ نبیّ کریم

ہے وہ ہر ایک وصف میں یکتا
ہے نہ کوئی بشر نظیر اُسکا

سارے نبیوں کا ہے وہی سرتاج
آسماں اُس کا زینۂ معراج

رتبۂ قرب جو کہ اُس کو ملا
قابَ قوسَینِ کانَ اَو اَدنیٰ

خاتم الانبیاء ہے ذاتِ نبیؐ
سربسر دل رُبا صفات نبیؐ

ہے وہ ہر چند ابنِ اسمٰعیلؑ
پر بلا شک ہے فخرِ اسرائیل

گیت گاتے ہیں اُسکے سارے نبی
سب ہیں دیتے بشارتیں اُسکی

سیّد المرسلیں دُعائے خلیل[1]
سارے نبیوں سے اُس کا قدر جلیل

وہی موسیٰؑ[2] کا ہے مثیل نبی
شان میں سب سے ہے جلیل نبی

وہی عیسیٰؑ نبی کا فارقلیط
اُس کی عظمت کا ہے بساط بسیط

ہے وہ داؤدؑ کا شجاع و فصیح
بڑھ کے یوسفؑ سے اُسکا حُسن ملیح

ہے سلیمانؑ کا وہی جانی
ہے سراسر محمدیم نبیؐ

۱ پیدایش ۱۷ باب ۲۰ (۲) استثنا ۱۸ باب ۱۸ (۳) غزل الغزلات ۵ باب ۱۶

اُس کو حبقوق[1] نے کہا قدوس | کوہِ فاراں سے آگیا قدوس
اُس کی شوکت[2] سے آسماں منور | اُس کی تعریف سے زمیں معمور
نور سے بھر گیا جہاں سارا | ہوا جلوہ وہ نورِ احمدؐ[4] کا
اشعیا[3] کا ہے برگزیدہ نبیؐ | ساری دنیا کا ہے ستودہ[5] نبیؐ
ہے جہاں کا منجّی اور شفیع | سب رسولوں اُس کا قدر رفیع
اُسکو حاصل شفاعتِ کبریٰ | اُسکو حاصل مدارجِ اعلیٰ
اُس کے آنے سے نورِ خالق کا | دشتِ فاراں[6] میں ہوا جلوہ
ساری قوموں کا ہے حمدَث[7] وہی | اللہ اللہ وہ شوکتِ نبوی
رونق افزا وہ جب ہوا جگ میں | غلغلہ اُسکا پڑگیا جگ میں
ہل گئے آسماں زمیں سارے | بحر و بر چاند سورج اور تارے
وہ بہادر کی طرح پر آیا | منکروں پر بڑا غضب لایا
آیا اکبارگی بتوں پہ زوال | آشکارا ہوا خدا کا جلال
دشتِ[8] عرب کا ہے پکارنے والا | جس نے ایسا عرب میں وعظ کیا
گونج اُٹھا سب اُس سے دشت و جبل | رحمتِ حق کا آگیا بادل
اُسکی پہونچی جہاں تلک آواز | ہوگئی خلق حق کی محرمِ راز
ہوئے وحشی سے آدمی سارے | آدمی سے خدا کے وہ پیارے
ہوا دنیا میں پہلوان ایسا | ساری دنیا پہ کامیاب ہوا
سب جہاں اُس کے نور سے معمور | سب سے بڑھکر مظفر و منصور

[1] حبقوق ۳ باب ۳ [2] حبقوق ۳ باب ۳-۴ [3] یسعیاہ ۴۲ باب ۱ [4] یسعیاہ ۵۲ باب ۱۳- [5] یسعیاہ ۵۲ باب ۱۳ [6] استثنا ۳۳ باب ۲ [7] حجی ۲ باب ۶-۷ [8] یسعیاہ ۴۰ باب ۳ +

تھی یوحنا[1] کو پاک احمد کی ... موجب فخر کفش برداری

واہ واہ شانِ احمدی اللہ ... حق نما ذات اُس کی تھی واللہ

اُسکی فیروزت ہو کیا تعریف ... جس کی کرتا ہے خود خدا تعریف

قصۂ مختصر کہ بعد خدا ... دوسرا ہے نہیں کوئی ویسا

صلوات خدا ہو اُس پہ مدام ... آل و اصحاب پر ہو اُسکے سلام

قرآن شریف کی تعریف

اللہ اللہ! کلامِ ربّانی ... چشمۂ رازہائے حقّانی

ہے کلامِ خدائے عالمِ غیب ... جلوہ گر اس سے شانِ حق لاریب

ہے مبارک کتاب دنیا میں ... شمع روشن ہے راہِ عقبیٰ میں

ہے وہ اک آفتابِ عالمتاب ... ہے خجل اُسکے نور سے مہتاب

اُس ہر ایک لفظ میں وہ چمک ... ماند ہے اُسکے آگے مہرِ فلک

ہے ہر اک حرف چاند سا اُس کا ... اُس کی ہر سطر کہکشاں گویا

اُس کا ہر نقطہ اخترِ روشن ... ہے نزاکت میں اک گلِ گلشن

اُس کے الفاظ ہیں دُرِ یکتا ... اُس کے معنوں میں حق کا ہے جلوہ

ہر ورق اُس کا ہے طلا کا ورق ... صفحہ صفحہ ظہورِ قدرتِ حق

اُس کی ممکن نہیں جہاں میں نظیر ... چرخِ رفعت پہ ہے وہ مہرِ منیر

باغِ جنت سے بڑھ کے ہے قرآں ... ہے وہ خوشبو میں نافۂ عرفاں

کھل رہے اُس میں ہیں گل و گلزار ... بقعۂ نور اُس کے ہیں اشجار

ہیں معطّر دماغ سب اُس سے ... اور روشن چراغ سب اُس سے

[1] متی ۳ باب ۱۱ - لوقا ۳ باب ۱۶ *

سارا عالم ہے اُس سے نورانی
منتشر جگ میں فیض یزدانی

ہے خدا کا کلام یہہ کامل
اس میں ساری صداقتیں شامل

اِس سے ظاہر ہوا خدا کا جلال
جلوہ گر اس سے ہیں صفاتِ کمال

روحِ انسان کا مربّی ہے
کیا ہی شانِ کلامِ ربّی ہے؟

گُنگ ہیں اِس کے آگے سب عُقلا
کم زباں اس کے آگے سب حکما

طفلِ مکتب فلاسفر سارے
ہے یہہ خورشید اور وہ تارے

اس کا دعوی ہر اک دلیل کے ساتھ
اور اک شوکتِ جلیل کے ساتھ

ہے جو اس کے بیان میں تکمیل
کیا ہے توریت (مروجہ ۱۲) اور کیا انجیل؟

بے سُرا اُس کے آگے وید کا غُل
وید ہے بید بے ثمر بالکل

ژند کا ہے گھمنڈ سب باطل
ژند و اُستا ہیں سربسر عاطل

جو کلامِ خدا کو ہے رفعت
کیا کلامِ بشر کو ہو نسبت

واہ وہ عظمتِ کلامِ خدا
پست ہیں اُس کے آگے ارض و سما

مچ رہی سب جہاں میں اُس کی ہے دھوم
لیتے ہیں سب کلامِ پاک کو چُوم

منتشر اُس کی جگ میں ہے خوشبو
فیض کا بحر ہے رواں ہرسُو

ہے فصاحت کا سربسر شُہرہ
اور ملاحت کا گھر بگھر چرچا

جب سے یہہ نور جگ میں ہے چمکا
ماند ہے سب فصاحتِ فصحا

سب جہاں اُس کے آگے گنگ زباں
متحیر ہیں جنّ اور انساں

یہہ حقایق کا اک سمندر ہے
ہر صداقت بس اُس کے اندر ہے

ہے معارف کا بحرِ بے پایاں
اور دقایق کا گوہرِ رخشاں

ہے خدا کا نہ جس طرح ہمتا
ہے نہیں ہمسرِ کلامِ خدا

اُس کی فیروز کیا کرے تعریف
سربسر ہے وہ لائقِ توصیف

دیباچہ

اَلحمدُ للہِ وَکفٰی۔ وَسَلامٌ علیٰ عِبادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی
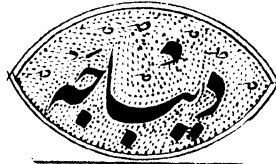
حمد و نعت کے بعد گذارش ہے۔ کہ اس سے پیشتر خاکسار نے **سیرت النبی** تالیف کی۔ جس کی پہلی جلد ۵۰۰ صفحہ پر چھپ چکی ہے۔ چونکہ وہ کتاب بہت ضخیم یعنی کئی ہزار صفحے ہوگی۔ جس میں **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم** کی سوانح عمری اور اسلام کی **صداقت** کا مفصل حال لکھا جائے گا۔ اس لئے میرے دل میں آیا۔ کہ زندگی مستعار کا کچھ پتا نہیں۔ بہتر ہے کہ سردست **آنحضرت صلعم** کی پاک زندگی کے حالات اور مقدّس واقعات مختصر طور پر لکھدوں۔ تاکہ ساری دنیا کو معلوم ہوجائے۔ کہ **آنحضرت**ؐ کی مقدّس زندگی کا مقصد کیا تھا؟ اور یہہ کہ **حضور علیہ السّلام** کی سیرت ہی آپ کی صداقت کا اعلےٰ ثبوت ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ **آنحضرت** صلعم کے مبارک حالات نہایت صحت کے ساتھ لکھے جائیں۔ **میری غرض ان حالات کے لکھنے سے ایک اور بھی ہے**۔ وہ یہہ کہ اکثر لوگ جو **قرآن شریف** کا ترجمہ کسی اُستاد سے پڑھنے لگتے ہیں یا آپ مطالعہ کرتے ہیں۔ بوجہ **آنحضرت**ؐ کے حالات مقدّس کے نہ جاننے کے وہ سمجھ نہیں سکتے کہ یہہ واقعہ آپ کی زندگی کے کس حصّہ سے متعلق ہے۔ اور مکّہ میں گذرا یا مدینہ میں۔ اور کس حالت میں۔ اور ان واقعات کا شان نزول کیا ہے؟ **قرآن شریف** میں اللہ تعالیٰ نے اختصار کے ساتھ ایک نہایت ہی عمدہ اسلوب سے **رسول خدا**ؐ کے خاص خاص واقعات کا ذکر کیا ہے اور

صرف اس غرض سے اور اُسی حد تک جس کا تعلق ثبوت نبوت یا احکام شریعت یا کسی اور صداقت سے ہے۔ اس وجہ سے کہ قرآن شریف کا اجمالی واقعہ نہایت عمدہ طور پر اور تفصیل کے ساتھ سمجھ میں آجائے۔ ضرور تھا۔ کہ کوئی سیرت نبوی اس قسم کی ہوتی۔ جس کا مطالعہ قرآن شریف کے ترجمہ پڑھنے سے پیشتر کیا جاتا۔ تا کہ قرآن شریف کے سمجھنے اور موقعہ نزول کے معلوم کرنے میں سہولت ہوتی اور وہ حالات اجمالی حالت میں نہ رہتے۔ میں نے اسی غرض اور اسی مطلب کے لئے یہ مختصر سیرت نبوی تیار کی ہے۔ اور چونکہ اس میں اُس دُنیا کے سنجات دینے والے اور پیارے شفیع کے پیارے حالات ہیں۔ اس لئے خاکسار نے اسکا نام بھی

پیارے نبی کے پیارے حالات

رکھا۔ یہ کتاب کئی حصوں پر منقسم ہے تفصیل مضامین تو فہرست دیکھنے سے معلوم ہو سکتی ہے۔ مگر اجمالاً یہ کہ پہلے حصے میں مقدس نبیوں کے حالات ہیں۔ دوسرے حصہ میں حضور علیہ السلام کے حالات با برکات ہیں۔ تیسرے حصہ میں حضور ؐ کے اخلاق و عادات۔ چوتھے میں توریت و انجیل کی بشارات۔ پانچویں میں معجزات اور آیات بینات۔ چھٹے میں حضور ؐ کی مختصر تعلیمات۔ ساتویں میں حضور ؐ کی پاک زندگی کے مقاصد ؛

میرے خیال میں طالب حق کے لئے ایک دفعہ اس کتاب کا مطالعہ کر لینا کافی ہے میں یقین کرتا ہوں کہ پھر اُسکو آنحضرت ؐ کے مامور من اللہ اور مؤید من اللہ اور منجانب اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں رہے گا۔ خواہ وہ حضور ؐ کے حالات با برکات پر غور کرے۔ خواہ اخلاق عادات پر۔ خواہ بائیبل کی بشارات پر۔ خواہ معجزات و تعلیمات پر۔ کسی پہلو سے اُسے مطلق شک و شبہ نہیں رہے گا۔ کہ آنحضرت ؐ صادق اور مصدوق۔ افضل البشر سید المرسلین

رحمت عالمین اور خاتم النبیّین ہیں علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیّات من ربّ العالمین ÷

اس کتاب میں لمبی چوڑی عبارت آرائی نہیں کی گئی بلکہ سادہ اور صاف طور پر حضور علیہ السلام کے واقعات وغیرہ درج کردیے گئے ہیں۔ آنحضرت م کو خرب جیسے جاہل تندخو اور اکھڑ ملک میں جس طرح پر اسلام پھیلانا پڑا۔ اور اشاعت اسلام میں جو دقتیں اور تکالیف علیہ حضور کو برداشت کرنی پڑیں اور اُن تکالیف کے مقابلہ میں حضور کا فوق العادہ استقلال۔ شرح صدر۔ انبیا علیہم السلام پر تمام مخلوقات سے بڑھ کر مصائب واقعہ ہونے کی فلاسفی۔ غیر قوموں کی آنحضرت م کی مقدس اور بے لوث زندگی کی نسبت **شہادتین**۔ **جہاد** کی اصلیت جہاد کے اسباب۔ اسکی فلاسفی۔ سب کچھ واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ **اہل کتاب** کے ساتھ محاربات کی وجہ۔ اُن کی عہدشکنیاں اور شرارتیں۔ **یہود** و نصاریٰ کے ساتھ حضور علیہ السلام کا **مباہلہ**۔ دونو قوموں کا مباہلہ سے گریز۔ عیسائیوں کے ساتھ آنحضرت م کا **مباحثہ** مفصل بیان کیا گیا۔ آں حضرت صلم کے واقعات کے متعلق بائبل کی خاص خاص بشارات اپنے اپنے محل پر چسپاں کی گئی ہیں۔ اور ایک عجیب لطف بخشتی ہیں۔ **خلفاء اربعہ** کے فتوحات۔ مختصر حالات۔ قرآن شریف کی بشارت کے مطابق **استخلاف فی الارض**۔ حضرت نبی آخرالزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات ونشانات وخوارق عادات اور پیشین گوئیاں وہ درج کی گئی ہیں۔ جن کی صداقت پر تمام دُنیا گواہی دے اُٹھے۔ حضور م کی بشارات جو تحریر کی گئی ہیں۔ جو آنحضرت م پر بلا تکلف صادق آتی ہیں اور مومن کا ایمان بڑھاتی۔ اور منکروں کو راہ ہدایت دکھاتی ہیں۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کا بعض بشارات کے متعلق جو جھگڑا اب آ رہا ہی فیصلہ ہوگیا ہے اور

صاف طور پر ثابت کر دیا گیا ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ کی دُعا۔ حضرت موسیٰؑ کے مثیل۔ حضرت داؤدؑ کے بہادر پہلوان۔ حضرت یسعیاہؑ کے برگزیدہ (مصطفیٰ) اور ستودہ (محمدؐ و محمود) حضرت سلیمانؑ کے محمدیم۔ حضرت حبقوق کے قدوس حضرت حجیؑ کے حمدت (احمد) حضرت یوحنا کے وہ مشہور و معروف نبی (آخرالزمان) حضرت عیسیٰؑ کے فارقلیط صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں وبس +

واقعات نبوی کے بعد جو حضورؐ کے اخلاق و عادات بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں حضورؐ کے عقل کمال۔ حسن و جمال۔ فصاحت و بلاغت۔ سخاوت و شجاعت حلم و عفو۔ رحم و تحمل۔ سادہ اور بے تکلّف زندگی۔ وغیرہ کی عملی نظائر بیان کی گئی ہیں۔ اور ظاہر کر دیا گیا ہے۔ کہ انجیلی مسیحؑ کی طرح آپ کے اخلاق حسنہ صرف باتیں ہی باتیں نہ تھیں۔ بلکہ عملی طور پر آپ میں وہ سب اخلاق موجود تھے۔ اور آپ ہر طرح پر متمم مکارم اخلاق اور تمام انبیاء کے اوصاف و محاسن کے جامع تھے اور مظہر صفات کاملہ الٰہی بلکہ آئینہ حق نُما تھے +

آخر میں جو آپؐ کی مقدس زندگی کے مقاصد بیان کئے گئے ہیں اُسمیں گہری فلاسفی بھری ہے۔ اور اُس سے الٰہیات کے بہت سے اصول حل ہوجاتے ہیں اور اُن مقاصد پر غور کرنے سے آنحضرتؐ کی نبوت کی صداقت اس طرح چمک رہی ہے جس طرح دوپہر کے وقت آفتاب نصف النہار۔ آنحضرتؐ کا دنیا میں عملی توحید قایم کرنا۔ اخلاق حسنہ کی تکمیل حق کی ظاہری باطنی فتح اور مبطلان کی ہلاکت۔ احکام الٰہی میں سطوت و جبروت۔ عقبےٰ کی سزا و جزا اور قیامت کا آنحضرتؐ کے واقعات عمری سے قطعی ثبوت۔ حضور کی زندگی ہی سے آپ کی نبوّت کا زبردست ثبوت (آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ کے موافق

سب کچھ بیّن طور پر بیان کیا گیا ہے +

انبیاء علیہم السّلام کے حالات جو بیان کئے گئے ہیں صرف اسی قدر اور اسی حیثیت سے جنکا تعلق ثبوت نبّوت یا کسی اور صداقت سے ہے - ان انبیاء کے حالات کو جو کفّار مکّہ کی ہلاکت سے پیشتر نازل ہوئے - غور کے ساتھ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح متواتر ان انبیاء کے حالات کے ضمن میں کفار مکّہ کی ہلاکت کی پیشین گوئیاں کرتا ہے اور کس طرح آنحضرت ؐ کو اپنے محبوب حقیقی کی طرف سے برابر فتح و نصرت کی خوشبو چلی آرہی ہے اور پھر یہہ سب پیشین گوئیاں کس طرح پوری ہوئیں - اور آنحضرت صلعم کو کیسی اعلےٰ درجہ کی کامیابی اور نُصرت نصیب ہوئی - کہ آپ دنیا سے نہیں اُٹھے - رحلت نہیں فرمائی - تا وقتیکہ آپ نے وہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ نہیں لیا - اور ظاہری باطنی طور پر آپ کو ہر طرح کامیابی حاصل نہیں ہو چکی اور عدالت اور صداقت کو آپ ؐ نے دنیا میں قایم نہیں کر لیا - جس کی آج تک کسی شخص کی زندگی میں نظیر نظر نہیں آتی +

میں اُمید کرتا ہوں کہ اس کتاب کے پڑھنے سے طالب حق کو بہت کچھ بصیرت ہو گی - اور اس میں کچھ میرا فخر نہیں ہے بلکہ جس شخص کے حالات ہیں وہ خود ہی ساری دنیا کے لئے موجب فخر ہے اور اس لئے اگر اسکے واقعات زندگی کا بیان بھی کسی مصنّف کے لئے موجبِ فخر ہو - تو جائے تعجب نہیں - میں اُمید کرتا ہوں کہ ہر ایک موافق و مخالف پیارے نبی کے پیارے حالات کو نہایت ہی غور سے پڑھکر ضرور ایک نتیجہ قایم کریگا اور یہہ کتاب ہر ایک مسلمان اور طالبِ حق کے ہاتھ میں ضرور ہو گی - والسلام علیٰ من اتبع الہدےٰ +

محمد فیروزالدین فیروز مدرس اول فارسی ایم بی ہائی سکول سیالکوٹ
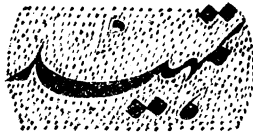
دنیا میں جس قدر مصلحین۔ جس قدر فاتحین۔ جس قدر انبیا و رُسل گذر چکے ہیں۔ کسی شخص نے اپنے مقاصد میں وہ کامیابی اور ظفر۔ وہ فتح و نُصرت۔ وہ ناموری اور شُہرت حاصل نہیں کی جو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔ تمام دنیا آپ کی فوق العادہ کامیابی۔ خارق عادت نُصرت کو دیکھ کر حیرت میں مبتلا اور گویا ایک خواب کا سا نظارہ سمجھتی ہے۔ مسلمان تو آپکی اس فتح و نصرت کو منجانب اللہ اور ایک معجزہ عظیمہ سمجھتے ہیں۔ چونکہ آپؐ سید المرسلین اور خاتم النبیین تھے۔ ضرور تھا۔ کہ آپؐ کی ریفارمیشن آپکی فتح و نُصرت تمام رسولوں تمام نبیوں اور تمام مجددین و مصلحین و فاتحین سے بڑھ کر ہوتی۔ لیکن جو لوگ مسلمان نہیں ہیں۔ وہ بھی جب آپؐ کی اصلاح قومی و فتح ملکی اور خارق عادت ترقی کی طرف نگاہ ڈالتے ہیں۔ تو کمال حیرت میں بے اختیار پکار اُٹھتے ہیں۔ کہ واقعی آپؐ کی اصلاح۔ آپ کی کامیابی کی نظیر کسی فاتح اور کسی مصلح کی زندگی میں ہرگز ہرگز نہیں مل سکتی۔ جیسے کہ مسٹر کارلائیل مشہور و معروف فلاسفر نے بھی باوجود یوروپین و عیسائی ہونے کے اپنی کتاب "ہیروز اینڈ ہیروورشپ" میں تمام مصلحین اور مجددین و رُسل میں سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتخاب کرکے اپنی کتاب کو زینت بخشی ہے۔ تم کسی غیر مسلم مورخ کی تاریخ پڑھو کسی یوروپین مصنف کی سیرت النبی پر نظر ڈالو۔ اس نے آنحضرتؐ کی حالات زندگی پر غور کرکے ضرور آپؐ کی فوق العادہ کامیابی پر حیرت ظاہر کی ہوگی۔

اور اُس کا دل ایک فخر آمیز تعجب سے بھر گیا ہوگا۔ اور بے اختیار پکار اُٹھا ہوگا۔ کہ نبی عربی صلعم کی دینی و دنیاوی ترقی کی کہیں نظیر مل نہیں سکتی۔ اور اسی بے نظیری کی وجہ سے مسلمان لوگ آنحضرت صلعم کے حالات زندگی کو خارق عادت اور معجزہ قرار دیتے ہیں *

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی ہر ایک انسان کو کیوں نہ حیرت میں ڈالیں اور کیوں نہ بے نظیر اور خارق عادت سمجھے جاویں۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں؟ کہ ایک یتیم بچہ جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہی تھا۔ کہ اُس کا باپ دنیائے ناپائیدار سے انتقال کر گیا۔ اور یوں وہ سایہ عاطفت پدری سے محروم رہا۔ کچھ عرصہ بعد اُس کی ماں بھی رحلت کر گئی۔ اور کنار شفقت مادری سے بھی محروم ہو گیا۔ اُس کا دادا پرورش کا متکفل ہوا۔ وہ بھی فوت ہو گیا۔ اس کے بعد اُس کا چچا حامی بنا وہ بھی قوم کی مخالفت کو کچھ بہت کم نہ کر سکا۔ اور آخر کار سخت مصیبت اور پرلے درجہ کی خستہ حالت اور ناکامیوں کے بلاخیز طوفان میں چھوڑ کر وہ بھی رحلت کر گیا۔ حضرت خدیجہ رض جو آپ صلعم کی مونس اور تنہائی کی غمگسار تھیں وہ بھی ایک مصیبت کے عالم میں قبر میں جا سوئی۔ اور کوئی ظاہری وسیلہ باقی نہ رہا۔ یہ یتیم بچہ ایسی کس مپرس اور بے کسی کی حالت میں پرورش پاکر جوان ہوا۔ اور تعجب کی بات ہے کہ اُس نے کسی مکتب میں ایک حرف تک نہیں پڑھا۔ نہ کبھی لکھنا سیکھا۔ نہ اُس کے پاس کچھ مال و زر ہے۔ نہ کوئی فوج نہ لشکر ہے جس کے بھروسے پر وہ کوئی کارروائی کرکے سرسبزی کی اُمید رکھ سکے۔ غرضکہ دنیاداروں کی طرف سے نومید اور دنیا نے اُسے چھوڑا ہوا ہے۔ مگر ایک اللہ اُس کا حامی اور یاور حقیقی نے اُس کے ہاتھ کو پکڑا ہوا ہے۔ ۴۰ برس کی عمر میں وہ دعوی کرتا

ہے۔ کہ خدا نے مجھے اپنی رسالت کے لئے برگزیدہ کیا ہے۔ اور میں اپنی قوم کی اصلاح کے لئے آیا ہوں۔ اور ایک نجات دینے والا پیدا ہوں۔ جو میری بات مانے گا وہ دینی و دنیاوی انعام کا سزاوار ہوگا مگر جو شخص میرے احکام سے جو خدائی احکام ہیں انحراف کریگا وہ غضب الٰہی کا مورد اور عذاب شدید کا مستحق ہوگا۔ اس دنیا میں بھی تباہ اور ذلیل اور اُس جہان میں بھی رُسوا اور مستوجب عذاب الیم ہوگا ۔

خدا کا یہہ پیغام اُس م نے اپنی قوم کو پہونچایا ہے۔ اُس کی قوم نے جو نہیت درجہ کی جاھل۔ اُمّی اور اکھڑّ قوم ہے۔ نہ صرف اُس کے پیغام کو رد کیا ہے۔ بلکہ ہنسی۔ ٹھٹھہ۔ طعن و ملامت اور دلخراشیوں سے اُس کو تنگ کرنا شروع کردیا ہے۔ اور حتے اینکہ ۱۳ برس کی ایک لمبی مدت تک اُس کو اور اُس کے چند متبعین کو سخت درجہ کا تباہ حال اور خستہ اور نڈھال کیا ہے اُن کی بدلگام زبانیں کوئی طعن و تشنیع اور عیب و ملامت کا لفظ باقی نہیں چھوڑتیں جو اُنھوں نے اُس منجّی قوم کے حق میں کہہ نہ لیا ہو۔ شاعر۔ ساحر۔ کاہن۔ کاذب۔ مفتری۔ جعلساز۔ تمام الفاظ اُس کے حق میں کہے گئے۔ دلخراش طعنوں سے اُسکو نہایت تنگ کیا گیا۔ کوئی دُکھ کوئی تکلیف۔ اور کوئی ایذا نہیں جو اُس کو پہونچائی نہیں گئی۔ تین برس تک اُس کو شعب ابی طالب میں محصور رہنا پڑا۔ کئی دفعہ اُسکو اور اُس کے متبعین کو اپنی خونخوار قوم کے ہاتھ سے وطن چھوڑنا پڑا اور ان تکالیف کی حد یہہ کہ آخرکار اس مظلوم شخص کو سخت مظالم اور جور و جفا کا نشانہ بنانے کے بعد قتل کرکے یک لخت اُس کی بنا ہی کو دنیا سے اُکھیڑنے پر تیار ہوگئے

ہیں۔ اور قریب ہے کہ ایک رات کو سب مل کر قتل کر ڈالیں۔ ایسی حالت میں کوئی دنیا کا پولیٹیکل آدمی ہرگز ہرگز خیال نہیں کر سکتا۔ کہ یہہ شخص کبھی اپنے مقاصد میں کامیاب یا قوم کا منجی اور ملک کا فاتح ہو سکے گا۔ لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد ہم کیا دیکھتے ہیں۔ کہ وہی مظلوم پیغمبرؐ اس ظالم اور تباہ کار قوم کے ہاتھ سے نجات پاکر ایک خارق عادت ترقی کرتا اور دنیا کا ایک عظیم الشان مصلح اور بادشاہ بن جاتا۔ جس کی ترقی اور عروج کی نظیر دنیا میں ہرگز ہرگز نہیں پائی جاتی۔

وہی تمام قومیں جو ابتدا میں اس کو ایسا ذلیل اور کم پرس سمجھتیں اور نہایت درجہ کی ایذا اور تکالیف دیتی رہیں۔ اور کوئی دقیقہ طعن و تشنیع اور ایذا و تکلیف کا باقی نہ چھوڑتیں۔ اب مدینہ کی چند سالہ زندگی کے بعد سب کی سب پاؤں میں گرتیں اور اپنے قصوروں کا اعتراف کرکے اسکو سچا منجی اور ملک کا حقیقی فاتح اور بے نظیر مجدّد و مصلح یقین کرتی ہیں۔ جو قوم اُسکے مقابل میں آتی ہے فنا ہو جاتی ہے۔ جو فرقہ اُس سے ٹکراتا ہے چُور چُور ہو جاتا ہے۔ اور وہی پتھر جس کو راہگیروں نے ناپسند کیا۔ ایک ایسا عظیم الشان پتھر بن جاتا ہے کہ جو اُس سے ٹکراتا ہے آپ فنا ہو جاتا ہے۔ اور جس پر وہ جاکر گرتا ہے اُسے چکنا چور کر دیتا ہے۔

اہا! یہہ عجیب بات نہیں ہے۔ کہ ایک یتیم لڑکا جس کا بچپن مادری شفقت اور پدری عاطفت سے محرومی کی حالت میں گذرا۔ ایک حرف لکھ پڑھ نہیں سکتا۔ کسی اُستاد کے پاس ایک منٹ تک نہیں بیٹھا۔ ایک وقت ہے کہ وہ کوہِ حرا پر عالم تنہائی میں خدا کی عبادت میں مصروف ہے۔ اور وہ درویشان گوشہ نشین کی طرح گیان دھیان میں مشغول ہے۔ اس کے بعد

قومی اصلاح کا بیڑا اُٹھاتا ہے اور قوم کو پیغام حق پہونچاتا ہے۔ قوم بجائے اسکے کہ ایسے معلّم حقّانی اور مصلح ربّانی اور حقیقی منجّی کا شکریہ ادا کرتی۔ سخت طعن وتشنیع سے پیش آتی ہے۔ اور اُسے سخت سے سخت ایذائیں پہونچاتی ہے۔ یہاں تک کہ اُس نبی صؐ کو ان مصائب اور تکالیف کے طوفان بلاخیز میں یہہ کہنا پڑا کہ ما اوذی نبی قط مثلی۔ میری طرح کسی نبی کو کبھی ایذائیں نہیں پہونچیں۔ ایک وقت وہ شعب ابی طالب میں محصور اور برادری سے خارج کردیا گیا ہے۔ ایک وقت اُس کے قید کرنے یا جلا وطنی یا قتل کی تجاویز ہورہی ہیں جس سے وہ آگاہ ہوکر اپنے شہر سے نکلنے پر مجبور ہوتا اور غار ثور میں نہایت ہی مصیبت اور دردناک حالت میں چھپ جاتا اور آخرکار نہایت ہی تشویش اور اضطراب اور بے کسی کی حالت میں وہ غار ثور سے نکلکر ایک غیر ملک میں پناہ گزین ہوتا ہے۔ اُس کی قوم اُسپر بھی اُسکا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ بلکہ جنگ وجدل سے پیش آتی ہے۔ اور اُس کی قدرتی آزادی میں سخت مزاحم اور رخنہ انداز ہوتی ہے۔ جس سے چاروناچار اُسکو بھی شمشیر ہاتھ میں پکڑنی۔ اور تلوار کا مقابلہ تلوار سے کرنا پڑتا ہے۔ فیصلہ یہہ ہوتا ہے کہ اُسکی قوم سب کی سب تباہ اور خستہ ذلیل اور رُسوا ہوکر طوعاً وکرہاً اُس کے آگے آجھکتی ہے۔ اور وہ مصلح ربّانی لاتثریب علیکم (آج تم کو کوئی سرزنش نہیں) کہکر اپنی کمال فیاضی اور رحمدلی سے سب کو معاف کردیتا ہے اور اپنی ظل رحمت میں جگہہ دیتا ہے +

ایک شخص کو ایک وقت دیکھو۔ کس مپرس اور یتیم ہے۔ دوسرے وقت کوہ حرا پر یاد الٰہی کے لئے گوشہ نشین ہے۔ تیسرا نظارہ دیکھو ۱۳ برس تک اُس کی حالت بڑی متبذّل اور سقیم ہے۔ اُس کی زندگی کا آخری نظارہ

دیکھو۔ ملک کا ایک زبردست فاتح اور شہنشاہ عظیم ہے۔ ایک ہی شخص کی زندگی میں یہہ انقلابات عجیبہ واقعی کمال حیرت بخش اور خداتعالیٰ کی قدرت عظیمہ کو یاد دلانے والے ہیں۔ ایک خداپرست آدمی ان مختلف حالات کو دیکھ کر بے اختیار اللہ اکبر کہہ اُٹھتا ہے۔ تعجّب اور تعجب در تعجب میں پڑ جاتا ہے۔ اس اُمّی اور یتیم شخص کے ابتدائی حالات کو زیر نظر رکھ کر جب آخری زندگی پر غور کرتا ہے۔ تو ضرور ضرور اُسے تعجّب پیدا ہوتا ہے۔ جس پہلو سے آں حضرت ؐ کی زندگی کو دیکھتا ہے۔ بے نظیر پاتا ہے۔ شجاعت میں کوئی اُس کا ثانی نہیں دیکھتا۔ فصاحت میں اُسکی نظیر نہیں پاتا۔ وہ تمام دنیا کے سامنے فاتوا بسورۃ من مثلہ کہہ کر اپنے کلام کی نظیر لانے کے لئے تحدّی کرتا ہے۔ اُسکی تعلیم کا اثر ایسا دیکھتا ہے کہ اپنی زندگی میں ایسی اکھڑ اور جاہل قوم عرب کو وحشی سے انسان اور انسان سے بااخلاق انسان اور بااخلاق انسان سے باخدا انسان بنا دیتا ہے۔ فاتح ایسا ہے کہ اپنی زندگی ہی میں اپنی فتح و نصرت کا جھنڈا سارے عرب پر کھڑا کر چکا۔ جس پر ابتدائے دنیا سے آجتک کبھی ایک بادشاہ نہیں ہوا تھا۔ اپنے متّبعین میں وہ روح پھونکتا ہے کہ دس ہی سال میں وہ فتوحات عظیمہ حاصل کر لئے ہیں جو دیگر مشہور فاتحین کو سینکڑوں سالوں میں نصیب نہیں ہو سکتیں۔ عرب کے گرم اور ریتلے صحراؤں سے فوجیں اُٹھی ہیں اور اُنہوں نے سندھ سے اُندلس (سپین) تک اور مصر سے مراکش تک آناً فاناً فتح کر لیا ہے۔ روم اور ایران اور مصر کی زبردست اور عظیم الشان قدیم سلطنتوں کو جو ابتدائے دنیا سے اعلےٰ سے اعلےٰ اور زبردست سے زبردست مانی گئی ہیں۔ اس اُمّی اور یتیم بچّہ کی فیض

تعلیم اور روحانی جوش کی برکت سے چند ہی سال میں تباہ اور برباد کرکے
وہاں اسلامی جھنڈا کھڑا کردیا ہے - اور ابھی اُس کی ترقی اور فتوحات
کی لہروں کو کوئی چیز روک نہیں سکتی - کیا یہہ واقعات حیرت خیز تعجب انگیز
فوق العادہ اور خارق عادت اور معجزہ نہیں ہیں - اگر یہہ واقعات وقوع
میں نہ آئے ہوئے ہوں - تو اُن کا تصوّر بھی ایک خواب سا معلوم ہوتا
ہے - مگر اللہ اکبر! یہہ تو حقیقی واقعات اور سچے حالات ہیں - جو
اس یتیم اور کس مپرس بچہ کی تعلیم - تلقین اور صحبت کے اثر سے فی الواقع
وقوع میں آئے - یہہ وہی یتیم بچہ تھا - کہ جو کچھ اُس کی زبان
سے نکلا - حکم قضا کی طرح پورا ہوا - جو کچھ اُس نے کہدیا - تقدیر
ربانی کی طرح وقوع میں آیا - اُس کا حکم تیر قضا تھا - اور اُس کا
ارشاد شمشیر خدا - یہہ اُسی کی زبان کے الفاظ تھے کہ واذا ھلک کسرےٰ
فلا کسرےٰ بعدہ - واذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ - جب کسرےٰ
ہلاک ہوگا تو پھر اُس کے بعد کوئی کسرےٰ نہیں ہوگا - اور جب قیصر ہلاک
ہوگا تو اس کے بعد پھر کوئی قیصر نہیں ہوگا - سو وہی ہوا - تھوڑے عرصہ
کے بعد اُس کے سچے متّبعین نے اُن کے ملک کو فتح کرلیا - اور
پھر اُس وقت سے اب تک نہ روم میں کوئی قیصر نظر آیا - نہ ایران
میں کوئی کسرےٰ دکھائی دیا - ان دونو ممالک میں جو پیشین گوئی کے موافق
اُس کی امّت کے قبضہ میں آئے - آج تک اسلام ہی کا ڈنکا بج رہا
ہے اور دو گھنٹے کے لئے بھی کسی قیصر و کسرےٰ کی حکومت وہاں قایم
نہیں ہوئی - یہہ سارے واقعات بڑے عجیب اور بڑے ہی دلچسپ
ہیں - جتنا ان واقعات پر غور کرو - جتنی دفعہ نظر ڈالو بڑا ہی جی لگتا ہے

اور بڑا ہی لطف آتا ہے - ہم چاہتے ہیں کہ اُس پیارے نبی کی پیارے حالات کسی قدر اس مختصر رسالہ میں درج کئے جائیں - کہ اہل ایمان کے لئے مزید قوت یقین کا موجب ہوں - اور مخالفین کے لئے ہدایت اور بصیرت اور ایمان کا سبب ہوں - وما علینا الا البلاغ - والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ *

سب سے پہلے خدا کے سچے نبیوں کے کسی قدر حالات درج کرتے ہیں -

نبیوں کے حالات

اور اُن کا تعلق ثبوت نبوت سے

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے - یٰسٓ - والقرآن الحکیم ۔ انک لمن المرسلین - علیٰ صراط مستقیم - تنزیل العزیز الرحیم لتنذر قوماً ما انذر آباءھم فھم غافلون ۔ اے سید کائنات (سرور عالم) اس قرآن کریم کی قسم جو حکمت اور دانائی کی باتوں سے بھرا ہے کہ یقیناً تو بھی سلسلہ رُسل میں سے ایک رسول ہے ایک ایسے راستہ پر جو بالکل سیدھا اور منزل مقصود پر پہونچانے والا ہے - جس طرح اگلے رسول دنیا سے کامیاب ہوکر اٹھے - اور اپنے غایت مقصد پر پہونچ گئے - تو بھی انہی کے سلسلہ میں سے

ہے اور یقیناً یقیناً منزل مقصود پر پہونچکر رہے گا۔ اور دنیا سے مظفر ومنصور ہوکر اُٹھے گا۔ یہہ قرآن شریف اُس ذات کا اُتارا ہوا ہے۔ جو سب غالب اور زبردست ہے اور اسی لئے یقیناً تجھے تیرے مخالفوں پر غالب اور مسلط کرے گا۔ اور وہ رحیم ہے تجھے اپنی رحمت کاملہ کا مورد بنائے گا تجھ پر اپنے احسانات پورے کرے گا۔ یہہ قران شریف اسی لئے اُترا ہے کہ اُس قوم کو ڈرائے جس کے آبا و اجداد میں تا حال کوئی ڈر سنانے والا مبعوث نہیں ہوا اور اسی لئے وہ نشہ غفلت میں سرشار ہو رہے ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بڑی زبردست پیشگوئی فرمائی ہے جو قرآن شریف کی صداقت اور آنحضرت صلعم کی رسالت کا زبردست ثبوت ہے۔ اس میں اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلعم کو صاف و صریح طور پر بشارت دیدی ہے۔ کہ بلاشبہ اور یقیناً تو بھی سلسلہ رُسل میں سے ایک رسول ہے اور جس طرح اگلے مُرسلین آخرکار منکرین و مخالفین پر کامیاب ہوکر اُٹھے ہیں۔ اسی طرح تو بھی کامیاب ہوکر اُٹھے گا۔

اوپر کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کی نسبت فرمایا ہے کہ تو رسولوں میں سے ایک رسول ہے۔ اور رسولوں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یوں ارشاد فرمایا ہے وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ اور اپنے خاص بندوں یعنی رسولوں کے حق میں ہمارا پہلے سے ارشاد ہو چکا ہے۔ کہ یقیناً اور بلاریب خدا کی طرف سے انہی کو فتح اور نصرت حاصل ہوگی۔ اور بے شک ہمارا لشکر اسلام ہی غالب آکر رہے گا۔ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ خدا نے لکھ دیا ہے کہ یقیناً

ہیں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سب طاقت رکھتا اور زبردست ہے۔ اور کفار عرب کی نسبت فرماتا ہے۔ کہ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا۔ اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا۔ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا۔ فاطر۔ پھر جب اہل مکہ کے پاس ایک ڈر سنانے والا آیا۔ تو اُس کے آنے سے اُن کو نفرت ہی نفرت بڑھتی چلی گئی۔ زمین میں سرکشی اور رسول کے خلاف بُری بُری تدبیریں کرنے لگے اور بُری تدبیر اُسی بُری تدبیر کرنے والے پر ہی پڑتی ہے۔ بس اب انکو اور کسی بات کا انتظار نہیں ہے۔ مگر اُسی برتاؤ اور دستور کا جو گذشتہ اُمتوں کے ساتھ ہوتا چلا آیا ہے۔ سو اے نبی! تو ہرگز خدا کی سنّت کو بدلتا ہوا نہ پائیگا (یہہ ضرور ہلاک ہو جائیں گے) اور تو کبھی خدا کے قاعدے کو ٹلتا ہوا نہ پائیگا (یقیناً یہہ لوگ اپنے اعمال کی پاداش چکھیں گے) کیا یہہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں۔ اور دیکھا نہیں۔ کہ ان اُمتوں کا جو ان سے پہلے ہو گذریں کیا انجام ہوا۔ حالانکہ وہ قوت اور زور میں ان سے بڑھ کر تھیں۔ اور اللہ ایسا نہیں۔ کہ آسمان و زمین میں اُسے کوئی چیز بھی عاجز کر سکے اور اُس کے ارادہ کو کوئی بھی روک سکے۔ یقیناً وہ سب تدابیر سے واقف ہے اور دین حق کے برخلاف اُٹھنے والوں پر قادر ہے +

مذکورہ بالا آیات سے ظاہر ہے کہ سُنّت اللہ یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے

مرسلین اور ماموریں کا جو لوگ مقابلہ کرتے ہیں۔ وہ آخر کار مغلوب اور ذلیل ہو جاتے ہیں۔ اور خدا کے مامور اور رسول عزت اور غلبہ پا جاتے ہیں اور اسی سنت الہیہ کے موافق بلا تبدیل و تحویل اس رسول یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی قوم مخالف کا حال ہوگا۔ کہ اس حق کے برخلاف اُٹھنے والے ذلیل اور ھلاک ہو جائیں گے۔ اور یہہ رسول برحق انجام کار مظفر و منصور ہو جائے گا۔ قرآن شریف میں جو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے حالات متواتر اور بار بار بیان فرمائے ہیں اُس سے بھی اللہ تعالیٰ کو یہی بیان کرنا مقصود ہے کہ گذشتہ رسولوں کی طرح آخر کار اہل حق غالب آجائیں گے۔ اور اہل باطل شکست اور ذلت حاصل کرینگے۔ جیسا کہ فی الواقعہ انجام کار ظہور میں آیا +

قرآن شریف میں نبیوں کے حالات غور سے پڑھو۔ کسقدر عبرت اور صداقت اور ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالے نے قرآن شریف میں کوئی قصہ اس حیثیت سے کہ وہ ایک قصہ ہے بیان نہیں فرمایا۔ بلکہ ہر ایک قصہ سے عجیب طرح کی ہدایت اور صداقت اور بشارت حاصل ہوتی ہے۔ ظاہر بین لوگوں کی نظر میں وہ قصے ہیں۔ جیسا کہ کفار بھی کہا کرتے تھے کہ لو نشاء لقلنا مثل ھذا ان ھذا الا اساطیر الاولین اگر ہم چاہیں تو ایسے قصے بنا لیں۔ یہہ تو صرف اگلے لوگوں کے افسانے ہیں۔ مگر اہل بصیرت کے نزدیک وہ پرلے درجہ کی صداقتیں ہیں جن میں اللہ تعالےٰ نے رسولوں کی کامیابی اور اُن کے مخالفوں کی ہلاکت کی زبردست نظائر نظروں کے سامنے لاکر اس صداقت کو حق الیقین تک پہونچا دیا ہے۔ کہ آخر کار خدا اور اُسکے مامور و مرسل غالب ہو جاتے ہیں۔ اور اُن کے برخلاف اُٹھنے والے مغلوب اور ذلیل +

قرآن شریف میں انبیاء کے قصے پڑھو۔ کس طرح آنحضرت صلعم کے حالات

بابرکات کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں۔ اور کس طرح آنحضرت کو محبوب حقیقی کی طرف سے فتح و نصرت کی خوشبو برابر چلی آرہی ہے۔ جس روز سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم خلعتِ نبوّت سے سرافراز ہوئے ہیں اور کفار آنحضرت صلعم کے برخلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اُسی وقت سے کفّار کی ہلاکت اور اُس نبی برحق کی فتح و نصرت کی بشارات شروع ہوگئیں۔ جتنے ایں کہ ۱۳ سال تک آنحضرت صلعم کے ساتھ وُوہ سلوک ہوئے۔ جو دنیا میں کسی شخص کے ساتھ نہ ہوئے ہونگے۔ استہزا۔ تضحیک پرلے درجہ کی ایذا اور تکالیف آپ پر زمین باوجود اپنی کشادگی کے تنگ ہوگئی۔ مگر فتح و نصرت کی بشارت ابھی تک برابر پہونچ رہی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری پر خوشخبری آرہی ہے کہ یقیناً یقیناً تو ہی کامیاب ہوگا۔ اور حق کے برخلاف اُٹھنے والے سب کے سب خائب و خاسر و تباہ اور ہلاک ہو جائیں گے۔ والعاقبۃ للمتقین انجام نیک پرہیزگاروں ہی کا ہوگا۔ سو انجام کار ایسا ہی ظہور میں آیا۔ جس سے اظہر من الشمس ہے کہ یہہ نبیوں کے حالات قصے نہ تھے بلکہ یہہ زبردست صداقتیں اور بشارتیں تھیں۔ جن کے موافق آخر کار ویسا ہی ظہور میں آیا +

ہم چاہتے ہیں کہ پیارے نبی کے پیارے حالات پیشتر کسی قدر مشہور و معروف انبیاء کے حالات لکھ دیں اور صرف اسی قدر اور اسی حیثیت سے جنکا تعلق ثبوت نبوّت سے ہے۔ اُمید ہے کہ طالبان حق اور اہل بصیرت ان کو غور سے پڑھیں گے اور اس سے نصیحت اور عبرت حاصل کریں گے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ +

حضرت آدم علیہ السّلام

حضرت آدم[1] علیہ السّلام کا قصہ قرآن شریف میں کئی جگہہ آیا ہے اور خاص خاص موقعہ پر خاص خاص ھدایت یا صداقت یا عبرت کے لئے حضرت رسول کریم صلعم کی نبوت کی صداقت کے ساتھ جس قدر اُسکا تعلّق ہے یہاں بیان کیا جاتا ہے :۔

اللہ تعالیٰ کی یہہ عجیب حکمت ہے کہ جب کبھی اُس نے اپنے پاک اور برگزیدہ نبی خلق اللہ کی اصلاح کے لئے دنیا میں بھیجے ہیں۔ تو اُس وقت کوئی نہ کوئی بد باطن شخص ان بزرگوں کے مقابلہ پر خم ٹھوک کر کھڑا ہوگیا ہے۔ اور نہ صرف مقدس اشخاص کے ادائے فرائض ہی کے راستہ میں کانٹے بوئے ہیں اور اُن کے مشن کی ترقی کو بند کرنے کے لئے رُکاوٹیں پیدا کی ہیں بلکہ خود ان مقدس اشخاص کو طرح طرح کی اذیّت دینے میں جان توڑ کوششیں کی ہیں۔ اور اُن کی تخریب و استیصال میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ یہاں تک کہ ان بزرگوں کو اپنی جان بچانی مشکل ہوگئی۔ دنیا کے شروع سے اب تک یہی سُنّت اللہ (قانون قدرت) رہی ہے۔ جب کبھی کوئی خلیفہ کسی خاص خدمت کے سرانجام کے لئے خدا کی طرف سے مامور ہوا۔ شیطان اور شیطانی لشکر بھی پوری قوّت اور پورے زور کے ساتھ مقابلہ کے لئے سامنے آکھڑا ہوا۔ اور یہاں تک ہوسکا اُس خلیفہ برحق کی مخالفت اور معاندت میں سعی کی۔ مگر چونکہ وہ اللہ تعالیٰ

---

[1] قرآن شریف میں حضرت آدم ؑ کا ذکر ان سورتوں میں ہے۔ بقرہ۔ آل عمران۔ اعراف۔ حجر۔ بنی اسرائیل۔ طٰہٰ۔ ص۔ فاطر ؏

سے نور تھے۔ اس لئے کسی کے بُجھانے سے بُجھ نہ سکے۔ چونکہ خدا کی قوت سے معمور تھے کسی کے ہٹانے سے ہٹ نہ سکے بلکہ دن بدن برابر چمکتے چلے گئے یہاں تک کہ آخر کار خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت سے اعلےٰ درجہ کی عزت اور رفعت کے تخت پر جلوہ افروز ہوئے اور اُنکے مخالف پرلے درجہ کی ذلت اور پستی کے گڑھے میں گر کر خدا کے غضب اور لعنت کے نیچے آ گئے اور ھباء منثورا ہو گئے +

یہہ ایک عجیب سُنّت اللہ ہے۔ ہمیشہ خاصان خدا کو ابتلا پیش آئے دنیا اُن کے برخلاف اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اُن کی مخالفت میں سرّ یہہ ہوتا ہے تاکہ اھل بصیرت کو معلوم ہو جائے کہ وہ کسی زمینی بھروسے سے کامیاب نہیں ہوئے۔ بلکہ صرف الٰہی تائید اور آسمانی ہتھیاروں سے۔ زمین والوں نے بہتیرا اُن کی ھلاکت اور استیصال میں سعی کی۔ بہتیرا زور لگایا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ان صادقوں نے بھی بآواز بلند اُن سے کہدیا۔ کہ کیدونی جمیعًا ثم لا تنظرون۔ تم سب کے سب ملکر ہماری مخالفت کرلو۔ پھر ہمیں ایک دم کی بھی مہلت نہ دو۔ لیکن چونکہ ان لوگوں کے ساتھ آسمانی مدد ہوتی ہے اور ملائکہ آسمانی اور قوائے طبعی سب اُن کی تائید میں ہوتی ہیں۔ اس لئے آخر کار اللہ تعالیٰ اُن کو کامیاب کرتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی رضامندی کا تاج پہن کر عزت اور رفعت کے تخت پر بیٹھ جاتے ہیں +

یہی ابتلا دنیا میں پہلے خلیفہ حضرت آدم صفی اللہ کو پیش آئی اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اُس کو پیدا کیا۔ خلافت کا معزز تاج اُس کے سر پر رکھا۔ اپنی صفات کاملہ کا اُس کو مظہر

بنایا - اور تمام مخلوقات پر اُس کو فضیلت دی - اور اپنے فرشتوں کو حکم دیا - کہ اس کی خدمت میں لگ جائیں - خلافت الٰہی کی خدمت سرانجام کرنے میں - ہر طرح اُس کا ساتھ دیں - سر نیاز اُس کے آگے جھکائے رکھیں - تمام ملائکہ ربانی نے سُننے کے ساتھ ہی اس ارشاد خداوندی کی تعمیل کے لئے سر تسلیم جھکا دیا - اُس خلیفتہ اللہ کا ساتھ دینے کو تیار ہو گئے - انہی میں ایک وجود ایسا بھی تھا - جسے اپنی بزرگی پر بڑا گھمنڈ تھا - اور اپنے آپ کو سب ملائکہ سے اعلم و اشرف سمجھے بیٹھا تھا - اور اس بات پر ناز کرتا تھا کہ اُسے باقی ملائکہ پر ایک شرف خاص حاصل ہے اور خدا کے ساتھ بھی اُس کا بڑا علاقہ ہے وہ اپنے آپ کو خدا کا برگزیدہ سمجھے بیٹھا تھا - اللہ تعالےٰ نے جہاں اور ملائکہ کو اس خلیفتہ اللہ کی اطاعت کا حکم دیا اس شخص کو بھی دیا

ف قرآن شریف میں جو آیا ہے کہ و علّم آدم الاسماء کلھا اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو سب کے سب نام سکھائے اس کا یہی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء حسنیٰ کے حقایق و دقایق حضرت آدمؑ کو بتائے اور اپنی صفات کاملہ کا اس کو مظہر بنایا - اس کی فطرت ہی ایسا پیدا کی - کہ صفات الٰہی کا مظہر ہو - اور خدا تعالیٰ کی صفات کاملہ اُس کی وجہ سے جلوہ گر - بخلاف ملائکہ کے جو بوجہ مجبول بالخیر ہونے کے خدا تعالیٰ کی خلافت اور صفات الٰہی کے مظہر ہونے کے قابل نہ تھے - اُن کی فطرت ہی ایسی نہ تھی - کہ وہ انسان کی طرح اپنے اختیار سے بُرے بھلے کام کرکے خدا تعالیٰ کی صفات رحم - عدل - مغفرت قہر وغیرہ کے مظہر ہوں - یہی فضیلت اور یہی استحقاق تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام خلیفتہ اللہ ٹھیرے اور خلافت کی خلعت اُن کے قد پر راست آئی - قرآن شریف میں جو خدا اور ملائکہ کے باہمی گفتگو اور حضرت آدمؑ کا استحقاق خلافت مندرج ہے اس کا ماحصل یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کرنا چاہا اور اُس میں علاوہ قوت عقلیہ کے قوت

اُس مردود ازلی نے جب یہہ حکم خداوندی سُنا - بحرِ حیرت میں غرق ہوگیا اور اپنی وجاہت وعزت اور عظمت کا خیال کرکے انکار کی طرف جھکا - بجائے اُس کے تو اُسے اپنے خالق اور معبودِ حقیقی کی طرف جُھکتے وہ حیران رہ گیا کہ مجھ ایسے برگزیدہ اور اشرف واعلےٰ شخص کو بھی ایک ناچیز ہستی (انسان) کے سامنے جھکنے کا حکم ہوتا ہے - یہہ جھوٹی وجاہت اور جھوٹی فضیلت اُسکی ایسی سدِ راہ ہوئی کہ بجز انکار کے اُس سے کچھ نہ بن پڑا - ابی واستکبر وکان من الکافرین انکار کرگیا اور شیخی میں آگیا اور منجملہ کفار کے ہوگا +

(بقیہ حاشیہ نمبر ا) شہوانی وغضبی بھی رکھی جو فساد فی الارض اور سفک دِما کا موجب ہوسکتی ہے - ملائکہ نے یہ خدشہ حضرت رب العزت میں پیش کیا - اور حضرت آدم ؑ کی پیدایش کی مصلحت دریافت کرنی چاہی - اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو مصلحت اور حکمت اور اسرار مجھے معلوم ہیں - یہ تمہیں معلوم نہیں ہو سکتے - چونکہ ملائکۃ اللہ کو حضرت آدم ؑ کی پیدایش پر ایک خدشہ اور اُس کی فضیلت میں تامل پیدا ہوا - اس لئے اللہ تعالےٰ نے ان کی فضیلت اس طرح ثابت کی - کہ ایک موقعہ پر اپنے اسماء حسنےٰ آدم علیہ السلام کے سامنے بھی پیش کئے اور ملائکہ کے سامنے بھی - حضرت آدم ؑ نے ان اسماء کے وہ دقایق وحقایق رموز و اسرار بیان فرمائے کہ ملائکہ کا فہم وہاں تک نہیں پہونچ سکتا تھا - حضرت آدم علیہ السلام خدا تعالیٰ کے اسماء اور اُس کی صفاتِ کاملہ کے پورے مظہر تھے - مگر ملائکہ بوجہ مجبول بالخیر ہونے کے اپنے اندر یہہ صفت نہ رکھتے تھے - وہ اسماء حسنےٰ کا جپنا یعنی تسبیح تقدیس وتحمید ہی جانتے تھے - ان اسماء کا مظہر اور مورد بننا اُن کی فطرت میں نہ تھا - یہہ خصوصیت اور فضیلت صرف حضرت آدم ؑ میں تھی جس نے اُن کو خلافت کے عالی تخت پر بٹھایا جب حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت ثابت ہوگئی تو سب ملائکہ کو حکم

اللہ تعالے نے اپنے خلیفہ برحق حضرت آدم ؑ کی طرف اُسے حکم بھیجا مامنعك ان لاتسجد اذ امرتك تو نے میرا حکم کیوں نہیں مانا۔ اس خلیفہ ربانی کی اطاعت کیوں نہیں کی۔ حضرت آدم ؑ کی معرفت تو اُسے حکم سننا بھی سخت ناگوار تھا۔ وہیں بڑے غرور سے جواب دیا کہ خلقتنی من نار وخلقتہٗ من طین۔ میں ناری آتشی۔ ایسا عالی مرتبہ۔ یہہ خاکی نژاد حقیر و ذلیل ؎ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک ۔ میں اس کی اطاعت کیسے کروں؟ ایک خاکی بے سروسامان وجود کو ایک آتشین باسامان پر کیا فوقیّت ہوسکتی ہے؟ +

ایسے گستاخانہ جواب پر اللہ تعالے نے اُسے حکم کیا۔ کہ دور ہوجا۔ تونے میرے اس قدر احسانات کو بالائے طاق رکھ کر اور میری حکمت کاملہ کی طرف سے آنکھ بند کرکے محض اپنے نفسِ بد کی شرارت پر میرے حکم کی تعمیل سے انکار کیا۔ چلا جا۔ تونے جو تکبّر کیا ہے۔ اس کے تو ہرگز لایق نہیں۔ تیری یہہ شان ہی نہیں۔ کہ تو کبریائی کا جامہ پہن سکے فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ وَاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ +

یہہ زجر و توبیخ اُسے راہِ راست پر لانے اور اُسے اپنی بساط یاد دلانے کے لئے کافی تھی۔ مگر جس سر میں یہہ سمایا ہوا ہو۔ کہ میں بہتر ہوں۔ اور میری پیدایش آگ سے ہے۔ میں ایسا بزرگ ہوں۔ مجھ سے بڑا کون ہے؟ اُس سر کو اس سے کیا فایدہ پہونچ سکتا تھا؟ ؎ سمندِ ناز پہ ایک اور تازیانہ ہوا۔

(بقیہ حاشیہ نمبر ۱) ہوا۔ کہ حضرت آدم ؑ کی خلافت حقہ کے قابل ہوں۔ خلیفۃ اللہ کی اطاعت کریں۔ اور ہمیشہ اُن کے سامنے سربسجود رہیں۔ سب نے فرمان ایزدی کو دل و جان سے قبول کیا۔ حضرت آدم ؑ کی اطاعت میں سر جھکا دیا۔ بجز شیطان کے جو اکڑ بیٹھا اور شیخی میں آگیا اور نافرمان بن بیٹھا + منہ

بجائے اس کے کہ وہ خدا سے معافی مانگتا۔ ماضے سے پشیمان ہوتا۔ اپنے مالک اور خالق کے ساتھ مقابلہ اور مجادلہ کا عزم کرلیا۔ اور عرض کی کہ مجھے اُٹھنے کے دن تک مُہلت دے۔ وہاں کس بات کی کمی تھی؟ اور خداتعا کا اُس گیدڑ بھبکی سے بگڑنا ہی کیا تھا؟ خدا نے فرمایا۔ کہ جا تو اپنا سارا زور ساری طاقت خرچ کرلے۔ اور تیرے ترکش میں کوئی تیر باقی نہ رہ جائے۔ تو میرے خالص بندوں اور برحق خلیفوں کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکے گا۔ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان الا من اتبعک من الغاوین تو اور تیرے سارے متبعین خوار اور ذلیل ہونگے اور جہنم کے ابدی جیلخانہ میں ڈال دیئے جائیں گے +

یہہ ایک عجیب قسم کی ابتلا تھی جو اس پہلے مُتکبّر اور مغرور ابلیس کے سامنے پیش آئی جس سے وہ جان بر نہ ہوسکا +

دراصل اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ جب وہ کبھی کسی اپنے بندے کو اپنی خلافت کے لئے منتخب کرتا ہے اور سچائی کی اشاعت کے لئے رسول بھیجتا ہے تو وہ غربا اور مساکین میں سے ہی انتخاب کرتا ہے اور عموماً ایسے اشخاص کو رسالت کا تاج پہناتا ہے۔ جنکے پاس ظاہری ساز و سامان کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اور ان معنوں سے وہ خاکی پیدایش کے ہوتے ہیں۔ اُس نے کبھی بڑے بڑے دولتمند۔ گردن کش اپنی زور اور طاقت پر گھمنڈ کرنے والے اس کام کے لئے منتخب نہیں کئے جو ظاہری ساز و سامان اور گردن کشی کے لحاظ سے ناری نژاد ہوتے ہیں۔ اُس کی نظر ہمیشہ خاکی اصل والوں پر ہی پڑی ہے اور اس طرح اُس حکیم مطلق اور قادر برحق نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کا ثبوت دیا ہے

اگر اللہ تعالے اپنے کام ایک بڑے زبردست. گردن کش وجود کے ذریعہ سے جس سے لگ ... کی طرح کانپتے ہوں نکالنا چاہتا تو اُس میں اُسکی جلالت شان اچھی طرح ظاہر نہیں ہوسکتی تھی۔ اور دنیا کی امدادوں اور زمینی تائیدوں کا شائبہ اُس میں پڑ جاتا ۔ اور زمینی مواد کی کمزوری اور غیبی تائیدات اور فقط ملکوتی مویدات کے زور کا راز بخوبی کھل نہ سکتا۔

اللہ تعالے کو اپنا جلال دکھانا منظور تھا ۔ اُسے اپنے بندوں کی آزمائش بھی منظور تھی۔ اُس نے اپنی خلافت کے لئے ایسے اشخاص کو چُنا جو ظاہری سامانوں کے لحاظ سے دنیا کے سامنے گویا کچھ بھی نہ تھے۔ اور یوں ان بندوں کے ذریعہ سے احکام پہونچانے شروع کئے ۔ اب مغرور گردن کش اور سربلند اور ظاہربین اشخاص کے لئے یہہ بڑی ابتلا تھی ۔ اُن کی محبت اور اخلاص کا موقعہ تھا۔ لازم تھا کہ وہ اس مامور من اللہ کی اطاعت کرتے۔ مگر اُن کی نظر اس غریب اور مسکین شخص پر جسے وہ ابتدا سے جانتے پہچانتے تھے نہ جچتی نہیں تھی۔ وہ یہہ کہتے تھے کہ یہہ شخص ہے ہی کیا ؟ - اِسکی حیثیت ہی کیا ہے ؟ ہم ہی میں سے اُٹھ کر ہم کو نصیحت کرنے لگ گیا ۔ ایسا کام سپرد ہوتا بھی تو ہم جیسے کسی بڑے عظیم الشان آدمی کے ۔ یہہ غریب کب اس لایق ہے ۔ یہی ابتلا شیطان کے پیش آگئی ۔ جناب آدم علیہ السلام کی وجاہت اُس کی نظر میں جچتی نہ تھی ۔ اور وہ اُن کی ظاہری حیثیت کے لحاظ سے اُنہیں ایک خاکی نژاد سمجھتا تھا۔ اور اپنے آپ کو ناری خیال کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جو پیغام اپنے خلیفہ کی معرفت اُسکو پہونچایا تھا۔ اُسکو حقیر سمجھا ۔ اور اُس کی تعمیل کرنے سے انکار کردیا۔ اِسپر حضرت آدم علیہ السلام نے

اللہ تعالیٰ کا فتویٰ جو اس نافرمانی کی وجہ سے اُس کے بارے میں صادر ہوا تھا۔ اُسے سُنا دیا۔ وہ اس فتویٰ کو سُن کر آگ بگولا ہو گیا اور پیش از پیش اُن کا دشمن ہوگیا اور اُن کی مخالفت میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ دن رات اُن کی تخریب و استیصال میں ساعی ہوا۔ انجام یہہ ہوا کہ اُس نابکار کا داؤ حضرت آدم علیہ السلام پر چل گیا۔ اور اُن کی تخریب اور بربادی کی ایک راہ سوچ لی +

جس مکان میں حضرت آدم علیہ السلام متمکن تھے اللہ تعالیٰ نے اُن کو حکم دیا تھا۔ کہ اس باغ کے سب میوہ جات اور پھل کھانا۔ مگر ایک درخت کے پاس نہ جانا۔ شیطان رجیم نے ملکی صورت میں نمایاں ہوکر حضرت آدم ؑ کے پاس آمد و رفت شروع کر دی۔ اور نوری آدمی کے بھیس میں جلوہ گر ہوکر طرح طرح کی تاویلات باطلہ سے حضرت آدم ؑ کے دل پر نقش کر دیا۔ کہ یہہ ممانعت کوئی ایسی بڑی ممانعت نہیں ہے۔ جو شخص یہہ درخت کھاتا ہے وہ فرشتہ بن جاتا ہے۔ اور بہشت میں ابدالآباد کے لئے رہ جاتا ہے۔ بعض مصلحتوں کی وجہ سے خدا نے منع کر دیا ہے کوئی ممانعت شرعی نہیں۔ اس پر اتنی قسمیں کھائیں۔ اور حضرت آدم ؑ کی خیرخواہی جتائی کہ اُنہیں ہرگز یقین نہ ہو سکا۔ کہ ایسا فرشتہ صورت آدمی بھی خدا کی قسم کھاکر جھوٹ بول سکتا ہے۔ چنانچہ اُس کے دھوکے میں آگئے۔ اور اس شیطان سیرت۔ فرشتہ صورت شخص کے بہکانے سے شجرۂ ممنوعہ کا پھل کھا بیٹھے۔ جس پر اللہ تعا کی طرف سے اُن کو عتاب ہوا۔ اور اُس مزے سے جس میں وہ تھے نکلنا پڑا۔ مگر آخرکار حضرت آدم ؑ کی دُعا و گریہ وزاری سے اللہ تعالےٰ نے اُنکا سارا قصور معاف کر دیا۔ بلکہ اُن کا رونا بارگاہ خداوندی میں ایسا پسند

ہوا کہ ثم اجتباہ ربہ فتاب علیہ وھدٰے - پھر اللہ تعالیٰ نے اُنکو برگزیدہ
کیا عزت کے تخت پر متمکن کیا - اُن پر مہربانی اور عنایت کی نظر رجوع کی -
الطاف و عنایات کا مورد بنایا اور اپنی رضامندی کی راہ دکھادی - جس سے
شیطان کے تمام منصوبے پاش پاش ہوگئے - اور لعنت اور پھٹکار کا طوق
اُس کی گردن میں پڑکر جہنم کے ابدی جیلخانہ میں اُس کی جگہ ٹھیری +

اب حضرت آدم و ابلیس کے قصہ کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے حالات بابرکات کے ساتھ تعلق ہے - بیان کیا جاتا ہے - جب دنیا پر چاروں
طرف سے کفر اور شرک کی ظلمت چھاگئی - ساری دنیا بدعت اور ضلالت
میں گرفتار ہوگئی - مخلوق پرستی اور بُت پرستی حد سے بڑھ گئی - خدائی دین
درہم برہم ہوگیا - فسق و فجور ظلم و تشدد کا بازار گرم ہوگیا ظھر الفساد فی البرّ
والبحر خشکی بھی بگڑ گئی اور تری بھی بگڑ گئی - جو لوگ دین کے رہبر تھے - وہی
دین کے رہزن ہوگئے - اور دنیا میں اسقدر خرابی اور تباہی مچ گئی جس کی
نظیر آج تک دنیا میں پیدا نہیں ہوئی تھی - تو اللہ تعالیٰ نے صفت رحمانیت
کو کام فرماکر دنیا پر نظر کی اور اُن کو کفر و ضلالت کی تاریکی سے نکال کر
ہدایت کی روشنی میں لانا چاہا - ایک عظیم الشان آدم کو خلیفہ بناکر بھیجا -
مگر کس طرح؟ دنیاوی جاہ و جلال - شان و شوکت اور لشکروں کے ساتھ نہیں
بلکہ سنت اللہ کے موافق ایک خاکی الاصل - مسکین اور یتیم کی صورت میں
آیا - وہ باشوکت اور بارعب بادشاہ ایک فقیر کے لباس میں ظاہر ہوا
انبیاء کی سنت قدیمہ کو پورا کرنے کے لئے اُس کے مقابلہ پر بھی ایک بڑا
اشد الناس ناری نژاد اشد ابلیس ابوجہل معہ اپنی جماعت کے خم ٹھونک
کر کھڑا ہوگیا - اور اُس خاکی نژاد آدمؑ کے ساتھ وہ مقابلے کئے وہ ایذائیں دیں

کہ اُن کی یاد سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ اُن کے دعاوی کو جھوٹا سمجھا گیا اُس کی فضیلت اور خلافت کا انکار کیا گیا۔ ساحر کذاب۔ مفتری۔ مجنون طرح طرح کے بُرے القاب سے یاد کیا گیا اور بجائے محمدؐ کے مذمم نام رکھا گیا +

یہہ اُس انسان کے ساتھ سلوک ہوا۔ جو دنیا کے لئے رحمت ہو کر آیا تھا۔ اُس کے قتل۔ قید۔ کی کیٹیاں کی گئیں۔ وطن سے بے وطن کیا گیا۔ غاروں میں چھپنا پڑا۔ اور وہ وہ تکلیفیں اُٹھانی پڑیں۔ جس کی نظیر دنیا میں نہیں ہے۔ انجام یہہ ہوا کہ اللہ تعالی نے اس آخری آدمؑ کو اُس ابلیس ملعون پر مظفر و منصور کیا۔ اور شیطان معہ اپنے لشکر کے مردود اور مخذول خائب اور خاسر ہوا۔ اور وہ پیشین گوئی پوری ہوئی جو اللہ تعالے نے توراۃ میں فرمائی ہے کہ حضرت آدمؑ کی نسل سے ایک ایسا انسان پیدا ہوگا۔ جو بڑے سانپ یعنی شیطان کا سر کچلے گا +

اللہ تعالی نے جو اس قصہ کو قرآن شریف میں بار بار ذکر کیا ہے اور ایسی حالت میں جب کہ ابلیس ابوجہل معہ اپنے سارے لشکر شیطانی کے آپ کے برخلاف اُٹھ کھڑا ہوا۔ یہہ ایک بڑی زبردست پیش گوئی تھی اس بات کی کہ جس طرح ابلیس لعین بمقابلہ حضرت آدمؑ صفی اللہ کے مردود اور مخذول ہوگیا۔ اور آدمؑ کو اللہ تعالی نے آخرکار معزز اور کامیاب کیا۔ ٹھیک اُسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بمقابلہ ابلیس ابوجہل اور اُس کے شیطانی لشکر کے اللہ تعالی کامیاب کرے گا۔ اور مُشرکین کا شیطانی گروہ ذلیل اور خوار تباہ اور برباد ہو جائیگا +

اس قصہ کو اللہ تعالی نے سورہ بقرہ میں بنی اسرائیل کے حالات کے

ساتھ مذکور فرمایا ہے جو اس بات کی زبردست پیش گوئی ہے ۔ کہ جس طرح شیطان نے بغی اور حسد سے حضرت آدمؑ کی خلافت کا انکار کیا ۔ اور اُسے حقیر سمجھا ۔ اسی طرح یہود کا شیطانی گروہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت اور رسالت حقہ سے انکار و استکبار کر رہا ہے ۔ صرف اس حسد اور بغی اور غرور سے کہ اللہ تعالی نے خلافت بنی اسرائیل سے منتقل کر کے بنی اسماعیل کو کیوں عطا فرمائی ۔ اور آخری خلیفہ اسماعیل کی نسل سے کیوں پیدا ہوا ؟ سو اگر یہ قوم اس خلیفتہ اللہ کے سامنے سر تسلیم نہ جھکائے گی تو اُن کا وہی حال ہوگا جو ابلیس لعین کا ہوا ۔ سب کے سب خدا کی لعنت کے نیچے آجائیں گے غضب پر غضب کے مستحق ہوں گے اور آسمانی بادشاہت سے خارج اور محروم کئے جائیں گے ۔ جیسا کہ آخر کار ظہور میں آیا ۔ کہ اللہ تعالے نے اُس منکر اور باغی قوم کو اپنے غضب کا مورد بنایا ۔ اُن کو تباہ اور ذلیل کیا اور اپنے خلیفہ برحق کو اُن پر ہر طرح مظفر و منصور ۔ برگزیدہ اور سرفراز کیا اور عزت اور شوکت کے تخت پر متمکن فرمایا ۔ فالحمد للہ علی ذالک +

ہابیل وقابیل

دنیا میں پہلا خون

منجملہ اولاد حضرت آدمؑ کے اُن کے دو بیٹے تھے ایک ھابیل اور ایک قابیل ۔ ہابیل چرواہا تھا ۔ اور قابیل کسان ۔ ہابیل متقی اور پرہیزگار تھا اور قابیل سرکش اور مغرور ۔ ان دونوں نے خدا کی جناب میں نیازیں چڑھائیں ۔ مگر ھابیل کی قبول ہوگئی اور قابیل کی نامنظور ۔ اُس وقت سے

قابیل ھابیل کا جانی دشمن ہوگیا۔ اور ھابیل کے قتل کے درپے ہوا۔ ہابیل نے کہا کہ بھئی! اس میں میرا کچھ قصور نہیں۔ اگر تم بھی پرہیزگار اور دیندار ہوتے تمہاری نیاز بھی قبول ہو جاتی انما یتقبل اللّٰہ من المتقین خدا پرہیزگاروں کی نیاز قبول کرتا ہے۔ اگر تو مجھے ہلاک کرتا ہے تو میں تجھے قتل کرنا نہیں چاہتا میں اس کا بدلہ اللہ پر چھوڑتا ہوں۔ وہی تجھے تیری کرتوت کا بدلہ دے گا۔ آخر قابیل نے ایک دن موقعہ پاکر ھابیل کو مار ڈالا۔ چونکہ ابتک کوئی آدمی مرا نہیں تھا۔ حیران ہوا کہ اُس کی لاش کو کیا کرے۔ ایک کوّا زمین کریدتا ہوا نظر پڑا۔ قابیل نے اُس کے نمونہ پر ایک گڑھا کھود کر ھابیل کی لاش کو اُس میں دفن کیا +

یہہ قصہ سورۃ مائدہ میں آیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہود کو سنایا ہے اس غرض سے کہ اگر تم لوگوں سے حکومت اور ریاست اور وعدہ کی زمین (کنعان) چھینی گئی ہے۔ اور تم غضب الٰہی کے مورد بن گئے ہو۔ اور بنی اسماعیل اب مقبول درگاہ الٰہی ہو گئے تو یہہ بنی اسماعیل اور حضرت محمد رسول اللّٰہ صلعم کا قصور نہیں ہے بلکہ تمہارا قصور ہے۔ کہ تمہاری کرتوتیں خراب اور اعمال گندے ہیں اور صلاحیت اور پرہیزگاری کا تم میں نام ونشان نہیں۔ سو اگر اُس نبی ؐ کی پیروی کرو۔ تو اپنی گئی ہوئی حکومت اور ریاست اور عزت پھر حاصل کر سکتے ہو؟ ورنہ تمہارا مال قابیل ہی کی طرح ہوگا۔ کہ اُسی کی طرح ہمیشہ کے لئے راندۂ درگاہ الٰہی ہو جاؤ گے۔ اور غضب پر غضب کے مستحق +

حضرت نوح علیہ السلام

انسان کی عجیب حالت ہے۔ اُس ان دیکھی ہستی پر اُسے یقین نہیں آتا۔ اُس

زبردست طاقت کا رُعب اُس کے دل میں نہیں سماتا۔ وہ رہ نہیں سکتا جب تک کہ ایک نظر آتا ہوا وجود (بُت) آنکھوں کے سامنے قایم نہ کرلے اُسے صبر نہیں آتا۔ جب تک ایک ہاتھ کی تراشی ہوئی سورت یا نظر آتی ہوئی صورت پرستش کے لئے زیر نظر نہ رکھ لے۔ حالانکہ صاف دیکھتا ہے کہ اتنا بڑا آسمان اتنی بڑی زمین۔ سورج چاند ستارے کسی زبردست وجود کے دستِ قدرت سے نکلے ہوئے ہیں۔ جو سب پر غالب۔ اپنی ذات سے قایم۔ عظیم الشان اور فوق الفوق ہستی ہے۔ اور بُت مطلق کچھ چیز نہیں ہیں اموات غیر احیاء مُردے بے جان جنکو اپنی ہستی تک کی خبر نہیں۔ نہ کسی کو نفع دے سکیں۔ نہ نقصان پہونچا سکیں۔ بس مٹی کی مٹی پتھر کا پتھر جنہیں انسان اپنے ہاتھ سے تراش کر بناتا ہے۔ کس قدر حماقت کی بات ہے۔ کہ انسان اپنے ہاتھ کی تراشی ہوئی مورت کو اپنا خدا سمجھے۔ اور اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیز کو اپنا خالق اور صانع خیال کرے۔ اس سے بڑی حماقت دُنیا میں اور کوئی نہیں ؀

یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء اس مبدء ضلالت و منبع جہالت (یعنی بُت پرستی) کی بیخ کنی کرتے چلے آئے اور ایمان بالغیب کی تاکید کرتے رہے اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی آخری آسمانی کتاب یعنی قرآن شریف میں اس رسم بد کے استیصال میں بڑا زور دیا ہے اور ایمان بالغیب کی کمال تاکید کی ہے اور فرمادیا ہے کہ مُتّقی وہی ہیں جنکا عمل یومنون بالغیب پر ہے۔ اُس غیب الغیب ہستی پر اُن کو ایسا یقین ہے۔ کہ کوئی جسمانی وجود کوئی مجازی ہستی اُن کے دل کو اپنی طرف کھینچ نہیں سکتی۔ اُن کا اللہ ہی پر ایمان اور اُسی کی پرستش کرتے ہیں۔ خدا پر اُن کا ایسا زور آور ایمان ہے۔ کہ گویا اُس ہستی واجب کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اور اُس کا رُعب اور ہیبت اُن کے دلوں پر ایسا مسلّط ہے

کہ اُس کے ڈر کے مارے کوئی حرکت بیجا۔ کوئی خلاف تہذیب امر۔ کوئی گناہ اور کوئی بدکاری کر ہی نہیں سکتے۔ خدا تعالیٰ کا اس آخری آسمانی کتاب میں ایمان بالغیب پر کمال زور دینا حقیقت میں اُس کے منجانب اللہ ہونے کی زبردست دلیل ہے۔ اور تکمیل تنزیل کا پورا کفیل ہے۔ فی الحقیقت تقوے اور طہارت اور کل اعمال حسنہ کا سرچشمہ اُس غیب الغیب ہستی کا اعلیٰ درجہ کا یقین ہے۔ اور تمام بداخلاقیوں۔ بدتہذیبیوں۔ حرامکاریوں اور بداعمالیوں کی جڑ اُس زبردست ہستی کا انکار اور بت پرستی اور مخلوق پرستی ہے *

حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے نبی۔ خلیفۃ اللہ اور اول الموحدین تھے۔ اُنہوں نے اپنی اولاد کو توحید پر قایم رکھا۔ اُس زبردست ہستی کا یقین دلایا۔ بُرے کاموں اور بےحیائیوں سے باز رکھا۔ مگر افسوس ہے کہ آپ ؑ کی زندگی ہی میں قابیل جیسا نالایق توحید کا مخالف نکلا۔ سرکشی اور شرارت پر کمر باندھی اور اُسکی اولاد بھی اُسی کے نقش قدم پر چلنے لگی۔ حضرت ھابیل جیسے نیک اور سعید بندے کو اُس نے حسد اور عداوت سے قتل کرڈالا۔ جس کی وجہ سے حضرت آدم ؑ کو کمال رنج و الم ہوا۔ اور درگاہ الٰہی میں تضرع اور ابتہال سے دعا کی۔ جس پر اللہ تعالےٰ نے اُن کو بشارت دی کہ بجائے ھابیل کے تجھے ایک اور فرزند صالح عطا فرماؤں گا جس کی نسل سے نبیوں کے سردار خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوں گے چنانچہ ھابیل کی وفات کے پانچ برس بعد حضرت شیث ؑ پیدا ہوئے جنکو اللہ تعالیٰ نے نبوت کا درجہ عطا فرمایا۔ اور قابیل کی قوم کی ہدایت کے لئے اعلےٰ درجہ کا واعظ بنایا جس پر کسی قدر لوگ توحید اور اسلام پر قایم ہوگئے۔ اور کچھ گمراہ رہے *

حضرت شیث کی وفات کے کچھ عرصہ بعد قابیل کی اولاد پھر شرارت اور بدکاری سرکشی اور حرامکاری پر آمادہ ہوگئی اور خداشناسی کا راستہ بالکل چھوڑ دیا۔ جس پر اللہ تعالےٰ نے آسمانی کتابوں کا ایک مدرّس اعلےٰ اُن کی ھدایت کے لئے مبعوث کیا اور یہہ نبی خداتعالیٰ کی کتاب کی درس و تدریس میں ایسا مشغول رہا کہ اُسکا نام ہی ادریس (اعلےٰ درجہ کا درس دینے والا) ہو گیا۔ یہہ بڑا عالی مرتبہ۔ نبی صدیق۔ اور صاحب قدر رفیع تھا۔ اُس نے لوگوں پر توحید کا بڑا وعظ کیا اور لوگوں کو خدا کی وحدانیّت۔ راستبازی اور عبادت پر قایم کیا۔ اور عرصہ تک لوگ راہِ راست پر قایم رہے ؛

یہاں تک کہ اُن کی وفات کے بعد جب نئے مجدّد کے آنے میں دیر ہوئی۔ تو پھر کثرت سے لوگ توحید کی راہ سے منحرف ہوگئے۔ اور ود۔ یغوث یعوق۔ نسر اور سواع وغیرہ وغیرہ بتوں کی پرستش کرنے لگے۔ اور سخت درجہ کی ضلالت اور جہالت اور بدعات میں گرفتار ہوگئے۔ وہ لوگ بڑے دولتمند اور آسودہ تھے۔ شیطان پر ایک اَور شیطان چڑھ گیا۔ عیش و عشرت میں غرق ہوگئے۔ خدا کو بالکل چھوڑ دیا۔ بُت پرستی اور بدکاریوں کا سمندر موجزن ہوا ؛

اللہ تعالیٰ جو رحمان و رحیم ہے اُس کی رحمانیت کبھی تقاضا نہیں کرتی کہ دنیا ضلالت اور جہالت کے طوفان میں ڈوبی رہے اور وہ اُن کی خبر لینے سے دستکش ہو جائے یا حُجّت اور الزام قایم کئے بغیر دنیا کو ہلاک کردے جب دنیا کا یہہ حال ہوا۔ تو یکایک اللہ تعالےٰ کی غیرت کو پھر حرکت ہوئی دنیا کی ہدایت کے لئے آمادہ ہوا۔ اُن کو ظلمات ضلالت سے نکال کر نورِ اسلام میں لانا چاہا۔ حضرت نوح علیہ السلام جیسا زبردست اور اولوالعزم نبی

قرآن شریف میں حضرت نوحؑ کا قصہ ان سورتوں میں ہے۔ اعراف۔ ہود۔ بنی اسرائیل۔ شعرا۔ نوح۔ مومنون۔ قمر۔ فرقان۔ صافات۔ انبیا۔ عنکبوت۔ تحریم۔ حاقہ۔

دنیا میں مبعوث کیا +

یہہ مقدس نبی دنیا میں آیا - خدا کی توحید کا وعظ کہنا شروع کیا - اور خلقت کی خیرخواہی اور بہتری میں بڑے زور سے کوشش کی - اُن کی روحانی ترقی میں کمال درجہ پر ساعی ہوا - اُن کو گھر جا جا کر سمجھایا - بہ سر بازار وعظ کیا - ظاہر - پوشیدہ - خلوت اور جلوت میں ہر طرح سمجھایا - سرکھپایا - مگر بجز چند سعید روحوں کے اور کوئی بھی توحید کے راستہ پر قایم نہ ہوا (فما امن معه الا قلیل) -

یہہ گردن کش اور ناسپاس قوم بجائے اسکے کہ ایسے ناصح مشفق کی سنتی اور اُس خیرخواہ ہادی کی قدر کرتی - اُلٹا اُس کی تخریب اور استیصال میں ساعی ہوئی - طرح طرح کی تکلیفیں دیں - اذیتیں پہونچائیں - طعن و تشنیع - تضحیک و استہزا سے اُس پر زیست تنگ کردی - اُسے کھڑا ہونا دشوار ہوگیا - جب یہہ نبی وعظ کے لئے کھڑا ہوتا کنکر پتھر مارا کرتی اور لہو لُہان کردیتی - کئی دفعہ اسقدر مارا کرتے کہ حضرت نوح ؑ بیہوش ہوجایا کرتے اور اُن کے صاحب زادے وہاں سے اُٹھاکر گھر لاتے +

باوجود اس حالت کے حضرت نوح ؑ کو برابر اپنے محبوب حقیقی کی طرف سے فتح و نصرت کی خوشبو آرہی تھی - اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری پہونچ رہی تھی کہ آخرکار کامیابی کا تاج تیرے ہی زیب سر ہوگا - اُن کی عداوت اور مخالفت کی کچھہ پروا نہ کر - اُنکی ایذا و تکلیف پر صبر کر - حضرت نوح ؑ بڑی صداقت بھری آواز سے فرماتے - کہ مجھے تمہاری مخالفت کی کچھ پروا نہیں میں ضرور خدا کا پیغام پہونچاؤں گا - تم میری لاکھ مخالفت کرو جو کچھ چاہو کرلو آخرکار حق کی فتح اور بطلان کی شکست سے تم سب کے سب نیست و نابود ہوجاؤگے اور میں جیت جاؤں گا -

یا قوم اِن کان کبر علیکم مقامی و تذکیری بایات اللّٰه

فعلی اللہ توکلت فاجمعوا امرکم وشرکاءکم ثم لا یکن امرکم علیکم غمۃ ثم اقضوا الی ولا تنظرون ×

حضرت نوح علیہ السلام نے اُن کو خدا کے غضب سے ڈرایا۔ آنے والے عذاب سے دھمکایا۔ مگر اُس گردن کش قوم پر اُس کا کیا اثر ہوسکتا تھا؟ حضرت نوحؑ کی آواز اُن کے لئے چند بے جان الفاظ کا حکم رکھتی تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ یہہ ایک بے حیثیت شخص ہے۔ جس کے پاس کوئی ظاہری سامان انتقام لینے کا نہیں۔ بڑی گستاخی اور شوخی سے جواب دیا۔ کہ تو کر ہی کیا سکتا ہے؟ تیری بساط ہی کیا ہے؟۔ ایک بے کس۔ بے بس۔ اور بے حیثیت انسان۔ چند رذیلے تیرے ساتھ ہولئے ہیں۔ اچھا جو چاہتا ہے کر گذر۔ جس عذاب کی دھمکی دے رہا ہے لے آ ×

اس طرح اُن کا پیمانہ پُر ہوا۔ اُن کی گستاخیوں اور شرارتوں کی کوئی حد نہ رہی۔ قہر الہی جوش میں آیا۔ ارادہ الہی اُن کے استیصال اور تعذیب کی طرف متوجہ ہوا۔ اس قول کے موافق کہ ؎ تا دلِ مردِ خدا نامد بدرد ہیچ قومے را خدا رُسوا نکرد۔ حضرت نوحؑ کا دل درد میں آیا۔ خدا کے حضور اُن کی شوخیوں اور شرارتوں کی شکایت کی ×

فی الحقیقت حضرت نوحؑ بڑے عالی حوصلہ اور اولوالعزم رسول تھے یہہ اسی پیغمبر کا حوصلہ تھا کہ ساڑھے نو سو برس اس قوم میں رہے۔ اور اسقدر سخت درجہ کی تکلیفیں اور اذیتیں اُٹھائیں۔ حضرت نوحؑ کی قوم ایسی سنگدل اور غلیظ القلب تھی۔ کہ اُنہیں اُس نبی پر ذرا رحم نہ آیا۔ سرکشی اور شرارت میں بڑھتی چلی گئی۔ اور شریر بالطبع ہوکر اس قابل ہوگئی۔ کہ سرے سے اُن کی جڑ ہی اُکھیڑ دی جائے اور دنیا اُن کے منحوس وجود سے

پاک اور صاف ہو جائے ❊

حضرت نوح علیہ السلام قوم کے نبض شناس تھے۔ اُن کو معلوم ہو چکا تھا کہ یہہ لوگ ایسے مفسد اور شریر ہیں۔ کہ ہرگز اُن کے پنپنے کی اُمید نہیں۔ بلکہ جو اُن کی نسل ہوگی وہ بھی شرارت اور فساد میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہوگی۔ خدا کے حضور میں دُعا کی۔ کہ اے پاک پروردگار! یہہ قوم ہرگز اصلاح پذیر نہیں۔ بہتر ہے کہ اِن کے منحوس وجود سے دنیا کو پاک کیا جائے۔ رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ انک ان تذرھم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا۔ خدا تعالیٰ نے اُن کی دُعا منظور فرمائی۔ اور حکم دیا کہ ایک بڑی کشتی بنا جو اُس میں بیٹھ جائیگا۔ وہ نجات پائے گا۔ باقی سب خدا تعالےٰ کے غضب کے طوفان میں غرق ہو جائیں گے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے ارشاد الٰہی کے موافق ایک کشتی بنائی۔ جب آپ کشتی بنا رہے تھے۔ وہ لوگ ہنستے اور تمخول کرتے تھے۔ اور کہتے کہ یہہ شخص دیوانہ ہو گیا ہے۔ پانی کا کہیں نام و نشان نہیں۔ اور یہہ کشتی بنا رہا ہے۔ اور ہم کو دھمکا رہا ہے حضرت نوح ؑ نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ کہ خیر انا نسخر منکم کما تسخرون جس طرح تم ہم پر ہنستے ہو۔ عنقریب ہم بھی تم پر ہنسیں گے اور تم دیکھ لوگے کہ غضب الٰہی کس پر اور کس طرح نازل ہوتا ہے؟۔ انجام یہہ ہوا کہ خدا تعالےٰ کا غضب جوش میں آیا۔ سخت درجہ کی بارش شروع ہو گئی۔ زمین سے چشمے جاری ہوئے۔ اور زمین آسمان ایک ہو گیا۔ یہاں تک کہ تمام زمین پر پانی ہی پانی نظر آتا تھا۔ حضرت نوح ؑ اور اُن کے ساتھ والے کشتی پر سوار ہو گئے۔ اور قہر الٰہی کے دریا سے نجات پائی۔ کفار ناہنجار سب کے سب غرق طوفان ہوئے۔ حضرت نوح ؑ کا بیٹا اور بیوی[1] بھی

---

[1] حضرت نوح ؑ اور حضرت نوح ؑ کی بیوی کا ذکر سورہ تحریم میں ہے اور حضرت نوح کے بیٹے کا ذکر سورہ ہود میں۔

کفر کی شامت سے ڈوب مرے اور کفر کی حالت میں ایک نبی کی قرابت نے انکو کچھ فایدہ نہ دیا۔ اس طرح اس مامور من اللہ حضرت نوح نبی اللہ کے سب مخالف ذلت اور عذاب کے لجہ عمیق میں غرق ہوگئے۔ اور حضرت نوح ع نے نصرت اور کامیابی کا تاج پہنا۔ اور عزت اور سرفرازی کے تخت پر جلوہ افروز ہوئے +

حضرت نوح ع کے حالات با برکات کو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور صداقت کے ساتھ یہہ تعلق ہے۔ کہ حضرت نوح ع پرلے درجہ کی بُت پرست قوم میں مبعوث ہوئے تھے۔ اور قوم کو توحید کی راہ دکھانے کے لئے بڑی مشقت اُٹھاتے تھے۔ مگر یہہ ناحق شناس قوم بجز معدودے چند آدمیوں کے حضرت نوح ع پر ایمان نہ لائی۔ بلکہ اُس مقدس نبی کے سخت برخلاف اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور پرلے درجہ کی ایذائیں آنجناب کو پہونچائیں۔ پتھر مارتے زخمی کرتے۔ یہاں تک کہ آخر اُس قوم کا پیمانہ پُر ہوا۔ حُجت الٰہی پوری ہوئی۔ غضب الٰہی جوش میں آیا۔ تمام قوم ہلاک ہوگئی۔ اور جو کشتی نوح ع پر چڑھ گیا۔ وہی سلامت بچا۔ حضرت نوح ع کا بیٹا اور بیوی جو نافرمان تھے وہ بھی ہلاک ہوگئے اور اُن کو حضرت نوح ع کی رشتہ داری نے کفر کی حالت میں کچھ فایدہ نہ بخشا +

اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرب کی بُت پرست قوم میں مبعوث ہوئے۔ اُن کو توحید کی ہدایت کی۔ اور ہر طرح اُن کی بہتری اور نجات کے لئے سعی کی۔ مگر اُس ناسپاس قوم نے ذرا بھی خیال نہ کیا اور ہجرت تک بہت ہی کم لوگ آں جناب ع پر ایمان لائے۔ ساری قوم آپکے برخلاف اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اپنے اور بیگانے سب دشمن ہوگئے۔ آپ کو پرلے درجہ کی تکلیفیں پہونچائیں۔ پتھر مارے۔ زخمی کیا۔ راہ میں کانٹے بکھیرے قتل اور قید

کے درپے ہوئے۔ مگر آخرکار بدر کے دن اُن کا پیمانہ پُر ہوا۔ قریش کے بڑے بہادر مارے گئے۔ قوم کا سارا زور ٹوٹ گیا اور آخرالامر سب کے سب ہلاک ہوگئے۔ اور صرف انہیں لوگوں نے نجات پائی جو نوحؑ کی طرح **احمدی کشتی** پر سوار ہوگئے۔ آنحضرتؐ کے سب بے ایمان رشتہ دار۔ چچا ابوجہل تک فنا ہوگئے۔ اور بے ایمانی کی حالت میں اُن کو اُن کی قرابت نے کچھ فائدہ نہ دیا۔ وخسر ھنالک المبطلون وظھر امر اللہ وھم کارھون۔

حضرت ہود علیہ السّلام

حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ جو لوگ کشتی پر سوار ہوئے۔ اللہ تعالےٰ نے اُن کی اولاد میں بڑی برکت کی۔ کہ وہ بہت جلد کثرت سے پھیلے۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد وہ اُس واقعہ کو بھول گئے۔ جو حضرت نوحؑ کی قوم پر واقع ہوا تھا۔ اور پھر سخت بُت پرستی کی طرف مائل ہوئے۔ یہہ لوگ بڑی بڑی مضبوط عمارات محض نام و نمود کے لئے بنایا کرتے۔ باغ ارم بھی انہی کا مشہور ہے۔ اللہ تعالےٰ نے **قوم عاد** کی طرف حضرت ہودؑ اور **قوم ثمود** کی طرف **حضرت صالحؑ** کو ہدائت کے لئے بھیجا۔ یہہ دونو قومیں بڑی متکبر۔ جابر اور اکھڑ تھیں۔ حضرت ہودؑ نے یمن کے ضلع **احقاف** (ریت کے ٹیلے) میں وعظ شروع کیا۔ مگر تھوڑے ہی آدمی اُن پر ایمان لائے۔ باقی سب اُن کی سخت

---

[1] سورہ ہود میں اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کے بعد فرماتا ہے تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک۔ ما کنت تعلمھا انت ولا قومک من قبل ھذا فاصبر ان العاقبۃ للمتقین یہ غیبی خبریں ہیں جو ہم تیری وحی کرتے ہیں اس سے پیشتر نہ تو اور نہ تیری قوم ان قصوں سے واقف تھی سو حضرت نوحؑ کی طرح صبر کر اگرچہ پہلے کفار کی ہی ہو پر انجام نیک متقیوں (مسلمانوں) ہی کا ہوگا۔ یہہ اس قصہ میں بڑی قصد اللہ بھاری بشارت ہے۔ آنحضرتؐ کے انجام نیک اور فتح و نصرت کی

تکذیب اور تحقیر کرتے اور دن رات ٹھٹھوں میں اُڑاتے اور کہتے کہ ہمارے بتوں نے جنکی یہہ دن رات مذمت کرتا ہے اُسے پاگل کردیا ہے۔ جب اُنکی سرکشی حد کو پہونچی۔ مینہہ برسنا بند ہوگیا۔ اور سخت درجہ کا قحط ہوا اور سات سال تک یہی حال رہا۔ مارے بھوک کے جان سے بیزار ہوئے۔ مگر اُن کی حالت تاحال درست نہ ہوئی۔ بلکہ حضرت ھودؑ کو ہنسی کی راہ سے کہتے کہ بس اسی قحط سے ڈراتے تھے جو اتفاقیہ پڑگیا۔ وہ عذابِ عظیم کہاں ہے جس کا تم وعدہ دیتے تھے؟ اس پر غضب الٰہی بھڑکا۔ دور سے ایک بادل نمودار ہوا قالوا ھذا عارض ممطرنا۔ لو یہہ بادل ہم پر برسے گا اور قحط بھی دور ہوا۔ بل ھو ما استعجلتم به ریح فیھا عذاب الیم۔ لیکن وہ رحمت کا بادل نہیں تھا۔ بلکہ غضب الٰہی کا نشان تھا اُس کے ساتھ ایسی تُند ہوا شروع ہوئی جو برابر سات رات اور آٹھ دن رہی۔ اس غضب الٰہی کے جھکڑ سے بجز ھود اور اہل ایمان کے جو قوم سے الگ ہوگئے تھے سب کے سب برباد اور ہلاک ہوئے ✚

اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کو کئی سورتوں میں اکثر بیان کیا ہے۔ اور اس وجہ سے یہہ ایک بڑی زبردست پیش گوئی ہے کفار مکہ کی ہلاکت کی۔ اور اعلےٰ درجہ کا ثبوت آنحضرتؐ کی نبوت کا ✚

حضرت صالح علیہ السلام

یہہ قوم ثمود میں نبی ہوکر آئے۔ یہہ لوگ بڑے آسودہ اور مالدار تھے۔ پہاڑوں کو کھدبد کرید کر بڑی بڑی مضبوط عمارتیں بنایا کرتے۔ باغ و زراعت کثرت سے

[1] قرآن شریف میں حضرت ہود کا قصہ ان سورتوں میں ہے۔ اعراف۔ ہود۔ شعرا۔ عنکبوت۔ حم سجدہ ذاریات۔ نجم۔ قمر۔ حاقہ۔ احقاف ✚

موجود۔ چشمے اُن کے مُلک میں جاری تھے۔ وادی القریٰ اُن کا مسکن اور حجر اُن کے مُلک کا نام تھا۔ حضرت صالح نے ہر چند اُن کو سمجھایا۔ مگر وہ راہِ راست پر نہ آئے۔ بلکہ حضرت صالح سے کہنے لگے۔ کیا صالحیت یہی ہے۔ کہ ہمکو ہمارے آبا و اجداد کے مذہب سے برگشتہ کرنے لگے۔ تم تو ہونہار معلوم ہوتے تھے کہ باپ دادا کے نام کو روشن کروگے۔ یہہ کیا کام کرنے لگے۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح ہمارے رسول مقبول صلعم کو کفار مکہ کہتے تھے۔ حضرت صالح نے توحید کے دلایل دیئے۔ اپنی صداقت ثابت کی۔ مگر اُن کی قوم اسپر بھی ایمان نہ لائی۔ بلکہ جیسا کہ امم سابقہ کا دستور تھا عذاب الٰہی کی درخواست کرنے لگی۔ حضرت صالح کی ایک اونٹنی تھی جو خدا کی طرف سے ایک نشان تھی۔ جب وہ پانی پینے جاتی۔ تو تمام جانور اُسے دیکھ کر بھاگ جاتے۔ آخر یہہ ٹھیرا کہ ایک دن وہ اونٹنی پانی پی لیا کرے۔ ایک دن اَور جانور۔ حضرت صالح ع نے یہہ بھی کہدیا۔ کہ یہہ اونٹنی ہمارے تمہارے درمیان ایک فیصلہ کا نشان ہے اگر اسے نہ چھیڑوگے۔ تو سلامت رہوگے۔ اگر اس سے تعرض کیا۔ غضب الٰہی میں پکڑے جاؤگے۔ وہ سب ہنسنے لگے۔ آخر ایک کم بخت قوم جو اُٹھا تو اُس نے آئے دن کا فیصلہ کرنے کے لئے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ اللہ کی حُجّت پوری ہوئی۔ تین دن اُن کے لئے میعاد عذاب ٹھیری۔ اس پر بھی وہ رو براہ نہ ہوئے۔ آخر تین دن کے بعد بجلی کی کڑک اور دہشت سے ہلاک ہوگئے۔

حضرت رسول کریم صلعم کے ساتھ اس قصہ کا تعلق بہ حیثیت اثباتِ نبوّت کے یہہ ہے کہ جس طرح یہہ قوم اپنے پیغمبر کی تکذیب کی وجہ سے تباہ اور ہلاک

لہ قرآن شریف میں ان کا قصہ ان سورتوں میں ہے۔ اعراف۔ ہود۔ شعرا۔ نحل۔ حجر۔ احقاف۔ بنی اسرائیل۔ عنکبوت۔ حم سجدہ۔ ذاریات۔ قمر۔ حاقہ۔ نجم۔ شمس۔

ہوئی۔ اسی طرح مکہ کے کفار اور اسلام کے مخالف ہلاک ہوں گے +

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیمؑ کے نام مبارک سے تمام دنیا آگاہ ہے۔ اُن کے باپ کا نام تارخ تھا جس کا لقب آزر تھا۔ اُس کا پیشہ بُت پرستی تھا۔ جس زمانہ میں حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے ہیں۔ اُس زمانہ میں بابل کا بادشاہ نمرود تھا۔ جو دعوی خدائی کرتا اور بُت پرستی کا بڑا حامی تھا۔ اُس نے خواب دیکھا تھا۔ کہ ایک ستارہ ایسا نکلا ہے جس کے آگے آفتاب بھی ماند ہوگیا۔ جس کی تعبیر نجومیوں نے یہہ بتائی۔ کہ ایک لڑکا ایسا پیدا ہوگا۔ جو تیری سلطنت کی رونق کھووے گا۔ چنانچہ اُس نے بچوں کو مروانا شروع کردیا۔ مگر حضرت ابراہیمؑ کو خدا نے محفوظ رکھا اور اُنہوں نے ایک غار میں پرورش پائی۔ اور بچپن ہی سے رشد و ھدایت کے آثار اُن کے چہرہ سے نظر آنے لگے +

حضرت ابراہیمؑ کی قوم بُت پرست اور ستارہ پرست تھی۔ جب آپ غار سے نکلے۔ تو ستارہ اور چاند اور سورج کو دیکھ کر گمان کیا۔ کہ کیا میرے یہہ خدا ہیں؟ جب وہ غروب ہوگئے۔ تو فرمایا کہ جو چیز غروب ہو جانے۔ اور اُس کی حالت بدل جائے وہ خدائی کے لایق نہیں۔ انی وجہت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما آنا من المشرکین۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے اُسکی نسبت فرمایا ہے کہ ولقد آتینا ابراھیم رشدہ من قبل وکنا بہ عالمین +

جب اللہ تعالے نے حضرت ابراہیم کو خلعت نبوت سے متلبّس کیا۔ تو آپ نے قوم

لہ قرآن شریف میں حضرت ابراہیم کا ذکر ان سورتوں میں ہے۔ بقرہ۔ نسا۔ مریم۔ عمران۔ انبیا۔ شعرا۔ عنکبوت۔ انعام۔ توبہ۔ ہود۔ یوسف۔ ابراہیم۔ صافات۔ زخرف۔ ص۔ ذاریات۔ ممتحنہ۔ حدید۔ حج۔ اعلٰے۔ حجر +

اپنے باپ اور قوم کو توحید اور اسلام کی طرف بلایا - چنانچہ یہہ سارے وعظ قرآن شریف کی سورہ شعرا اور مریم وغیرہ میں موجود ہیں۔ نمرود سے بحثیں ہوئیں اور اُسے قایل کیا۔ ایک دن حضرت ابراہیم کی قوم جب اپنے ایک میلہ میں باہر گئی - تو آپ نے اُن کے تمام بتوں کو توڑ ڈالا - اور بڑے بُت کی گردن میں تبر ڈال دیا۔ اُن کی بُت شکنی کا قصہ بڑے مزے کا ہے - جو سورہ انبیا اور والصّافات میں مذکور ہے - قوم جب میلہ سے پھر کر آئی تو آتے ہی تاڑ گئی کہ یہہ ابراہیم ہی کا کام ہے - آگ بگولا ہو کر حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں جلانے کے درپے ہوئی - چنانچہ ایک بڑی آگ روشن کر کے اُن کو اُس میں ڈالا - مگر حضرت ابراہیم کے عشق باطنی کی آگ اُس آگ پر غالب آگئی اور وہ بال بال بچ گئے - آخر حضرت ابراہیمؑ اُن کی بُت پرستی اور ایذاؤں سے تنگ آکر وطن ہی چھوڑ گئے اور بابل سے شام کی طرف چلے گئے - وہاں اُن کے ہاں بڑی عمر میں حضرت اسمٰعیل و اسحاق پیدا ہوئے - اور حضرت ابراہیم بڑے آسودہ ہو گئے +

حضرت ابراہیمؑ انبیاء بنی اسرائیل و بنی اسماعیل کے جد امجد ہیں - اُن کا رتبہ خدا کے نزدیک نہایت ہی بلند ہے - خداتعالے اُن کی نسبت قرآن شریف میں فرماتا ہے - کہ واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا خدا نے ابراہیم کو دوست بنالیا - انجیل میں بھی حضرت ابراہیمؑ کا لقب خلیل اللہ لکھا ہے (یعقوب ۲ باب ۲۳) +

حضرت ابراہیم نے خدا کے راستہ میں جان - مال - آبرو - اولاد - برادری عزت - وطن سب کچھ ترک کیا - اور خدا کے مقابل دنیا کی کسی چیز سے پیار نہ کیا - صرف اپنے مولے ہی سے پیار کیا - جیسا کہ قرآن شریف میں اُن کی نسبت لکھا ہے کہ اذ قال لہ ربہ اسلم - قال اسلمت لرب العالمین (بقرہ) خدا نے ابراہیم سے کہا کہ تو سب کچھ میرے حوالہ کر دے اور کلیتہً سرِ تسلیم میرے آگے جھکا دے

ابراہیمؑ نے کہا کہ ہاں میں نے سب کچھ اپنے رب کے حوالہ کیا اور رب العالمین کے سامنے سر تسلیم جھکا دیا ۔ اور اپنے تئیں بطور قربانی کے اُس کے آگے رکھ دیا۔اس قربانی کا عملی ثبوت یہہ دیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو کفار نے سخت سے سخت ایذائیں دیں۔زندہ کو جلتی ہوئی نار میں پھینکا۔ مگر اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کی صداقت اور استقلال کہ خدا کی راہ میں اپنی جان کو فدا کرنا آسان سمجھا۔آگ میں پھینکے گئے۔اپنی جان کی قربانی دی۔اُف تک زبان پر نہ لائے۔اور یوں اپنے مولٰے اور رب رحیم کو خوشنود کیا ✦

اس کے بعد خدا کی راہ میں اپنا پیارا وطن بھی چھوڑ دیا۔دنیاوی عزت و مال کی کچھ پروانہ کی۔اپنے بیٹے اسماعیل کو خدا کی راہ میں قربان کرنے کو تیار ہوگئے اور ہر ایک امتحان اور ابتلا میں کامل اور صادق نکلے۔اللہ تعالی نے بھی اپنے بندے کو ضایع نہ کیا۔بلکہ بابل کی جگہ ہمیشہ کے لئے حضرت ابراہیم اور اُن کی نسل کو کنعان کا ملک عطا فرمایا۔جو دنیا میں جنت مثال تھا۔اُنکی جان کو ہر قسم کے دُکھوں سے نجات دی۔زر و مال سے آسودہ کیا۔ایک بیٹے (اسماعیل) کی قربانی کے بدلے میں حضرت اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب اور کئی ایک اور بیٹے عطا فرمائے۔نبیوں کا جد امجد اور پیشوا بنایا۔بے شمار انبیاء آپ کی نسل سے پیدا ہوئے اور دونو جہان میں آپ کو عزت و حُرمت عطا فرمائی کہ سارا جہان سلام علی ابراہیم۔سلام علی ابراہیم پکار رہا ہے۔اور رحمت اور برکات درود اور صلوات کا ہمیشہ کے لئے مورد بنایا (وجعلناہ لسان صدق فی الاخرین)[1] اور سب سے بڑھ کر یہہ فضیلت دی کہ تمام انبیاء کے سردار رسولوں کے امام۔نبیوں کے خاتم حضرت محمد مصطفٰے صلعم انہی کی نسل سے پیدا ہوئے ✦

---

[1] پیدایش ۱۲ باب ۲

اس قصہ سے جو صداقت وہدایت مُستنبط ہوتی ہے اب ہم اُسکا بیان کرتے ہیں :۔

جس طرح حضرت ابراہیم ؑ بُت تراش اور بُت پرست قوم کے درمیان سے موحد حنیف خدا کے خالص اور مخلص بندے نمایاں ہوئے۔ بتوں کو توڑا۔ خدا کے ساتھ رشتہ محبت جوڑا۔ اور تمام دنیا کے پیشوا اور امام بنے۔ اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرب کی بُت پرست قوم کے درمیان سے نکلے۔ قوم کی بُت پرستی سے بیزار ہوئے۔ بتوں کو توڑا۔ خانہ خدا کو اس کی آلایش سے صاف کیا۔ اور خدا کی سچی توحید کو عرب میں قایم کیا +

جس طرح جناب ابراہیم ؑ کو بت پرستوں کی شرارتوں کی وجہ سے اپنا پیارا وطن (بابل) چھوڑ کر۔ شام کی طرف ہجرت کرنا پڑا (وقال انی مہاجر الی ربی۔ وانی ذاھب الی ربی سیھدین۔ اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین مکہ کی ایذاؤں اور شرارتوں کی وجہ سے اپنا پیارا شہر مکہ چھوڑنا پڑا۔ دونوں نبیوں نے خدا کی راہ میں ہجرت کی۔ اور اللہ تعالی نے اس ہجرت کو اُن کے لئے مبارک کردیا۔ دنیا و دین میں اُن کو سرافراز کیا +

جس طرح حضرت ابراہیم ؑ نے خدا کی راہ میں اپنے جان۔ مال۔ عزت۔ وطن۔ سب کو خیرباد کہا۔ اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جان۔ مال۔ عزت۔ وطن سب چیز کو خدا کے لئے ترک کیا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم ؑ کو پہلے سے زیادہ سرافراز اور نواختہ کیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں سربلند کیا۔ اور عزت۔ مال زیادہ عطا فرمایا۔ عمدہ ٹھکانا عطا کیا۔ اور دونوں نبیوں کی جانوں کو کفار کے مکر اور شرارت سے سلامت رکھا۔ جس طرح جناب ابراہیم علیہ السلام پر ساری قومیں

رحمت اور سلام بھیجتی ہیں - اسی طرح دنیا کی کثیر مخلوقات حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر دن اور رات درود و سلام بھیجتی ہے (سلام علیہ فی الآخرین) +

پھر سب سے بڑی صداقت یہہ ہے کہ جس سرزمین کے ہمیشہ کے لئے عطا فرمانے کا حضرت ابراہیم سے وعدہ ہوا تھا - وہ وعدہ کے موافق حضرت ابراہیم کے دوسرے بیٹے حضرت اسماعیل ؑ کو ابد کے لئے عطا فرمائی گئی - اور اس طرح توریت کی یہہ پیشین گوئی پوری اور صادق ہوئی +

حضرت لوط علیہ السلام

حضرت ابراہیم ؑ کے بھتیجے تھے - جو ملک بابل میں اُن پر ایمان لائے اور حضرت ابراہیم ؑ کے ساتھ ہجرت میں شریک ہوئے - شہر سدوم اور اُسکی نواح کے لوگ بڑے بُت پرست تھے - اور علاوہ بُت پرستی کے وہ لوگ ایسی حرکات نازیبا کرتے تھے جو آج تک کسی قوم نے نہیں کی تھیں - اللہ تعالےٰ نے حضرت لوط[1] ؑ کو نبی بنا کر اُس قوم میں بھیجا - مگر وہ اپنی بدفعلی سے باز نہ آئے اور حضرت لوط ؑ سے بڑی بدسلوکیاں کرنے لگے - اور اُن کی شرارت حد سے بڑھ گئی - خدا تعالےٰ نے غضب الہیٰ کے فرشتے بھیجے - جنھوں نے حضرت ابراہیم ؑ کو تو حضرت اسحاق ؑ کی پیدائش کی بشارت دی - اور حضرت لوط ؑ کی قوم پر عذاب کا حکم لائے - یہہ لوگ خوب صورت لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط ؑ کے پاس آے - قوم نے اُن سے بھی وہ حرکت کرنی چاہی - جو کسی قانون اور مُلک میں جایز نہیں - غضب الٰہی جوش میں آیا - بجلی کی کڑک اور ژالہ باری کی شدّت

---

[1] قرآن شریف میں حضرت لوط ؑ کا قصہ ان سورتوں میں ہے - اعراف - انبیا - نحل - شعرا - عنکبوت - ہود - حجر - قمر - ذاریات - صافات - تحریم +

سے سدوم کی بستیاں اُلٹ پلٹ گئیں۔ اور سوائے حضرت لوط اور اُن کے اہل و عیال کے جو حکم الٰہی سے پہلے ہی نکل گئے تھے۔ اَور کوئی نہ بچا۔ حضرت لوط ع کی بیوی بھی جو کفر میں اُس قوم کی شریک تھی ہلاک ہوگئی +

حضرت لوط ع کا قصہ قرآن شریف میں کئی جگہ آیا ہے۔ اور سورہ حجر میں تو اللہ تعالےٰ نے صاف فرما دیا ہے۔ کہ لعمرك انهم لفي سكرتهم يعمهون تیری عمر کی قسم قوم لوط غفلت کی مستی میں اندھی ہو رہی تھی۔ آنحضرت ص کی عمر کی قسم کھانا صریحًا پیشین گوئی ہے۔ اس امر کی کہ تیری قوم بھی نشۂ غفلت میں سرشار ہے۔ سو عنقریب تیری زندگی ہی میں اپنی سرکشی اور مخالفت کا وبال چکھے گی +

حضرت اسماعیل علیہ السّلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے صاحب زادے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی ۸۶ سال کی عمر میں فرعون کی بیٹی ہاجرہ مصری کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے۔ اور اس سے چودہ سال بعد یعنی ۱۰۰ سال کی عمر میں بی سارہ کے بطن مطہر سے حضرت اسحاق ع متولد ہوئے۔ بی سارہ اور بی ہاجرہ میں بعض وجوہات سے ناچاقی پیدا ہوگئی تھی۔ جس کی وجہ سے حضرت ابراہیم اپنے پہلوٹے اور اکلوتے بیٹے اسماعیل ع اور اُسکی ماں ہاجرہ کو حکم خداوندی سے ملک عرب کی اُس سرزمین میں چھوڑ گئے۔ جہاں مکّہ واقعہ ہے اُس وقت مکّہ کی زمین بالکل ویران اور غیر آباد تھی۔ حضرت اسماعیل ع اور اُن کی ماں کی برکت سے بہت سے لوگ وہاں آباد ہوگئے۔ اور مکّہ ایک بڑا شہر بن گیا۔ بی ہاجرہ نے

ملہ قرآن شریف میں حضرت اسماعیل کا ذکر ان سورتوں میں ہے۔ بقرہ۔ مریم۔ انبیا۔

اپنے میکے یعنی مصر کی ایک لڑکی حضرت ۲ اسماعیل کو بیاہ دی - اور اُس سے بارہ سردار پیدا ہوئے +

حضرت اسماعیل ۲ حضرت ابراہیم ۲ کو اس قدر عزیز تھے - کہ حضرت اسحاق کی پیدائش کا مژدہ ملنے کے بعد بھی خدا سے دعا مانگی کہ کاش اسماعیل تیرے حضور جیتا رہے (پیدائش ۱۷ باب ۱۸) حضرت اسماعیل ۲ کی پیدائش سے اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم ۲ کی بے اولادی کا دُکھ سُن لیا - اور اُن کے پیدا ہونے سے حضرت ابراہیم کی تمنائے دلی پوری ہوئی - اور وہ خداوند تعالےٰ کی خاص بشارت کے موافق پیدا ہوئے (پیدائش ۱۶ باب ۱۰-۱۲) جیسا کہ حضرت اسماعیل کے نام سے ظاہر ہے کہ اُن کی ولادت سے ایل یعنے خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم ۲ کی دُعا سُن لی +

حضرت اسماعیل ۲ کی خاطر اللہ تعالیٰ کو یہاں تک منظور تھی - کہ اُن کی بابت حضرت ۲ ابراہیم ۲ کو متواتر الہام ہوا (پیدائش ۱۲ باب ۱۲) اُن کی پیدائش پہ خدا کے فرشتہ کی معرفت حضرت ابراہیم ۲ کو بشارت ہوئی (پیدائش ۱۶ باب ۱۱) جنگل میں اُن کی دردناک آواز سُن کر آسمان سے خدا کا فرشتہ اُن کی والدہ سے ہمکلام ہوا اور اسماعیل کی پرورش اور حفاظت کی بابت تاکید اور ہدایت کی اور اُن سے بڑی قوم بنانے کا وعدہ کیا - اُن کے لئے ایک چشمہ نکالا - اور ہمیشہ خدا اُن کے ساتھ رہا (پیدائش ۲۱ باب ۱۷-۲۱) +

حضرت اسماعیل ۲ کی نسل خالص حضرت ابراہیم ۲ کی نسل ہے اور اس سے پیشتر کہ حضرت ۲ اسحاق ۲ پیدا ہوں - اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی نسل کو ہمیشہ کے لئے وعدہ کی زمین (یعنی کنعان کا مُلک) جس میں وہ بابل سے ہجرت کر کے پردیسیوں کی طرح وارد تھے - عطا فرمانے کا وعدہ کیا

(پیدایش ۱۷ باب ۱۸) بی سارہ رض نے جب حضرت اسماعیل ع کو وراثت امامت ابراہیمی سے خارج کرنا چاہا۔ تو حضرت ابراہیم ع کو یہہ بات نہایت بُری معلوم ہوئی (پیدایش ۲۱ باب ۱۱) اور خداتعالی نے حضرت اسماعیل ع کی اولاد کو بھی نسل ابراہیمی اور وارث قرار دیا (پیدایش ۲۱ باب ۱۳) اور حضرت اسماعیل ع کا مفصّل ذکر خاص طور پر توریت میں کیا گیا +

جس وقت حضرت ابراہیم ع بی ہاجرہ اور اسمٰعیل کو اُس سرزمین میں چھوڑ گئے۔ جو دشتِ فاران کے نام سے مشہور ہے۔ تو وہاں پانی کا نام ونشان نہیں تھا۔ مگر اللہ تعالی نے حضرت اسمٰعیل ع کی خاطر ایک چشمہ نکالا۔ جو اب تک موجود ہے۔ اور چاہ زمزم کے نام سے مشہور ہے (پیدایش ۲۱ باب ۱۹) فاران کے معنے ہیں دو بھاگنے والے۔ بی ہاجرہ اور حضرت اسماعیل ع کنعان سے بھاگ کر اسی جنگل میں بھٹکتے پھرے اور اسی بیابان میں سکونت گزین ہوئے۔ اسی لئے اس بیابان کا نام دشت فاران ہوا۔ یعنی وہ جنگل جس میں دو خدا کے بندے بھاگتے پھرے۔ مکّہ اُسی سرزمین میں واقع ہے خدا کی قدرت دیکھو اپنوں نے اُن کو چھوڑا۔ مگر اللہ تعالی نے ان کو قبول کیا۔ حضرت اسماعیل ع کی نسل سارے عرب میں پھیل گئی۔ اور تمام دنیا حضرت اسماعیل ع کی نسل کے ہتھیاروں کے آگے سجدہ کرتی اور اُن کے نام سے تھرتھراتی۔ مگر ان لوگوں نے نہ کسی کے آگے سجدہ کیا اور نہ تھرتھرائے۔ سب سے

لہ یہہ جو توراۃ میں لکھا ہے کہ مگر میرا عہد اسحاق سے ہوگا۔ اہل کتاب کی شرارت سے ملحق ہوگیا ہے جسطرح بائیبل میں تحریفیں وتبدیلی قصدی کیگئی ہیں۔ مثلاً تثلیث کی آیت نامہ اول یوحنا میں ملادی گئی ہے۔ اور اگر یہہ کلمہ ٹھیک بھی ہو تو اُس کے یہہ معنے ہو سکتے ہیں کہ مگر میرا پہلا عہد اسحاق سے ہوگا۔ یعنی پہلے نبوت بنی اسرائیل میں ہوگی آخر میں بنی اسماعیل کی باری ہوگی اور ذبیح موعود کے وہ وارث ہونگے جیسے کہ فی الواقع وارث ہوئے اور ۱۳۰۰ سال سے وارث ہیں +

بڑی فضیلت حضرت اسماعیلؑ کو یہہ حاصل ہوئی۔کہ انبیاء کے سردار افضل البشر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیل نبی کی نسل سے متولد ہوئے تب وہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔جو پیدائش ۱۷ باب ۲۰ میں ہے کہ میں نے تیری دعا حضرت اسماعیل کے حق میں سُنی۔دیکھ میں اُسے برکت دوں گا اور اُسے برومند کروں گا۔اور اُسے بہت بڑھاؤں گا۔اور اُس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے۔اور اُس سے بڑی قوم کروں گا۔برکت دوں گا۔برومند کروں گا۔بہت بڑھاؤں گا۔اگر یہہ صرف دنیاوی وعدے ہوتے۔تو کوئی خوبی اور بشارت کی بات نہ تھی۔لیکن روحانی اور ظاہری دونو طور پر یہہ وعدہ بوسیلہ پیدائش آنحضرت صلعم ایسا پورا ہوا۔آنحضرت م دنیا کے بھی بادشاہ ہوئے اور دین کے بھی۔خدا تعالےٰ کی بے انتہا رحمتیں اور برکتیں آپ پر نازل ہوئیں۔کہ آج تک دنیا میں کسی پر نازل نہ ہوئی ہونگی۔آپ نے عرب کی پریشان جماعتوں کو ایک قوم بنایا۔اور تمام دنیا کو اخوت اسلامی کے سلسلہ میں منسلک کرکے ابدتک مبارک اور برومند ٹھیرایا۔اور ظاہری باطنی۔جسمانی اور روحانی اسقدر کامیابی حاصل کی۔کہ دنیا میں اس کی ہرگز ہرگز نظیر نہیں ہے۔جس سے وہ پیشنگوئی پوری ہوئی۔جو دانیال ۲ باب ۴۴ میں ہے۔کہ آخر میں آسمان کا بادشاہ ایک سلطنت برپا کرے گا۔جو تا ابد نیست نہ ہو گی۔اور وہ سلطنت دوسری قوم کے قبضہ میں نہ پڑے گی۔وہ ان سب مملکتوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست کرے گی اور وہی تا ابد قائم رہے گی۔وہ پتھر آپ سے آپ پہاڑ سے نکل کر سب کو پاش پاش کرے گا۔ہاں یہہ وہی پتھر ہے جسے راجگیروں نے ناپسند کیا۔پھر وہی کونے کا سرا ہوا۔یہ خدا کی طرف سے ہے اور ہماری نظروں میں عجیب۔یہہ وہ پتھر ہے کہ جو اُسپر گرا پس گیا۔اور جس پر یہہ جا کر گرا اُسے چکنا چور کردیا۔متی ۲۱ باب ۴۴

خانہ کعبہ کی بنیاد تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت سے موجود تھی۔ مگر طوفان نوح ؑ وغیرہ کے باعث اب صرف بنیادیں رہ گئی تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے بشمولیّت اپنے بیٹے اسماعیل ؑ کے اس خانہ محترمہ کو ازسرِ نو تعمیر کیا۔ اور اسی وجہ سے خانہ کعبہ بنائے ابراہیمی کہلاتی ہے۔ باپ بیٹا دونو عمارت کے بنانے میں شریک تھے۔ اور خدا سے دُعائیں مانگتے جاتے تھے۔ کہ پروردگارا ہماری اس خدمت کو منظور فرما۔ اس دعا کے ضمن میں اللہ تعالےٰ سے یہہ دُعا بھی کی۔ کہ اللہ تعالےٰ نسل اسماعیل سے وہ آخری نبی جس کی بشارت تمام انبیا اپنی اُمّتوں کو دیتے آئے پیدا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت رسول کریم صلعم دعائے ابراہیمی کہلاتے ہیں +

دُعا

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

پروردگارا! ہماری یہہ خدمت منظور فرما۔ یقیناً تو دعا کا سننے والا اور نیاّت کا جاننے والا ہے۔ پروردگارا ایسا ہی کر۔ اور ہمکو اپنا فرمانبردار بندہ بناوے۔ اور ہماری نسل میں سے بھی ایک گروہ ایسا پیدا ہو۔ جو تیرا سچا فرمانبردار ہو۔ اور ہم کو ہماری عبادات کے طریقے بتا دے۔ اور ہمارے قصوروں کو معاف فرما۔ یقیناً تو بڑا ہی درگذر کرنے والا مہربان ہے (۲) اے پروردگارا! اہل مکہ میں انہی میں سے ایک عظیم الشان رسول پیدا کر۔ جو اُنپر تیرا مقدس

کلام پڑھے۔ اُن کو آسمانی کتاب اور حکمت کی باتیں سمجھائے۔ اور اُن کو پاک اور مقدّس آدمی بنائے۔ یقیناً تو سب بات کا اختیار رکھتا ہے۔ اور صاحب تدبیر ہے (سورہ بقرہ۔ ۱۵ رکوع)

اور مکہ کی رونق اور آبادی اور حضرت اسمٰعیل ؑ کی بہبودی کے لئے جو کمال دلسوزی اور رقّت کے ساتھ حضرت ابراہیم ؑ نے مناجات فرمائی۔ وہ سورہ ابراہیم میں اس طرح منقول ہے

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۔ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۔ رَبَّنَا اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۔ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۔ اِنَّ

میرے پروردگار۔ اس شہر (مکہ) کو امن کی جگہ بنادے۔ اور مجکو اور میری اولاد کو اس ضلالت سے بچا۔ کہ ہم بُت پرستی کرنے لگیں (۱) میرے پروردگار! کچھ شک نہیں۔ کہ ان بتوں نے اکثر لوگوں کو گمراہ کر رکھا ہے۔ تو جس نے میری پیروی کی (اور بُت پرستی سے ہٹ گیا) وہ میرا ہے۔ اور جس نے میری نافرمانی کی۔ تو یقیناً تو ہی بخشنے والا مہربان ہے اسکا معاملہ تیرے سپرد ہے (۲) پروردگارا! میں نے تیرے معزز گھر کے پاس اس بیابان مکہ میں جہاں زراعت وغیرہ کچھ نہیں۔ اپنی اولاد لاکر بسائی ہے۔ تاکہ اے پروردگار! یہاں لوگ نمازیں پڑھیں۔ سو تو ایسا کر۔ کہ لوگوں کے دل

رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ۔ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۔

اُن کی طرف مائل ہوں اور دوسرے مقامات کی پیداوار سے ان لوگوں کو روزی دے۔ تاکہ یہہ تیرا شکریہ ادا کریں (۳) اے پروردگار! جو کچھ ہم چھپاتے یا ظاہر کرتے ہیں وہ سب تجھے معلوم ہے۔ اور اللہ پر تو کوئی چیز چھپی نہیں رہ سکتی نہ زمین میں نہ آسمان پر (۴) خدا کا شکر ہے۔ جس نے مجھے باوجود بڑھاپے کے اسماعیل اور اسحاق (دو) بیٹے عطا فرمائے۔ کچھ شک نہیں کہ میرا پروردگار دعا سننے والا ہے (۵) پروردگارا مجھ کو توفیق دے کہ میں نماز پڑھتا رہوں۔ اور میری اولاد کو بھی یہہ توفیق عطا فرما۔ اور پروردگارا۔ میری دعا منظور فرما (۶) اے پروردگارا! جس دن اعمال کا حساب ہونے لگے۔ مجکو بھی اور میرے ماباپ کو بھی اور سب مومنوں کو بخش دیجو +

حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے بارہ رئیس پیدا ہوئے جن میں دوسرا قیذار تھا۔ قیدار کی نسل میں سے قریش لوگ سب پر غالب اور سب سے معزز اور اشرف الشرفا خاندان سمجھے جاتے تھے۔ یہی لوگ کعبہ کے متولی تھے۔ اُن کا تمام عرب میں بڑا رسوخ تھا۔ کعبہ کی حُرمت وعزت کی وجہ سے ان لوگوں کی بھی بڑی عزت و حُرمت تھی۔ اور سارا عرب ان کی تعظیم وتکریم اور ہر طرح خدمت بجا لاتا۔ حضرت ابراہیمؑ کی دُعا تھی۔ کہ اے خدا اس گھر کو با امن بنادے۔ سو اُن کی یہہ دُعا ایسی مقبول ہوئی کہ اُس وقت سے آج تک مکہ شریف میں برابر امن قایم رہا۔ اور کسی انقلاب کسی گردش میں کعبہ کی بے حرمتی ہونے نہیں پائی۔ نہ کعبہ پر کبھی تباہی آئی نہ امن میں خلل آیا۔ ایام جاہلیت میں بھی گو عرب کے اور مقامات میں اکثر جنگ وجدال

کا بازار گرم رہتا۔ مگر خانہ کعبہ میں دشمن دشمن کو بھی چھیڑ نہیں سکتا تھا۔ اور نہایت درجہ کا امن قایم تھا۔ سورہ قریش میں۔ انہی احسانات کی طرف قریش کو توجہ دلاکر اللہ تعالی اپنی عبادت اور شکریہ کی طرف مایل کرتا ہے۔

حضرت اسماعیلؑ ذبیح اللہ کا قربانی کے لئے مخصوص ہونا۔ حضرت اسماعیلؑ کی فضیلت اور حضرت ہاجرہ کے لونڈی ہونے کی تردید

عرب کی متواتر روایات۔ تورات کے بعض مقامات اور قرآن وحدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اگرچہ حضرت ابراہیمؑ بی ہاجرہ اور اسماعیل علیہ السلام کو ارشادِ خداوندی سے دشتِ فاران میں چھوڑ گئے مگر اس کے بعد بھی باپ بیٹے میں برابر ملاقات اور آمد و رفت جاری رہی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ شریف میں کئی دفعہ اپنی بیوی اور بیٹے کے پاس تشریف لاتے رہے۔ دونوں نے ملکر کعبہ کو از سرِ نو تعمیر کیا اور حج کعبہ کے لئے دنیا کو ترغیب دی۔

انہی دنوں میں جبکہ ایک دفعہ حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے کے پاس سرزمین مکہ میں موجود تھے۔ ایک خواب دیکھا۔ کہ حکم خداوندی سے اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسمعیلؑ کو ذبح کر رہے ہیں۔ از بسکہ نبی کا خواب بھی ایک قسم کی وحی ہوتی ہے۔ اس کی تعبیر یہی تھی۔ کہ آپ ارشاد الہی کو بسر و چشم تسلیم کریں۔ حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کے لئے مقام منا میں لے گئے۔ اور وہاں قربان کرنا چاہا۔ مگر یہ صرف خدا کی طرف سے ایک ابتلا

تھی - اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ کا بال بینگا نہ ہونے دیا اور وہ صیحح وسلامت بچ رہے - اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیمؑ کی اس اطاعت پر کمال خوش ہوا - اور اس اطاعت کے بدلے میں دوسرا بیٹا اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب عطا فرمایا - مقام منا میں جو اب تک حاجی لوگ قربانی کرتے ہیں - اس واقعہ کی یادگار ہے +

اہل کتاب کا یہہ قول ہے کہ حضرت اسماعیلؑ قربان نہیں ہوئے بلکہ حضرت اسحاق - اور وہ اس پر دلیل یہہ دیتے ہیں کہ اوّل تو تورات میں حضرت اسحاق کا نام لکھا ہے - دوسرے منا کنعان سے ۴۰ منزل دور ہے - ممکن نہ تھا - کہ حضرت ابراہیمؑ اتنی دور اپنے بیٹے کو قربان کرنے کے لئے جائیں - تیسری حضرت ہاجرہ اور اُن کا بیٹا اسماعیل وراثت سے خارج ہو چکے تھے اور حضرت اسماعیلؑ لونڈی کا بیٹا تھا - اُسے یہہ قُرب حاصل نہیں ہو سکتا تھا - کہ خدا اُس کو قربانی کے لئے مخصوص کرے +

قرآن شریف کی سورہ والصافات میں حضرت اسماعیلؑ کا ذبح ہونا لکھا ہے اور درحقیقت وہی ذبح کے لئے مخصوص ہوئے - ضرور معلوم ہوتا ہے - کہ ہم اس بارہ میں کسی قدر دلایل لکھیں - جس کے رو سے اہل کتاب کے خیال باطل کا استیصال ہو جائے - سو اس امر پر **پہلی دلیل** کہ جناب اسماعیلؑ قربانی کے لئے مخصوص ہوئے تھے یہہ ہے کہ جب تینوں مذہبوں کے رو سے حضرت اسماعیل اور اُن کی والدہ کا ملک حجاز میں پہونچ جانا ثابت ہے - اور اس کے بعد بھی باپ بیٹے کے درمیان عرب سے کنعان تک برابر آمد و رفت جاری رہی ہے - یہاں تک کہ حضرت ابراہیمؑ کی وفات کے وقت بھی حضرت اسماعیلؑ باپ کے پاس موجود تھے (پیدایش ۲۵ باب ۸ - ۹)

اور حضرت ابراہیمؑ جیسا اعلے اور مقدس نبی یہہ بے جا زیادتی روا رکھ نہیں سکتا۔ کہ جب وہ اپنی بیوی اور بیٹے کو اتنی دُور غیر ملک میں چھوڑ آیا ہے۔ تو پھر وہ اُن کی کبھی خبر تک بھی نہ لے۔ تو حضرت ابراہیمؑ کا بمقام منا قربانی کرنا کچھ بھی بعید نہیں۔ اور قرآن شریف اور عرب کی متواتر روایات سے تو یہہ بھی ثابت ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ دونوں نے ملکر کعبہ شریف تعمیر کیا پس جب باپ بیٹا ملکر دونو اتنے اتنے بڑے کام سرانجام کرتے رہے۔ تو حضرت ابراہیمؑ کا بیٹے کو وہاں ذبح کے لئے مخصوص کرنا کونسا محل تعجب ہے؟

دوسری دلیل پیدائش ۲۲ باب ۱۶-۱۸ میں لکھا ہے کہ خدا نے ابراہیمؑ کو فرمایا۔ میں نے اپنی ذات کی قسم کھائی ہے۔ اس لئے کہ تونے ایسا کام کیا اور اپنا اکلوتا بیٹا بھی دریغ نہ کیا۔ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا۔ اور آسمان کے ستاروں کی مانند تیری نسل کو نہایت فراوانی بخشوں گا۔ اور تیری نسل اپنے دشمنوں کے دروازوں کی وارث ہوگی۔ اور تیری نسل سے زمین کی ساری اُمتیں برکت پاوینگی۔ انتہے *

چونکہ اکلوتا بیٹا سوا حضرت اسماعیلؑ کے حضرت اسحاق کو نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ حضرت اسماعیلؑ اپنی پیدائش سے ۱۴ سال تک اپنے باپ کے اکلوتے تھے۔ اور حضرت اسحاقؑ کی پیدائش کے وقت تو حضرت اسماعیلؑ چودہ سال کے موجود تھے۔ پس حضرت اسحاقؑ اکلوتے ہو نہیں سکتے۔ پس حضرت اسماعیلؑ ہی قربانی ہوئے * اور اُنہیں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ دریغ نہ کیا۔ یعنی قربان کرنا چاہا۔ اور آسمان کے تاروں اور دریا کی ریت کی مانند حضرت اسماعیل کی نسل کو خدا نے کیا۔ جس سے تمام عرب اور ترکستان بھرا پڑا ہے۔ اور یہودی تو دنیا میں صرف ۹۰ لاکھ رہ گئے ہیں۔ اور اُنہیں یعنی حضرت

اسماعیلؑ ہی کی اولاد اپنے دشمنوں کے دروازوں کی یعنی بیت المقدس کی وارث ہوئی۔ اور اسی نسل سے زمین کی ساری اُمتیں ایمان کی برکت حاصل کر رہی ہیں (پیدائش ۲۲ باب ۱۸) اس لئے کہ اولاد ابراہیمؑ میں اب کوئی ایسا پایا نہیں جاتا۔ جو ساری قوموں کی برکت کا باعث ہو۔ سوائے حضرت اسماعیلؑ کی نسل کے یہودیوں کی بے برکتی ظاہر ہے۔ اور نصارا لوگ اپنا سلسلہ حضرت یافث بن نوحؑ سے ملاتے ہیں۔ نہ حضرت ابراہیمؑ سے۔ اور یہہ قوم نسل ابراہیمی سے بالکل منقطع ہے۔ پس دنیا میں نسل اسماعیل ہی ہے جس کے سبب سے دنیا کی سب قومیں ایمان اور عرفان کی برکتیں حاصل کر رہی ہیں ✣

تیسری دلیل یہہ ہے۔ کہ استثناء ۲۱ باب ۱۵۔۱۷ میں لکھا ہے کہ اگر کسی کی دو جوروان ہوں۔ ایک محبوبہ اور ایک مبغوضہ۔ اور پہلوٹا مبغوضہ سے ہو۔ تو پہلوٹا ہونے کا حق مبغوضہ ہی کے بیٹے کو حاصل ہوگا۔ کیونکہ وہ اُس کی اول قوت کا ہے۔ پس جب کہ مبغوضہ کے بیٹے کا پہلوٹے ہونے کے سبب سے یہہ رتبہ ہے۔ تو حضرت ہاجرہ کے بیٹے کا پہلوٹا پن کون چھین سکتا ہے۔ جو حضرت ابراہیمؑ کے نزدیک محبوبہ ہی تھیں۔ اور نہ مبغوضہ اور اُن کو پردیس میں نکالنا محض رفع فساد اور ایک حکمت الٰہی کے لئے تھا ✣

چوتھی دلیل یہہ ہے۔ کہ یہود میں ہمیشہ یہی دستور رہا۔ کہ ہر پہلوٹا خداوند کے لئے سمجھا جاتا تھا۔ (لوقا ۲ باب ۲۳۔ چنانچہ خروج ۲۲ باب ۲۹ و ۳۰ میں خدا فرماتا ہے کہ تو اپنے بیٹوں میں پہلوٹا مجھے دیجیو۔ ایسا ہی اپنے بیلوں اور گوسفندوں سے کیجو۔ اور خروج ۱۳ باب ۲ میں ہے کہ سب پہلوٹے

میرے لئے مخصوص کر الخ۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے پہلونٹے یعنی حضرت اسماعیلؑ ہی خداتعالےٰ کے لئے مخصوص کئے گئے ۔

پانچویں دلیل یہہ ہے کہ زمانہ اسلام سے پیشتر عرب میں دو قربانیاں مقرر تھیں۔ ایک عتیرہ یعنی وہ قربانی جو ماہ رجب میں کرتے۔ دوسری فرع یعنی پہلونٹے بچے کا قربان کرنا (اربیاز نامہ مطبوعہ الہ آباد ۱۸۶۷ء صفحہ ۲۹۰) پس اس فرع کی اصل بھی وہی قربانی حضرت اسماعیلؑ کی ہے۔ جس کو حضرت اسماعیلؑ کی نسل میں اہل عرب اپنی سُنّت آبائی سمجھ کر کرتے تھے۔ اور پشت در پشت یہہ رسم اسبات کی یادگار رہی۔ کہ ہمارے آبا میں سے کوئی پہلونٹا یوں خدا کے لئے قربان ہونے لگا تھا۔ اور یہہ صحیح دلیل ہے حضرت ابراہیمؑ کے پہلونٹے یعنی حضرت اسماعیلؑ کے قربان ہونے کی ۔

چھٹی دلیل یہہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے **فاتبعوا ملة ابراهیم حنیفا** حضرت ابراہیمؑ کی سُنّت کی پیروی کرو۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی بڑی سُنّت قربانی کرنا بھی تھی۔ سو یہود و نصارا میں قربانی کا دستور ترک ہوجانے اور مسلمانوں میں اسکا رواج باقی رہنے سے صاف ثابت ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کی وجہ سے مسلمان ہی خدا کے حضور اس خدمت کے مستحق ٹھیرے۔ اور سب کو معلوم ہوگیا کہ حضرت اسماعیلؑ ہی قربان ہونے کو گئے تھے۔ تب خدا نے مسلمانوں میں اسے ابدی میراث اور دائمی رسم ٹھیرایا۔ اور یہود و نصارا اس سُنّت ابراہیمی سے ممنوع اور محروم رہے ۔

ساتویں دلیل یہہ ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انا ابن الذبیحین میں وہ ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔ یعنی ایک حضرت اسماعیلؑ کا جو خدا کی راہ میں قربان ہونے کے لئے مخصوص ہوئے۔ اور دوسرا جناب

عبداللہ کا جو آنحضرت صلعم کے والد مکرم تھے اور وہ بھی ذبح ہونے کے لئے مخصوص کئے گئے تھے۔ پس آنحضرت صلعم ایسا ہرگز فرما نہیں سکتے تھے تا وقتیکہ فی الواقعہ یہہ دو نو واقعات ظہور میں نہ آئے ہوتے۔ اور آنحضرت صلعم کی قوم یعنی اہل عرب کو تواترات سے یہہ بات معلوم نہ ہوتی ؀

آٹھویں دلیل یہہ ہے کہ رومیوں میں یہہ ایک خاص رسم تھی۔ کہ جب ایک بیوی کو وفادار اور نیک جانتے تھے۔ تو اُسے درجہ بڑی بیوی کا دیتے تھے۔ اگرچہ وہ لونڈی ہوتی جس وقت وہ ایک لونڈی سے نکاح کرتے تھے۔ اولاد اُسکی نکاحی بیوی کے برابر متصور ہوتی تھی۔ اور ذوجین میں خفیت کی نسبت کچھ فرق نہیں تھا۔ دونوں کی اولاد برابر حق حصہ لینے کا باپ کے مال سے رکھتے تھے۔ لیکن اولاد کنچنی (رنڈی) کی بالکل اس حق سے خارج تھی (سیر الاسلام صفحہ ۳۰ باب ۵) ایسا ہی مصریوں میں بھی لونڈی کی اولاد صحیح النسب اور آزاد سمجھی جاتی تھی (قدیم تاریخ مصر رولن مطبوعہ الہ آباد گورنمنٹ پریس ۱۸۶۴ء و صفحہ ۱۴ نمبر ۱) ۔ اور پھر یہہ کہ حضرت یعقوب کی اولاد دو بیبیوں اور دو لونڈیوں سے تھی (پیدایش ۳۵ باب ۲۵-۲۶) اور سب بارہوں فرقے بنی اسرائیل کے انہی کی نسل سے ہیں۔ اور بلہ اور زلفہ لونڈیوں کی اولاد باقی اولاد اسرائیل سے کم درجہ نہیں سمجھی جاتی ہے۔ پس اگر بفرض محال **حضرت ہاجرہ** کو لونڈی بھی قرار دیا جاوے۔ تاہم اُن کی اولاد کو **حضرت ابراہیم** کی وراثت سے خارج کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اور ضرور وہ بھی روحانی اور جسمانی ہر قسم کی برکت کی مستحق اور بہرہ مندی کے لایق ہے اور قربانی کے لئے مخصوص ہونے کے قابل ؀

نویں دلیل یہہ ہے۔کہ بنی اسرائیل کی قوم کئی دفعہ ساری کی ساری بت پرستوں وغیرہ کی غلامی میں رہی ہے۔ مثلاً پہلی دفعہ کوشن رستیئم کی غلامی میں پڑی (قاضی ۳ باب ۸-۱۰) دوسری دفعہ باریجلون شاہ مواب کی غلامی میں (قاضی ۳ باب ۱۲-۳۰) تیسری دفعہ فلسطیوں کی غلامی میں (قاضی ۳ باب ۳۱) چوتھی دفعہ کنعان کے ایک بادشاہ یبین نامی کے (قاضی ۴ باب ۱-۲) پانچویں دفعہ مدیانیوں کی غلامی میں (قاضی ۶ باب ۱-۱۰) چھٹی دفعہ فلسطیوں اور امونیوں کی غلامی میں (قاضی ۱۱ باب ۲۱) اس کے سوا کبھی بابل والوں (۲ تواریخ ۳۶ باب ۲۰) کبھی مصریوں۔ کبھی اسوریوں اور کبھی رومیوں کے ہاتھ بار بار پشت در پشت وہ بکتے اور غلام بنتے رہے۔ یہاں تک کہ دنیا کی کوئی قوم سوا حبشی غلاموں کے یہودوں کی طرح ہرگز پشت در پشت بار بار بکتے نہیں رہے +

پھر پیدایش ۳۷ باب ۲۸ میں لکھا ہے کہ حضرت یوسف کو اُنکے بھائیوں کے ہاتھ سے اسماعیلی قافلہ نے بیس روپیہ دیکر مول لیا تھا۔ پس بنی اسرائیل کی غلامی کی بنیاد اور شروع حضرت اسماعیلؑ ہی کی اولاد کے ہاتھ سے ہوا۔ اور اس سے بڑھکر یہہ کہ حضرت یوسفؑ کو اسماعیلی قافلہ نے مول لیا۔ اور حضرت یوسفؑ کے آگے مصر میں اُن کے سب بھائی غلام بنے تھے۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ کے خواب کی یہی تعبیر تھی (پیدایش ۳۷ باب ۱۰) اور حضرت یوسفؑ کے سامنے سب بھائیوں نے اپنی غلامی کا اقرار کیا (پیدایش ۴۴ باب ۱۰) پس اس حساب سے تمام بنی اسرائیل حضرت یوسفؑ کے غلام

اور اولاد اسماعیل کے غلام در غلام ٹھیرتے ہیں۔ شاید یہہ سزا اسد تعالی کی طرف سے اس لئے ہوئی۔ کہ اہل کتاب حضرت ہاجرہ کو حقارت کی راہ سے لونڈی کہتے ہیں۔ اب دیکھیئے کہ تمام دنیا میں ایسی کوئی قوم نہ سنی ہوگی۔ جو یہود کی طرح ابتدا ہی سے قوم کی قوم بار بار غلامی میں رہی ہو۔ اور ایسی قوم بھی دنیا میں نہ سنی ہوگی۔ جو ہمیشہ سے غلامی کا تو کیا ذکر ہے کبھی کسی کے ماتحت بھی نہیں رہی۔ اور وہ حضرت اسماعیل کی اولاد اہل عرب ہیں (کشف الاثار پادری مریک صاحب صفحہ ۱۴۳ باب ۱۱۳)*

چنانچہ گاڈفری ہینگس صاحب اپنی کتاب کی دفعہ ۵۲ میں لکھتے ہیں۔ کہ اگر کلام برحق میں مجکو کچھ اور[۱] تعلیم نہ ہوئی ہوتی۔ تو میں اکثر یہی خیال کرتا۔ کہ انصاف کے ساتھ مکافات صرف اہل عرب کی قسمت میں ہوئی۔ جو اولاد حضرت اسماعیل کی ہیں۔ اور قسمت میں یہودیوں سے بمراتب اعلے ہیں۔ کیونکہ یقیناً کوئی ترجیح نہ دیگا۔ ان لوگوں کی تقدیر دنیاوی کو جن پر اب تک خدا کی مُہر رہی۔ قسمت پر جنگلی اور خود مختار اور بلند حوصلہ اور مہمان پرور قوموں ملک عرب کے جو کبھی مفتوح نہ ہوا۔ اسماعیل کی اولاد کے نام سے کل دنیا کو لرزہ آتا تھا اور اُن کے ہتھیاروں کو سجدہ کرتے تھے۔ مگر انہوں نے نہ کبھی سجدہ کیا اور نہ لرزے۔ اور مجکو امید ہے۔ کہ وہ کبھی نہ کریں گے۔ اب دونوں کی تقدیر اور اُن کے خاندان کا حال جان کر خارج کیا ہوا اسماعیل بہتر ہے۔ بہ نسبت نازپروردہ اسحاق کے جو موروث اعلے ان لوگوں کے ہیں۔ جنپر خدا کی مُہر ہے۔ یعنی یہود کی (ازاپالوجی مصنفہ گاڈفری ہیگنس صاحب مطبوعہ لنڈن سنہ ۱۸۲۹ء)*

[۱] کہ بنی اسحاق بنی اسماعیل پر فضیلت رکھتے ہیں*

دسویں دلیل یہہ ہے۔ کہ بائبل مروجہ کے روسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُن عورتوں کی نسل میں سے تھے۔ جنکا نام لینا بھی بڑی بے شرمی کا باعث ہے۔ مثلاً اوریا کی جورو بنت سبع (۲ سموئیل ۱۱ باب ۲-۵) راحاب فاحشہ (یشوع ۲ باب ۱) یہودا کی بہو تمر (پیدایش ۳۸ باب ۱۸) روت (روت ۱ باب ۴) (۴ باب ۱۳) اور یہہ سب حضرت عیسیٰ کی بلکہ بعض اُن میں سے حضرت داؤد ۴ کی پردادیاں انجیل میں لکھی ہیں۔ (متی ۱ باب) پس اگر حضرت عیسیٰ ۴ کا رتبہ ایسی فاحشہ عورتوں کے وجود سے کچھ گھٹ نہیں گیا۔ تو حضرت اسماعیل کا مرتبہ حضرت ہاجرہ کی وجہ سے بفرض محال وہ لونڈی ہوں بھی۔ تو کیونکر گھٹ سکتا ہے۔ جن کی نسل میں کوئی عورت فاحشہ نہیں گذری*

یارھویں دلیل یہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو انسان کے اعمال نیک اور صالحیت۔ تقوے اور طہارت سے تعلق ہے۔ اُسے اس بات سے کیا تعلق۔ کہ کوئی شخص لونڈی کا بیٹا ہے یا آزاد کا۔ اسکے نزدیک جو صالح ہیں وہی شریف ہیں۔ جو ایمان لارہے ہیں وہی ابراہیم ۴ کے فرزند ہیں۔ (گلتی ۳ باب ۵) ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ (تم میں سے سب سے زیادہ متقی۔ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ شریف ہے۔ پس اگر حضرت اسماعیل ۴ خدا کے فرماں بردار ہیں۔ اور خدا ہمیشہ اُن کے ساتھ تھا۔ اور وہ وفات کے بعد بھی اپنے لوگوں میں جا ملے۔ اور دنیا میں توحید کو قایم کیا۔ خدا تعالیٰ کے مکرم گھر (خانہ کعبہ) کو تعمیر کیا۔ تو وہ کیوں نہ معزز اور شریف۔ خدا کے مقرب اور وعدہ کے وارث ٹھیرینگے۔ خصوصاً جبکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے بار بار برکت اور بہت بلندی کا وعدہ فرمایا۔ اور

آخر کار کنعان کا ملک وعدہ کے موافق ہمیشہ کے لئے اُن کی اولاد کو عطا فرمایا۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا ابراہیمی مذہب کا واعظ اُن کی نسل سے پیدا ہوا ؞

بارھوین دلیل یہہ ہے کہ توریت مروجہ سے بھی حضرت اسماعیلؑ کی فضیلت حضرت اسحاقؑ سے کچھ کم ثابت نہیں ہوتی۔ جو یہہ کہا جائے۔ کہ حضرت اسماعیلؑ اس قابل نہ تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ اُن کی قربانی کے لئے حکم کرتا۔ توریت مروجہ میں جس طرح حضرت اسحاق کے لئے برکت اور برومندی کے وعدے ہیں۔ اُسی طرح حضرت اسمٰعیل کے لئے بھی موجود ہیں (پیدایش ۲۵ باب ۱۱) (۱۷ باب ۲۰) جس طرح پہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ پر رحم کی نظر کی۔ اور اسحاق کے عطا فرمانے سے اُن کا دُکھ سُن لیا (پیدایش ۲۱ باب ۱) ایسا ہی حضرت ہاجرہ کا دُکھ درد سُنکر اُن کو حضرت اسماعیلؑ کا سا فرزند ارجمند عطا فرمایا (پیدایش ۱۶ باب ۱) جس طرح حضرت اسماعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے بڑھاپے میں پیدا ہوئے۔ اُسی طرح حضرت اسحاق بلکہ حضرت اسماعیل کی پیدایش کی خوشی زیادہ تھی۔ جو پہلوٹے تھے۔ اور حضرت اسحاقؑ کی پیدایش پر تو حضرت اسماعیل ۱۴ سال کے موجود تھے۔ پھر اگر حضرت اسحاقؑ کی پیدایش پر حضرت سارہؑ کو ہنسنا نصیب ہوا۔ تو حضرت اسماعیل کا نام ہی ظاہر کر رہا ہے۔ کہ اُن کے پیدا ہونے سے اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیمؑ و ہاجرہ کی سُن لی۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی رفاقت اور معیت حضرت اسحاق کے ساتھ تھی اسی طرح حضرت اسماعیل کے ساتھ بھی (پیدایش ۲۱ باب ۲۰) بلکہ حضرت اسماعیلؑ کی خاطر خدا تعالیٰ کو زیادہ منظور تھی۔ کہ اُن کی بدولت خداوند کے فرشتے نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا۔ اور چشمہ پیدا کر دیا۔ اللہ کی کمال غور پرداخت اور

اور حفاظت کی تاکید کی (پیدائش ۴۱ باب ۴۱) جس طرح پر اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاقؑ کا نام آپ رکھا (پیدائش ۱۷ باب ۱۹) اسی طرح حضرت اسمعیلؑ کا نام بھی آپ رکھا (پیدائش ۱۱ باب ۱۱) دونو بادشاہوں اور قوموں کے باپ تھے (پیدائش ۱۷ باب) اپنے باپ کی وفات تک برابر متعلق رہے اور خدمات پدری میں شریک تھے (پیدائش ۲۵ باب ۹) دونو جان بحق ہو کر یکساں اپنے لوگوں میں جا ملے اور جنت کے وارث ہوئے (پیدائش ۲۵ باب ۱۷ (۳۶ باب ۲۹) *

پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ کے لئے اولاد ابراہیمؑ کو کنعان کی زمین عطا فرمانے کا وعدہ تھا (پیدائش ۱۳ باب ۱۳) ۱۷ باب) سو حسب وعدہ الٰہی کنعان کا ملک ایک زمانہ تک حضرت اسحاقؑ کی نسل کے قبضہ میں رہا اور جب تک وہ لوگ ایماندار اور خدا تعالیٰ کے احکام پر قایم رہے اُن سے چھینا نہ گیا۔ پھر جب وہ سچے نبیوں کے برخلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور احکام الٰہی کی مخالفت کی۔ تو اُن سے وہ ملک چھینا گیا۔ اور اُن کے بعد دوسرے بیٹے حضرت اسماعیل کی اولاد کے قبضہ میں منتقل ہوا۔ چنانچہ تیرہ سو سال سے آج تک اُنہی کے قبضہ میں ہے۔ جسے ساری دنیا آنکھوں سے دیکھ رہی ہے اگر یہہ وعدہ دونو سے متعلق نہ ہو۔ تو خدا تعالیٰ کے وعدہ میں کذب لازم آتا ہے۔ کہ وعدہ کی زمین ہمیشہ کے لئے بنی اسحاق کو عطا فرمانے کا وعدہ کیا تھا۔ حالانکہ وہ مدت سے اُن کے قبضہ سے نکل چکا۔ اور اب بنی اسماعیل کے تصرف میں ہے۔ پس کلام الٰہی کی صداقت اُس وقت ظاہر ہو سکتی ہے جبکہ یہہ وعدہ حضرت ابراہیمؑ کے دونو بیٹوں سے متعلق ہو۔ خواہ بنی اسحاقؑ ہوں خواہ بنی اسماعیل۔ ورنہ کلام ربانی میں کذب لازم آتا ہے کتاب مقدس

کے احوال باب ۹ میں لکھا ہے کہ یہہ وہی اسماعیل ہے۔ جس سے بارہ رئیس پیدا ہوئے۔ اُسکی اولاد آج تک اسماعیلی کہلاتی ہے اور اُسکے فرقوں میں عربی و ترکی ہیں۔ اس جہت سے وعدہ کی زمین (کنعان) کے پہلے عرب وارث ہوئے اور اب ترکوں کے قبضہ میں ہے *

پس خدا تعالیٰ کے انتظام کو جو دنیا کی نظروں کے سامنے موجود ہے۔ کون جھٹلا سکتا ہے۔ وہ ملک جس کا وعدہ اللہ تعالے نے بار بار حضرت ابراہیم ؑ سے فرمایا تھا (پیدایش ۷ ا باب ۸ و ۱۹ باب ۱۸ - ۲۱) وہ آخر کو حضرت اسماعیل ؑ کی اولاد کو بخشا۔ اور وہ مقدس مقام جہاں قربانی گذرانے حضرت ابراہیم ؑ گئے تھے۔ حضرت اسماعیل کی اولاد کا معبد بنایا اور ایام حج میں وہیں قربانی کرنا اس واقعہ کا نشان اور یادگار ٹھہرایا۔ پس جانو کہ جو ایمان والے ہیں وہی ابراہیم کے فرزند ہیں (گلتی ۳ باب ۷) اور ان باتوں سے حضرت اسماعیل کی فضیلت اور اسلام کی صداقت آفتاب نصف النہار سے روشن تر ہے۔ اور صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل ؑ ہی قربان ہونے کے لئے گئے تھے۔ اور حضرت اسحاق کا نام محض تعصب اور عناد سے اہل کتاب نے توریت میں لکھدیا جس کو دوسرے مقامات اور واقعات صاف جھٹلا رہے ہیں۔ اہل کتاب کو چونکہ بنی اسماعیل سے ہمیشہ تعصب اور عناد رہا ہے۔ وہ اُن کی فضیلت کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اور روحانی برکت سے اُن کو خارج کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے اس مقام میں بجائے اسماعیل کے اسحاق لکھدیا۔ اور بالکل بے جوڑ طور پر ایک اور جگہ یہہ یہہ فقرہ کہ مگر میرا عہد اسحاق سے ہوگا۔ درج کر دیا۔ حالانکہ انتظام الٰہی اور واقعات اس بات کو صریح جھٹلاتے اور دھکا دے رہے ہیں *

ھارن صاحب کے انٹروڈکشن مطبوعہ لنڈن سنہ ۱۸۴۶ء جلد ۴ صفحہ ۳۱۴

میں لکھا ہے کہ عہد عتیق وجدید کی کتابیں اور دیگر تمام قدیمی تحریریں بذریعہ نقل کے ہر ایک کے پاس ہیں اور مروج ہوئیں۔ اس لئے ممکن نہ تھا کہ ان میں غلطیاں داخل نہ ہوں اور جس قدر کتابیں کثرت سے ہوئیں۔ اسی قدر غلطیاں ان میں بڑھیں۔ اور اختلاف عبارت اُن میں پیدا ہوئی۔ اور ایسا ہی پادری فانڈل صاحب اختتام دینی مباحثہ میں لکھتے ہیں۔ کہ بہرحال سہو کاتب بہت ہیں۔ اور یقین سے نہیں کہہ سکتے۔ کہ صحیح کون ہے؟ پھر یہ کتابیں جن لوگوں کی تصنیف ہیں انہی کی وفات کے حالات ان میں درج ہیں۔ اور کئی جگہ ایسے واقعات جو ان کی وفات کے بعد واقع ہوئے۔ پس اسماعیل کی جگہ اسحاقؑ کا لفظ لکھ دینا یا ایک آدھ فقرہ ہی اسحاقؑ کی فضیلت کے لئے بڑھا دینا۔ کچھ بھی تعجب کی بات نہ تھی۔ تاہم یہ اختلاف ایسا بڑا نہیں ہے کہ جیسے سامریوں یعنی اپنی توراۃ میں عیبال کی جگہ جزریم بنالیا ہے (لغت کتاب مقدس صفحہ ۱۶۵) کیونکہ وہ بیت المقدس سے اُنکی انحراف اور روگردانی کا موجب ہو گیا اور یہ تو ایک معمولی بات ہے کہ اسماعیل کی جگہ اسحاقؑ بنا دیا گیا +

اگرچہ دونو نبی زادوں میں سے جو کوئی اس قربانی کے لئے مخصوص کیا گیا ہو۔ ہمارا عین فخر ہے۔ اگر حضرت اسحاقؑ قربان ہونے کے لئے گئے تھے تو کیا وہ ہمارے دشمن تھے۔ ہمارے نزدیک جیسے حضرت اسحاق ع ویسے حضرت اسماعیل ع۔ جیسی محبت اور ادب ہمیں حضرت اسماعیل کا ہے ویسا ہی حضرت اسحاق ع کا۔ وہ بھی خدا کے مقبول اور یہ بھی خدا کے مقبول تھے۔ وہ بھی ہمارے پیغمبر ع کے اجدادوں سے تھے۔ یہ بھی۔ مگر جب کہ محض تعصب اور عناد سے ایک غلطی کی جارہی ہو۔ اور واقعات صادقہ اُسکو جھٹلا رہے ہوں۔ تو اس غلطی کا اظہار و اصلاح ضروری ہوتی ہے +

اور حضرت بی بی ھاجرہ کو جو توریت میں لونڈی کر کے لکھا ہے یہہ صریحاً کسی دیندار کی شرارت ہے۔ جس نے محض تعصب سے حضرت ھاجرہ کو لونڈی لکھدیا۔ حالانکہ بی بی ھاجرہ کے لونڈی ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔ توریت میں کہیں نہیں لکھا کہ حضرت ہاجرہ کو کسی نے مول لیا ہو۔ یا جہاد میں اسیر ہوکر آئی ہوں۔ اور یہی صورتیں لونڈی غلام ہونے کی ہیں۔ بلکہ ربیون کی روایات سے ثابت ہے کہ حضرت بی بی ھاجرہ فرعون کی بیٹی تھیں اور اُس نے اُنہیں حضرت ابراہیمؑ کی کرامت اور عظمت دیکھ کر دیا تھا۔ دیکھو کتاب برلشیت رباہ۔ اہ ربی شلومو اسحاق نے پیدائش ۱۶ باب ا کی تفسیر اس طرح لکھی ہے۔ کہ وہ فرعون کی بیٹی تھی۔ جب دیکھا ان کرامات کو جو بوجہ سارہ واقعہ ہوئیں۔ تو کہا یہہ بہتر ہے کہ رہے میری بیٹی اُس کے گھر میں خادمہ ہوکر اس سے کہ ہو دوسرے کے گھر میں ملکہ اور یہودیوں کی کتاب سفر الاشار میں لکھا ہے۔ کہ حضرت ابراھیمؑ جب مصر میں تشریف لے گئے۔ تو مصر کے بادشاہ فرعون نے حضرت سارہ کو خوبصورت دیکھ کر ان سے شادی کا ارادہ کیا۔ جس سے وہ طرح طرح کی صدموں میں گرفتار ہوا۔ اس پر اُس نے اپنی بیٹی بی ھاجرہ کو حضرت ابراھیمؑ کی نذر کیا۔ انتہٰی +

پھر یہہ کہ حضرت بی بی قطورہ جو کہ حضرت ابراہیمؑ کی تیسری زوجہ تھیں۔ جنہیں توریت میں لونڈی نہیں لکھا ہے۔ اُن کی اولاد کے واسطے کہیں توریت میں یہہ بزرگی نہیں ہے۔ کہ خدا اُس کے ساتھ تھا۔ مگر بی بی ھاجرہ کے واسطے یہہ آیت توریت میں موجود ہے (پیدایش ۲۱ باب ۲) پس جب خداتعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ کو یہہ مرتبہ بخشا۔ کہ جس طرح بارہ فرقے حضرت اسحاق کی اولاد میں۔ اسی طرح حضرت اسماعیلؑ اولاد میں قایم کئے۔ اور

آخرکار وہ ملک بھی اُنہیں عطا فرمایا۔ جس کے دینے کا بار بار حضرت ابراہیمؑ سے وعدہ فرمایا گیا تھا۔ تو حضرت ھاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ کی فضیلت میں کون کلام کرسکتا ہے؟ علاوہ اس کے اسبات کا کیا جواب ہے کہ قوم بنی اسرائیل ساری کی ساری بارہا اسیر اور غلام ہوئی۔ اور انہی میں سے حضرت عیسٰی علیہ السّلام تولّد ہوئے ؛

حضرت اسحٰق علیہ السّلام

حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے بیٹے تھے۔ جو بی سارہ کے بطن سے پیدا ہوئے جس وقت ملائکہ ربّانی حضرت لوطؑ کی قوم پر عذاب الٰہی کی خبر لائے ہیں۔ اُس وقت اُنہوں نے اُن کی ولادت کی بشارت دی۔ جس پر حضرت سارہ ہنس پڑیں۔ کہ کیا بوڑھی بانجھ کے ہاں بیٹا ہوگا؟ مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ ہی کو صاحبِ اولاد بنا دیا۔ اور یہہ اُسکا بڑا فضل و کرم تھا حضرت اسحاق کا نام اس وجہ سے اسحاق ہوا۔ کہ اُن کی والدہ اُنکی پیدائش کی خبر سُن کر ہنس پڑیں اور تعجّب کرنے لگی تھیں۔ اُن کا ذکر خیر قرآن شریف[1] میں کئی جگہ آیا ہے۔ اور نہایت تعظیم کے ساتھ جو آنحضرت صلعم کی نبوت کی صداقت کی بڑی بھاری دلیل ہے۔ اگر وہ خدا کی طرف سے نہ ہوتے۔ تو پھر حضرت اسحاقؑ کی نسبت اُن کو ضرور کچھ نہ کچھ تعصّب ہوتا۔ مگر قرآن شریف میں جیسی فضیلت حضرت اسماعیلؑ کی مندرج ہے۔ ویسی حضرت اسحاقؑ کی۔ جیسے حضرت اسماعیلؑ آنحضرت صلعم کے آبا و اجداد میں سے

[1] قرآن شریف میں ان کا ذکرِ خیر ان سورتوں میں ہے۔ بقرہ۔ مریم۔

شمار ہوتے ہیں۔ ویسی ہی حضرت اسحاق ؑ

حضرت یعقوبؑ علیہ السلام

اور

بنی اسرائیل

چونکہ یہہ نبی حضرت اسحاقؑ کے عقب میں بشارت کے موافق پیدا ہوئے۔ اس لئے ان کا نام یعقوب رکھا گیا۔ (وَمِن وَّرَآءِ اسحاق یعقوب) ان کا نام اسرائیل بھی ہے (یعنی خدا کا بندہ یا عبد اللہ) ان کی نسل بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔ جن کا کئی جگہ ذکر قرآن شریف میں آیا ہے۔ ان میں سے جو لوگ حضرت موسیٰؑ کے پیرو ہوئے یہود کہلائے۔ اور بنی اسرائیل بھی۔ حضرت اسماعیلؑ کی طرح حضرت یعقوبؑ کے بھی بارہ بیٹے تھے۔ یہہ لوگ حضرت یوسفؑ کی وجہ سے کنعان سے مصر میں چلے گئے۔ وہاں اُن کی نسل بہت بڑھی اور خوب پھیلی۔ مصر کے وہ بادشاہ جو حضرت یوسف کی خدمات سے واقف اور معترف تھے ان لوگوں کی بہت عزت و عظمت کیا کرتے۔ مگر جب نیا خاندان شاہی قایم ہوا۔ تو وہ یوسفؑ کی خدمات سے آشنا نہ تھے۔ اُن کو ایک غیر قوم کے لوگوں کا بڑھنا اور پھیلنا نہایت ناگوار ہوا۔ ان کو بہت ایذائیں دینے لگے۔ مصر کا فرعون جو حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں تھا۔ ان لوگوں کا سخت دشمن ہوگیا۔ ان سے بیگاریں کام لیا کرتا۔ اُن کے بیٹوں کو ذبح

---

[1] قرآن شریف میں حضرت یعقوب کا ذکر ان سورتوں میں ہے۔ یوسف۔ بقرہ۔ نساء

کر ڈالنا - اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دینا - اور سخت تکلیف اور ایذائیں دیا کرنا - آخر حضرت موسیٰ ؑ جیسے منجی قوم کی طفیل یہہ لوگ پھر اپنے اصلی وطن کنعان میں چلے آئے - اور شام وغیرہ میں پھیل گئے - اُن کی بہت سی سلطنتیں قایم ہوئیں - اُن میں ۲ انبیاء پیدا ہوئے - اِس لئے یہہ خاندان تمام روئے زمین پر متبرک اور مشہور ہوگیا - آنحضرت صؐ کے زمانہ میں یہہ لوگ مدینہ اور اُس کی نواح خیبر وغیرہ میں آرہے تھے - قرآن شریف میں انہی لوگوں کی طرف خطابات ہیں +

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السّلام کے قصہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ۲ احسن القصص یعنی تمام قصّوں میں سے عمدہ بیان فرمایا ہے اور الحق کہ یہہ قصّہ تمام قصوں میں نہایت ہی عجیب اور اسرار الہیات سے بھرا پڑا ہے - جس کے مفصّل بیان کے لئے ایک دفتر چاہئے - چونکہ یہہ قصّہ اُس احسن البشر افضل المخلوقات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے حالات بابرکات کے ساتھ کمال مطابقت رکھتا ہے - اس لئے اِسکا حُسن دوبالا ہورہا ہے حضرت یوسف ؑ کا قصّہ خدا تعالیٰ کی عجیب حکمت اور نشانِ قدرت کا ایک بڑا نظارہ ہے - خدا تعالےٰ کے ایک برگزیدہ بندے کے ساتھ اُس کے بھائی کس طرح حسد و عداوت سے پیش آئے - اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس حسد و عداوت کو کس طرح حضرت یوسف ؑ کے حق میں موجب خیر

وبرکت بنادیا- اور وہ مقولہ کیا ٹھیک ثابت ہوا کہ ؎ عدو شود سبب خیر
گر خدا خواہد * اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ کو سرفراز- اور اُسکے بھائیوں
کو سرافگندہ عجز و نیاز کیا- اللہ تعالیٰ اس قصہ کے آخر میں فرماتا ہے- کہ
ان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب - ماکان حدیثا یفترے
ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل کل شئی وھدیً
ورحمۃ لقوم یومنون ہ یقیناً ان لوگوں کے حالات میں دانشمندوں
کے لئے بڑی عبرت ہے- یہہ کوئی بناوٹی بات اور فسانہ نہیں- بلکہ کتب
سابقہ کی تصدیق ہے- اور اس میں بڑی بھاری صداقت موجود
ہے- اور ہر شے کی تفصیل اور اہل ایمان کے لئے ہدایت اور رحمت *

قصے اور بناوٹی بات کا کوئی سر و پا نہیں ہوتا- نہ اُسکی تہ میں کوئی حقیقت
مخفی ہوتی ہے- نہ اس کا کوئی واقعی اور عملی نتیجہ ہوتا ہے- بلکہ فرضی قصہ
فرضی کیفیت اور فرضی نتیجہ- قرآن شریف حقیقی واقعات بیان کرتا
ہے- جنکا سچ ہونا اس سے ظاہر ہے- کہ یہہ اگلی کتابوں کے موافق ہیں
اور ان کی عملی نظیر یہہ ہے- کہ جس طرح ان انبیاء کا آغاز و انجام ہوا
بالکل اسی طرح اس آخری نبی کا آغاز و انجام ہوگا- اس کے مخالف نادم
اور ذلیل- اور اُس کے ماننے والے غالب اور عزیز ہوں گے *

حضرت یوسف ؑ کا مفصل حال سورہ یوسف میں لکھا ہے
ناظرین کو وہاں سے بغور پڑھنا چاہئے- مختصر یہہ ہے- کہ حضرت یعقوبؑ
کے بارہ بیٹے تھے- حضرت یوسف اور اُن کے سگے بھائی بن یامین
چونکہ سب سے چھوٹے تھے- اُن سے حضرت یعقوب بہت محبت
کرتے- اور خصوصاً حضرت یوسف ؑ کی جدائی کو وہ دم بھر گوارا نہ کرسکتے تھے

حضرت یوسفؑ نے ایک خواب دیکھا۔ کہ گیارہ ستارے اور سورج
اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ یہہ اس بات کا اشارہ تھا۔ کہ گیارہ
بھائی اور اُن کا ماباپ حضرت یوسفؑ کے آگے کسی وقت سر
بسجود اور زیر حکومت ہوں گے۔ اس بات سے بھائیوں کو حضرت
یوسفؑ پر حسد ہوا۔ وہ اُن کو اُن کے باپ کے پاس سے پھسلا لے گئے۔
اور صلاح مشورہ کے بعد ایک کنوئیں میں ڈال دیا۔ اور باپ سے آکر
کہدیا۔ کہ اُسے بھیڑیا کھا گیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد ایک قافلہ اُس کنوئیں
کے پاس اُترا۔ اُنہوں نے کنوئیں میں سے حضرت یوسفؑ کو نکالا۔ یوسف
کے بھائیوں کو خبر ہوئی۔ اُنہوں نے باپ کی نظر سے ہمیشہ کے لئے دور
کرنے کے خیال سے اُن کے پاس بیچ دیا۔ اُس قافلہ نے مصر میں آکر
حضرت یوسفؑ کو بیچ ڈالا۔ عزیز مصر نے خریدا۔ اُس کی بیوی اُسپر
عاشق ہوگئی۔ اور حضرت یوسفؑ کو اپنے ڈھب پر لانے کے لئے
بہتیری کوشش کی۔ مگر یوسف صدیق کے دل صادق نے اس بات کو
ہرگز نہ روا رکھا۔ اور بالکل انکار کردیا۔ یہہ بات سارے مصر میں پھیل
گئی۔ عزیز مصر نے اپنی عورت پر سے الزام دور کرنے کے لئے حضرت
یوسفؑ کو ناحق قید خانہ میں ڈال دیا۔ اسی اثنا میں فرعون مصر نے
ایک خواب دیکھا۔ جس کی نہایت ہی عمدہ تعبیر حضرت یوسفؑ نے
بیان کی۔ اور وہ تجویز بھی بتادی۔ جس سے وہ مصیبت ٹل جائے۔ مصر
کا بادشاہ حضرت یوسف کے جمال کا مشتاق ہوا۔ اُن کو بڑی عزت کے
ساتھ قید خانہ سے نکلوا منگایا۔ اور اپنا وزیر اعظم بنایا۔ اور تمام کاروبار
سلطنت اُنہی کے سپرد کردیا۔ اسی اثنا میں فرعون مصر کی خواب کے

مطابق تمام ملک مصر میں قحط پڑا۔ اور کنعان تک اُسکا اثر پہونچا۔ یوسف کے بھائی بھی کئی دفعہ مصر میں غلہ لینے آئے۔ حضرت یوسف نے پہچانا۔ مگر جتایا نہیں۔ آخر ایک تدبیر سے اپنے چھوٹے بھائی بن یامین کو بھی بُلا منگایا۔ اُس وقت اپنے تئیں اُن پر ظاہر کردیا۔ حضرت یوسفؑ کے بھائی ڈرے کہ کہیں اُس بدی کا جو ہم نے یوسف کے ساتھ کی ہے انتقام نہ لے۔ مگر حضرت یوسف نے عفو اور کرم کو کام فرما کر اُن کے تمام قصور معاف کردیئے۔ اور معاف کہدیا۔ کہ لاتثریب علیکم الیوم یغفراللہ لکم وھوارحم الرّاحمین۔ تمہارا کوئی قصور نہیں۔ خدا تم کو معاف کرے اور وہ ارحم الراحمین ہے ✦

حضرت یوسفؑ کے ماباپ بھی مصر میں پہونچ گئے۔ اور گیارہ بھائی اور یوسف کے ماباپ خواب کے مطابق حضرت یوسفؑ کے زیر سایہ آپہونچے۔ ورفع ابویہ علی العرش وخرّوا لہ سجدًا وقال یا ابت ھذا تاویل رؤیای من قبل۔ قد جعلھا ربی حقا ✦ حضرت یوسفؑ کے حالات میں طالبانِ حق اور اہل بصیرت کے لئے قدرت الٰہی اور صداقت نبوی کے بڑے نشان ہیں۔ انّ فی ذالک لایات للسائلین ایک نشان تو یہی ہے کہ اُن کے نام ہی میں اُن کے انجام حال کی نسبت بڑی پیشین گوئی ہے۔ کیونکہ یہہ لفظ اسف سے مشتق ہے۔ جس کے معنے غم و افسوس کے ہیں۔ اور واقعی اُن کو اور اُن کے سبب سے اُن کے باپ حضرت یعقوبؑ کو جو رنج و حزن لاحق ہوا یہہ نام ہی اُسکی پیشین گوئی کر رہا تھا۔ حضرت یوسفؑ نے آخر کو بے اختیار ہوکر پکارا۔ کہ یا اسفی علی یوسف۔ یوسف پر افسوس۔ دیکھا چاہیئے۔ کہ

۲۔ سفی اور یوسف کس طرح ایک ہی مادہ کے لفظ آخر میں آ جمع ہوئے ہ

اب جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حال کے ساتھ اس قصہ کو منطبق کرتے ہیں۔ کس طرح حضرت یوسف کے بھائیوں نے حسد اور عداوت کی راہ سے حضرت یوسف ۴ کو باپ کی نظروں سے دور پھینکا۔ مگر اللہ تعالی کی قدرت دیکھو حضرت یوسف ۴ کا کنعان سے خروج ہی اُن کی کمال عزت وشوکت حشمت ورفعت کا موجب ہوگیا۔ اور آخر کار اللہ تعالی نے اُن کے سب بھائیوں کو جنہوں نے عداوت کی راہ سے اُنہیں حقیر اور ذلیل سمجھ کر کنعان سے نکال دیا تھا۔ اُن کے سامنے جھکایا اور اُن کے قدموں میں گرایا۔ حضرت یوسف ۴ نے باوجود ایسے سلوک کے بھائیوں سے مطلق انتقام نہ لیا۔ اور لاتثریب علیکم الیوم کہکر یک لخت معاف کردیا۔ اور ہمیشہ کے لئے دل سے بھلا دیا۔ ایسا ہی جناب رسول کریم ۴ کی قوم آنحضرت ۴ کو بے قدر اور ذلیل سمجھ کر قتل کے لئے آمادہ ہوئی۔ اور آخر کار مکہ سے مہاجرت کا موجب ہوئی۔ مگر شان ایزدی دیکھو۔ حضرت رسول خدا ۴ کی حالت کس طرح حضرت یوسف کی حالت کے ساتھ مطابق ہوئی۔ رسالت مآب کی وہی مہاجرت آپ کی کمال عزت ورفعت اور شان وشوکت کا موجب ہوگئی۔ اور آپ دنیا ودین کے اول درجہ کے بادشاہ بن گئے۔ اور جن لوگوں نے آپ کو وطن سے نکالا تھا۔ فتح مکہ کے بعد سب کے سب حضور کے سامنے جھکائے اور گرائے گئے۔ یہہ وہ وقت تھا۔ کہ آپ ۴ چاہتے۔ تو تمام دشمنان دین کو ایک حکم کے اشارہ سے تہ تیغ کروا دیتے مگر اللہ رے آپ کا حوصلہ اور عفو ورحم۔ کہ مطلق زبان پر نہ لائے۔ اور حضرت یوسف ۴

کی طرح لا تثریب علیکم الیوم کہہ کر دم بھر میں سب کچھ دل سے بھلا دیا۔
ایسا ہی قوم یہود نے اپنے بھائی (بنی اسماعیل) کے فخر حضرت محمد رسول اللہ
صلعم کے ساتھ مدینہ میں سلوک کئے۔ حسد اور بغی کی راہ سے اُس مثیل
موسیٰ کی مخالفت کی۔ مگر آخرکار سب کے سب آپ کے سامنے جھکائے
اور گرائے گئے۔ اُس رحیم و کریم رسول نے اُن کو کئی دفعہ معاف کیا۔ بہت
دفعہ چاہا۔ کہ یہہ قوم ہلاک نہ ہو۔ مگر اپنی متواتر شرارتوں۔ بغاوتوں یسعون
فی الارض۔ عہدشکنیوں کی وجہ سے آخرکار خدا تعالیٰ کی پیشین گوئی (استثنا
۱۸ باب ۱۵) کے موافق اُن سے مواخذہ ہوا۔ سب کے سب قتل۔ قید۔
یا جلاوطن کئے گئے ۔

حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت یعقوبؑ کے بھائی عیص کی نسل سے ہیں۔ ان کا واقعہ ایک بڑا
نشان ہے اس بات کا۔ کہ جو لوگ خدا کی راہ میں مصائب اور تکالیف
کو برداشت کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو ضایع نہیں کرتا۔ بلکہ آگے سے
بڑھ کر عطا فرماتا ہے۔ یہی نبی ہیں جو پہلے بڑے آسودہ حال اور صاحب
مال و اولاد تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے سب کچھ اُن سے چھین لیا۔ اور
آخرکار وہ ایسے سخت امراض میں مبتلا ہو گئے۔ کہ اُس سے مرنا بدرجہا
ترجیح رکھتا تھا۔ مگر وہ ہر حال میں صابر و شاکر اور راضی برضاءاللہ ہر ایک
امتحان میں کامل نکلے۔ یہاں تک کہ حضرت ایوبؑ کا صبر ضرب المثل

۵ حضرت ایوب کا ذکر سورہ انبیا اور ص میں ہے ۔

ہوگیا ہے۔ آخر اللہ تعالےٰ نے اُن کو صحت دی پہلے سے دُگنا مال اولاد اور سب کچھ عطا فرمایا۔ اور وہ وعظ و نصیحت سے ایک دنیا کو راہ راست پر لائے ❊

حضرت شعیب علیہ السّلام

حضرت شعیب۔ اہل مدین اور اصحاب الایکہ (بن والوں) کی طرف مبعوث ہوئے۔ اُن کا لقب خطیب الانبیا ہے۔ بڑے شیریں زبان اور فصیح البیان تھے۔ اُن کی اُمت کے لوگ علاوہ بت پرستی کے ناپ تول میں بھی بڑی کمی کرتے۔ کھوٹے سکے چلاتے اور ڈاکے مارتے تھے۔ اُن کا وعظ جو قرآن شریف کی سورہ اعراف اور سورہ ھود میں موجود ہے۔ بڑا ہی عجیب اور پُر اثر ہے۔ اُنہوں نے ہر چند قوم پر وعظ کیا۔ اُن کو طرح طرح سے سمجھایا۔ مگر سوائے چند لوگوں کے اور کوئی ایمان نہ لایا۔ بلکہ اور جگہ کے لوگ جو حضرت شعیب پر ایمان لانا چاہتے۔ اہل مکہ کی طرح اُن کو بھی یہہ لوگ ایمان لانے سے روکتے اور بڑی بڑی شرارتیں کرتے۔ حضرت شعیبؑ کو ہنسی مخول کرتے۔ استہزا اور تضحیک سے پیش آتے۔ اور اگر حضرت شعیب کی برادری کا دباؤ اُن پر نہ ہوتا۔ تو وہ اُس مقدس نبی کو سنگسار ہی کر کے رہتے۔ حضرت شعیبؑ نے اُن کو سمجھایا۔ کہ اے میری قوم غضب الہی سے ڈرو۔ حضرت نوحؑ۔ ہودؑ۔ صالحؑ اور لوطؑ کی قوم کا سا حال تمہارا نہ ہو۔ مگر وہ سُننے والے جن تھے؟ ایسے گستاخ اور شریر کہ حضرت شعیب کو علانیہ کہنے لگے

ؔ حضرت شعیب کا ذکر سورۂ اعراف۔ ہود۔ عنکبوت۔ حجر۔ شعرا میں ہے ؔ مدین کے پاس ایک شہرستان ہے ۱۲

کہ اچھا وہ عذاب الٰہی لے آ۔ حضرت شعیبؑ نے جناب رسول خداؐ کی طرح ہی فرمایا۔ کہ فاصبروا حتی یحکم اللہ بیننا وھو خیر الحاکمین۔ اچھا صبر کرو۔ یہاں تک کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کرے۔ اور وہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور دعا کی۔ کہ ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین اے میرے رب ہم میں اور ہماری قوم میں حق حق فیصلہ کردے۔ جو تیرے مقبول اور صادق لوگ ہیں ان کو غلبہ دے۔ اور جو تیرے برخلاف اٹھ کھڑے ہیں اور تیری نظر میں کاذب ہیں۔ ان کو ذلیل کر۔ اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس مقدس نبی کی دعا سنی۔ انجام یہ ہوا۔ کہ ایک ایسا شدید زلزلہ آیا کہ وہ سب کے سب ہلاک ہوئے۔ اور اپنے گھروں میں جیسے بیٹھے تھے۔ بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔ حضرت شعیب اور ان کے ساتھ والے مومن اس عذاب سے نجات پا گئے۔

حضرت شعیب کا واقعہ سورہ اعراف اور سورہ ہود میں پڑھو۔ حضرت رسول خداؐ کے حالات اور وعظ کے ساتھ کیا مناسبت رکھتا ہے اور کیسی بڑی بھاری بشارت ہے کفار مکہ کی ہلاکت اور جناب رسول خداؐ کی فتح و نصرت کی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ جناب رسول خداؐ اور آپ کے ساتھ والے مومن تمام مظفر و منصور ہوئے۔ اور مکہ کے کفار اور معاندان دین حضرت شعیب کی قوم کی طرح سب کے سب فنا اور ہلاک اور تباہ اور برباد ہو گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ[1] علیہ السلام بڑے جلیل الشان صاحب شریعت نبی گذرے ہیں جن پر توریت شریف نازل ہوئی۔ سینکڑوں انبیاء بنی اسرائیل و مجددین دین توراۃ ہی کے متبع رہے۔ اور توریت ہی کی تعلیم پر لوگوں کو چلاتے رہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے ذکر میں بیان ہو چکا ہے کہ کس طرح حضرت یعقوب ؑ کی اولاد (بنی اسرائیل) مصر میں آئے۔ مصر کے وہ فرعون[2] جو حضرت یوسف ؑ کی خدمات سے واقف اور اُن کے ممنون تھے۔ بنی اسرائیل کی بہت رعایت کرتے رہے۔ لیکن جب ایک نیا خاندان شاہی تخت نشین ہوا۔ تو وہ حضرت یوسف ؑ کی خدمات سے واقف اور اُن کے احسانات کے معترف نہ تھے۔ وہ ان سے بہت بدسلوکیاں کرنے لگے۔ مصر میں بنی اسرائیل کثرت سے پھیلے۔ اور اُن کی ایک بڑی زبردست قوم بن گئی۔ مصر کے بادشاہوں کو اُن سے بڑا کھٹکا ہوا۔ اور غیر قوم کا بڑھنا اُنکو سخت ناگوار ہوا۔ ان لوگوں سے ذلیل خدمتیں لے کر اُن کی زندگی تلخ کی۔ آخر کار اُس فرعون نے جو حضرت موسیٰ ؑ کے زمانہ میں ہوا۔ حضرت موسیٰ ؑ

---

[1] حضرت موسیٰ ؑ کا ذکر سورہ بقرہ۔ نساء۔ انعام۔ مائدہ۔ اعراف۔ یونس۔ ہود۔ ابراہیم۔ بنی اسرائیل۔ کہف۔ مریم۔ طٰہٰ۔ انبیا۔ مومنون۔ فرقان۔ شعرا۔ نمل۔ قصص۔ عنکبوت۔ صافات۔ مومن۔ حٰم سجدہ۔ دخان۔ ذاریات۔ صف۔ نازعات۔ احزاب۔ سبا۔ ثبہ۔ قمر۔ مزمل۔ وغیرہ میں ہے۔ حضرت موسیٰ کا ذکر قرآن شریف میں سے اور کسی نبی کا اتنا ذکر نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ؐ حضرت موسیٰ کے مثیل تھے۔ اثبات مثیلیت کے لئے اللہ تعالیٰ متفرق مقامات میں کسی طرح سے حضرت موسیٰ کا حال لاتا ہے۔ [2] فرعون۔ مصر کے ہر ایک بادشاہ کا لقب تھا۔ جیسے اب خدیو مصر۔ کسی میں بادشاہ کا نام نہیں۔ اس فرعون کا نام مصعب بن ولید تھا۔

کی پیدائش سے پیشتر ایک خواب متوحش دیکھا جس کی تعبیر نجومیوں نے یہہ دی - کہ بنی اسرائیل میں ایک بڑا زبردست شخص قوم کا منجی پیدا ہونے والا ہے جو مصر کی سلطنت کو درہم برہم کرے گا - اور اپنی قوم کو آزاد کرائے گا - فرعون یہہ بات سُنکر سخت ہراساں ہوا - اور اُس نے حکم دیدیا کہ آیندہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو وہ قتل کردیا جائے - اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیا جائے - اس حکم کی تعمیل ہونے لگی اور بنی اسرائیل پر سخت ظلم ہونے لگا - مگر ارادہ الہی کا کون مقابلہ کرسکتا ہے ؟ آخر کار قوم کے وہ نجات دینے والے - یعنی حضرت موسیٰ؈ عمران کے گھر میں پیدا ہوئے - اُن کی ماں نے مارے ڈر کے اُس بچہ کو ایک صندوق میں ڈالکر دریائے نیل میں بہا دیا - یہہ صندوق بہتا بہتا فرعون کے محل کے قریب پہونچا - فرعون والوں نے اُس کو اُٹھا لیا - اور قریب تھا کہ اُسے قتل کردیں - مگر فرعون کی بیوی آسیہ جو خدا ترس - صاحب ایمان تھی - اُس نے قتل سے باز رکھا - اور کہا - کہ ہم اسے بیٹا بنالیں گے - اتفاقات عجیبہ سے حضرت موسیٰ؈ کی ماں ہی دائی بنی - اور دودھ پلانے لگی - جب حضرت موسیٰ؈ نے پرورش پائی - تو لوگ انہیں فرعون کا بیٹا کہتے تھے *

اس طرح حضرت موسیٰ؈ نے اپنے دشمن ہی کے گھر میں پرورش پائی - اور خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے تربیت کی - حضرت موسیٰ؈ جب بڑے ہوئے تو اپنی قوم کی دردناک حالت دیکھ کر نہایت پریشان ہوئے اور جہانتک اُن سے ہوسکا - قوم بنی اسرائیل کی رعایت کرنے لگے - ایکدن قوم بنی اسرائیل کے ایک آدمی پہ ایک قبطی ظلم کررہا تھا - آپ نے تادیب کے لئے اُس قبطی کو ایک مُکّا مارا - وہ مرہی گیا - یہہ خبر رفتہ رفتہ پھیلی -

فرعون حضرت موسیٰ ؑ کے قتل کے درپے ہوا۔ حضرت موسیٰ ؑ کو ایک شخص نے اُن کے ارادے سے اطلاع دیدی۔ آپ مصر کو چھوڑ کر مدین کی طرف ہجرت کر گئے۔ تھکے ماندے ایک کنوئیں پر آرام کیا۔ وہاں بہت سے چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے۔ دو لڑکیاں بھی پانی پلانے کے لئے کھڑی تھیں۔ حضرت موسیٰ ؑ نے اُن کے لئے پانی کھینچ کر اُن کی بکریوں کو پانی پلا دیا۔ اُن لڑکیوں نے یہہ حقیقت اپنے باپ سے جا بیان کی۔ اُس نے حضرت موسیٰ ؑ کو بلایا۔ اور ایک لڑکی سے نکاح کر دیا وہاں حضرت موسیٰ ؑ دس برس رہے۔ اور بعد اُس کے رخصت چاہی۔ رخصت پانے پر حضرت موسیٰ ؑ اپنے بال بچوں کو لے کر چلے جاڑے کا موسم تھا۔ کوہ طور کے قریب پہونچے۔ تو وہاں ایک روشنی سی نظر آئی بیوی کو کہا۔ کہ یہیں ٹھیرو۔ میں تاپنے کے لئے وہاں سے آگ لاتا ہوں جب بہت قریب پہونچے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ وہ نار نہیں۔ بلکہ الٰہی نور تھا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی۔ کہ انی انا اللہ رب العالمین میں ہوں دنیا کا صاحب اپنی جوتی اُتار کہ تو میدان پاک طوی میں کھڑا ہے غرض کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ ؑ کو عظیم الشان معجزات اور نبوت عطا فرمائی۔ اور حکم ہوا۔ کہ تو اور تیرا بھائی فرعون کے پاس جاؤ۔ اور اُسے راہ حق کی طرف بلاؤ۔ اور اُسے کہدو۔ کہ بنی اسرائیل کو چھوڑ دے۔ اور اُنہیں ستائے نہیں ❊

حضرت موسیٰ اپنی کمزوری اور بے سامانی جانتے تھے۔ اور اُدھر اُس گردن کش مغرور و متکبر فرعون کو بھی جانتے تھے۔ ادب کے ساتھ بارگاہِ عزت میں عرض کی۔ کہ بار خدایا! مجھے خوف ہے۔ کہ وہ متکبر و مغرور میری

بات تک نہیں سنے گا۔ اور سرکشی کرے گا۔ اور بدسلوکی سے پیش آئیگا۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ کچھ خوف نہ کرو۔ انی معکما اسمع واری۔ میں تمہارے
ساتھ ہوں۔ ہرایک بات سنتا اور ہر ایک چیز دیکھتا ہوں۔ بلا کسی خوف وخطر
کے فرعون کے پاس جاؤ۔ اس الہام الٰہی سے حضرت موسیٰ ؑ کا دل
قوی ہوگیا۔ اور تائید الٰہی کے تیز تیز ہتھیار کے ساتھ مسلح ہوکر فرعون
کے حضور میں پہونچے اور اُسے پیغام الٰہی پہونچایا۔ اور ساتھ ہی یہہ
دھمکی دی۔ کہ اگر میرا کہنا نہیں مانوگے تو عذاب الٰہی میں گرفتار ہو
جاؤگے۔ فرعون ایک زبردست متکبر ومغرور بادشاہ اپنی رعایا میں
اپنے تئیں رب مشہور کئے ہوئے تھا۔ اپنے امراء و وزراء سے اسے
خداوند اے خداوند کہلانے کا عادی تھا۔ حضرت موسیٰ ؑ کا یہہ حکم
سنتے ہی طیش میں آگیا۔ اُس نے دیکھا۔ کہ وہی موسیٰ جو کل بچہ سا اُسی
کے گھر میں پلا۔ اور ایک حقیر وذلیل آدمی ہے۔ جس کے ساتھ نہ کوئی جاہ
و جلال۔ نہ کوئی لشکر نہ زور نہ زر ہے۔ اُسے اس طرح دھمکیاں دے رہا ہے
کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ کردے۔ ورنہ تجھ پر عذاب الٰہی نازل ہوگا۔
موسیٰ ؑ ہے ہی کیا چیز۔ اور پھر اُس کا یہہ رب کون ہے؟۔ چنانچہ اُس نے
طنز کے ساتھ پوچھا۔ بھلا بتا تیرا رب کون ہے؟ حضرت موسیٰ ؑ نے اپنے
رب کے ثبوت میں بڑے بڑے دلائل دیئے۔ اور اپنی رسالت کا ثبوت
دیا۔ مگر فرعون نے نہ مانا۔ وہ دیکھتا تہا۔ کہ نہ موسیٰ ؑ کے ہاتھ میں کنگن[1]
ہی ہیں نہ زر و لشکر ہے۔ یہہ کر ہی کیا سکے گا۔ کھسیانا ہوکر جواب دیا۔ کہ اے
موسیٰ تو یہہ چاہتا ہے۔ کہ اپنے جادو سے ہمیں اس سرزمین سے نکالدے
ہم بھی اپنا جادو تجھے دکھائیں گے۔ ہمارے ساتھ مقابلہ کے لئے کوئی دن

(۱) اُس زمانہ میں کنگن امارت اور ریاست کا نشان تھا ۲

مقرر کر۔ تو اپنے دلایل پیش کر۔ ہم اپنے زبردست دلایل لانے ہیں دیکھیں تو تو کس طرح ہم پر غالب آتا ہے۔ حضرت موسیٰ ؑ تو یہی چاہتے تھے بڑی خوشی سے دن مقرر کیا۔ اور عید کے دن میدان میں مقابلہ شروع ہوا۔ ایک طرف حضرت موسیٰ ؑ تائیدات الٰہی کے آسمانی لشکر کے ساتھ کھڑے ہو گئے دوسری طرف فرعون اپنے تمام علما و امرا اور جادوگروں کے ساتھ موجود ہو گیا مقابلہ شروع ہوا۔ پہلے کئی گفتگوئیں ہوئیں۔ جس میں فرعون کا فریق مغلوب ہو گیا۔ آخر کار گھبرا کر اُنہوں نے یہہ صلاح کی۔ کہ سب مل کر جادو کرو۔ کیونکہ فلاح اسی کی ہے۔ جس کی آج فتح ہو گی۔ اُنہوں نے حضرت موسیٰ سے پوچھا۔ کہ پہلا وار تم کرنا چاہتے ہو یا ہم کریں۔ حضرت موسیٰ ؑ نے کہا۔ کہ پہلے تم ہی کرو۔ چنانچہ اُنہوں نے رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں اور توجہ کا اُن پر ایسا زور ڈالا۔ کہ وہ خطرناک چیزیں دکھائی دینے لگیں۔ حضرت موسیٰ ؑ نے کفار کا غلبہ دیکھکر جناب باری کی طرف توجہ کی۔ ارشاد ہوا۔ کہ جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے تو بھی پھینک دے۔ یہہ اُن کی کل کارستانیوں کو نگل جاوے گا۔ حضرت موسیٰ ؑ نے ایسا ہی کیا۔ فرعون والوں پر حضرت موسیٰ ؑ کی صداقت کھل گئی۔ اور بھری مجلس میں کئی ایک جادو کرنے والے سجدہ کرتے ہوئے پکار اُٹھے کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لے آئے۔ اس سے فرعون کو سخت شکست اور ذلت نصیب ہوئی۔ وہ کھسیانا ہو کر ان ایمان لانے والوں کو کہنے لگا۔ تم میری اجازت کے بغیر خود بخود میرے مخالف پر ایمان لے آئے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ در اصل وہ تمہارا اُستاد ہے۔ اور تمہاری اس سے سازش ہے۔ میں اسی دم تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالوں گا اور تمہیں سولی پر

چڑھا دوں گا۔ اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ میں غالب ہوں اور میرا عذاب سخت ہے۔ یا موسیٰؑ غالب ہے اور اُس کے رب کی مار سخت ہے۔ فرعون کو اس دھمکی پر اُمید تھی۔ کہ وہ جادوگر توبہ کر لینگے اور اپنی بات پر پشیمان ہوکر اُس کی طرف رجوع کرینگے۔ مگر خداتعالیٰ کو اُس نخوت شعار ابلیس کی گردن توڑنی منظور تھی۔ جادوگر بڑے قوی دل اور حوصلہ کے ساتھ بولے۔ کہ جو تیرا جی چاہے کر۔ ہم تو سچی بات سے کبھی پھرنے والے نہیں ہیں۔ تیرا بس تو اسی قدر چلتا ہے کہ ہمارے جسموں کو تکلیف دے۔ مگر ہم اپنی روح کی فکر میں ہیں جسموں کی کچھ پروا نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے۔ تاکہ وہ ہمارے گناہ بخش دے۔ اور ہمارا وہ قصور بھی معاف کردے۔ جو ہم نے تیرے حکم کے بموجب خدا تعالےٰ کے برگزیدے کے مقابلہ پر سحر دکھانے میں کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے عاجز اور کمزور بندے کو ایسی کامل فتح بمقابلہ ایسے زبردست اور گردن کش بادشاہ کے عطا فرمائی۔ تو وہ نہایت ذلیل ہوا۔ حضرت موسیٰؑ کے برخلاف طرح طرح کے منصوبے سوچنے لگا۔ مگر جس کا خدا حافظ ہو۔ انسان اُس کا کیا بگاڑ سکتا ہے! حضرت موسیٰ ہر حالت میں مظفر و منصور اور اُس کے مکروں سے محفوظ رہے۔ فرعون والوں پر خدا کی طرف سے کئی بلائیں اور ابتلائیں نازل ہوئیں۔ مگر وہ سوبراہ نہ ہوئے اور ویسے سخت کے سخت رہے۔

آخرکار ایک دن راتوں رات ارشاد الٰہی سے حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے نکل گئے۔ اور کنعان کا رُخ کیا۔ ظالم فرعون جب اس بات پر مطلع ہوا۔ آگ بگولا ہوگیا۔ اپنے سارے لاؤ لشکر سمیت حضرت موسیٰؑ کا تعاقب کیا۔ اور عہد کیا۔ کہ جب تک موسیٰ کا استیصال

نہ کرآؤں۔ مُنہ نہ پھیروں گا۔ چنانچہ تعاقب کرتے ہوئے موسیٰ اور اُسکے ساتھیوں کے بہت قریب پہونچ گیا۔ اب بنی اسرائیل کے آگے سمندر سا دشمن خونخوار پیچھے فرعون کا لشکر جرار۔ یہہ ایسا نازک وقت تھا کہ گھبراکر پکار اُٹھے انالمدرکون ہم پکڑے گئے۔ حضرت موسیٰؑ نے بڑی جوشیلی آواز سے فرمایا کلا ان معی ربی سیہدین۔ وہ ہمیں کبھی نہیں پکڑ سکتا۔ میرا رب میرے ساتھ ہے۔ مجھے وہ نجات دیگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ حضرت موسیٰؑ کو نجات دینے اور کامیابی کا کیا تھا۔ وہ پورا کیا۔ حضرت موسیٰؑ کو معہ ہمراہیوں کے صحیح وسالم سمندر پار کردیا۔ مگر جب فرعون اور اسکا لشکر پار ہونے لگا۔ تو انہیں اُس میں غرق کردیا +

اب فرعون کو معلوم ہوا۔ کہ موسیٰؑ کا رب بھی کچھ چیز ہے۔ بے اختیار پکار اُٹھا۔ کہ میں بنی اسرائیل کے رب پر ایمان لایا۔ مگر اب ایمان سے کیا فایدہ تھا۔ جب کہ خدا تعالیٰ کا عذاب سامنے نظر آگیا۔ بہرحال وہ سمندر میں غرق ہوگیا۔ اور اُسکی لاش تمام بنی اسرائیل نے دیکھی۔ اور وہ کمزور بندہ جسے وہ مہین لایکا د یبین رذیل جو کلام نہیں کرسکتا، لقب دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے مظفر و منصور ہوا۔ اور وعدہ الٰہی پورا ہوا +

اب بنی اسرائیل کنعان کی طرف چلے۔ مگر اُن کی طبیعت میں سرکشی اور شرارت بہت تھی۔ حضرت موسیٰ نے اُن کو کنعانیوں کے ساتھ جہاد وغیرہ کے لئے بہتیرا اکسایا۔ مگر انہوں نے ایک نہ مانی۔ جس کی وجہ سے ۴۰ سال تک کنعان کا دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ جنگلوں ہی میں حیران و سرگردان بھٹکتے پھرے۔ حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد پھر اپنے اصلی وطن میں پہونچے۔ توریت کا نزول۔ سامری کا گوسالہ بنانا۔ قارون کا واقعہ

سب اسی سفر میں وقوع میں آیا۔ بنی اسرائیل اگرچہ جنگلوں میں بھٹکتے پھرے۔ مگر تو بھی خدا تعالیٰ کا اُن پر بہت احسان رہا۔ چنانچہ اُن پر منّ و سلویٰ اُترتا رہا۔ بادل اکثر سایہ کرتا رہا۔ مگر بے فرمانی جو اُن کی جبلت میں مرکوز تھی۔ وہ کبھی اُن کو چین نہیں لینے دیتی تھی +

حضرت موسیٰ ؑ کے حالات سے جو ہدایت اور صداقت اور بشارت مستنبط ہوتی ہے۔ اب اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اُس مقدس نبی کا حال قریباً حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال کی طرح ہے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم توریت کی بشارت کے موافق مثیل موسیٰ کہلاتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں بھی اُن کو مثیل موسیٰ قرار دیا۔ حضرت موسیٰ ؑ کا حال آنحضرت صلعم کے حالات مبارک کے ساتھہ اس قدر موافقت رکھتا ہے کہ اور کسی دو نبیوں کے حالات اس طرح باہم مطابقت نہیں رکھتے حضرت موسیٰ ؑ کے حالات سب پیشین گوئیاں ہیں جناب خاتم الانبیا صلعم کے حالات کی نسبت۔ کہ جس طرح حضرت موسیٰ ؑ کا حال بمقابلہ فرعون مصر و قوم مخالف ہوا۔ اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا حال بمقابلہ فرعون مکہ (ابوجہل) و قوم مخالف ہوگا۔ جس طرح مصر کا فرعونؔ حضرت موسیٰ ؑ کے برخلاف اُٹھ کھڑا ہوا۔ اسی طرح مکہ کا فرعون حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی مخالفت میں بڑا سرگرم ہوا۔ سو جس طرح مصر کے فرعون کے مقابل حضرت موسیٰ ؑ ہر طرح مظفر و منصور ہوئے۔ اسی طرح مکہ کے فرعون اور قوم مخالف کے مقابل آنحضرت صلعم ہر طرح مظفر و منصور۔ فتحمند اور کامیاب ہوئے۔ جس طرح مصر کا فرعون اور اُسکی قوم دریائے نیل میں غرق اور ہلاک ہوئی اسی طرح مکہ کا فرعون اور اُسکی قوم جنگ بدر میں قتل اور اسیر ہوئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورہ انفال

وغیرہ میں کہی جگہ فرمایا ہے۔ کہ ان لوگوں کا حال فرعون والوں کی طرح ہوگا اور اسی طرح ہوا۔ کدأب آل فرعون و الذین من قبلھم کذبوا بآیات اللہ فاخذھم اللہ واللہ شدید العقاب ٥

پھر جس طرح حضرت موسیٰ ؑ نے مدین میں ہجرت کی۔ اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں۔ جس طرح حضرت موسیٰ ؑ نے مخالفوں کی مدافعت اور تعذیب کے لئے جہاد کئے۔ اسی طرح جناب محمد رسول اللہ صلعم نے۔ جس طرح حضرت موسیٰ کے جانشین زمین کے حاکم اور خلیفے ہوئے۔ اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ ص کے صحابہ رض کی نسبت پیشین گوئیاں کی گئیں اور اسی طرح وہ خلیفہ ہوئے +

جس طرح حضرت موسیٰ ؑ کی اُمت فاتح کو وعدہ کی زمین عطا فرمائے جانے کا وعدہ ہوا۔ اور آخر عطا فرمائی گئی۔ اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ ص کو زمین موعود (شام) کے عطا فرمائے جانے کا قرآن شریف میں وعدہ ہوا۔ اور آخر کار عطا فرمائی گئی۔ جو ۱۳ سو سال سے آج تک اُنہی کے قبضہ میں ہے +

حضرت موسیٰ ؑ نے گوسالہ سامری کو توڑا جس طرح جناب رسول خدا ص نے کعبہ کے بتوں کو۔ جس طرح حضرت موسیٰ ؑ کی شریعت کے ایک متبع نبی (حضرت سلیمان ؑ) نے خدا کی ہیکل (بیت المقدس) کو تعمیر کیا۔ اسی طرح حضرت رسول کریم ص کے جلیل الشان صحابی حضرت عمر خطاب رض نے اس جگہ دوبارہ مسجد اقصےٰ کو تعمیر کیا +

جس طرح حضرت موسیٰ ؑ کو اللہ تعالےٰ نے کتاب اور شریعت مستقل عطا فرمائی۔ اسی طرح آنحضرت صلعم کو غرض کہ حضرت موسیٰ ؑ کے حالات رسول کریم ص کے حالات با برکات

کے ساتھ اس قدر مطابقت رکھتے ہیں۔ کہ تفصیل کے لئے ایک جداگانہ کتاب چاہئے۔ طالب حق کو مناسب ہے۔ کہ قرآن شریف پڑھتے وقت اس بات کا خیال رکھے۔ کہ ان ان موقعوں پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کا یہہ حال کیوں ذکر فرمایا۔ اور اس حال سے کیا ہدایت اور بشارت اور پیشین گوئی مستنبط ہوتی ہے۔ جو آنحضرت صلعم کی نبوت اور صداقت کے ثبوت میں کام آتی ہے ٭

قارون

موسیٰؑ کی قوم میں سے تھا۔ فرعون کے ہاں بڑا بارسوخ۔ بنی اسرائیل کو جو کام بیگار میں ملتا تھا۔ اُس کی مزدوری اُسی کی معرفت اُن کو ملتی تھی۔ اس معاملہ میں اس نے اس قدر دولت کمائی۔ کہ اُس کے خزانوں کی کنجیوں کو کئی زور آور آدمی بمشکل اُٹھا سکتے تھے یہ نالایق اپنی قوم پر بڑا ظلم و ستم کرتا تھا۔ اور اُسے اپنی قوم سے کچھ ہمدردی نہ تھی۔ آخر کار جب زکوٰۃ کا حکم آیا۔ تو حضرت موسیٰؑ نے اسے بھی سنایا۔ وہ بڑے غرور میں آکر اپنی قوم کے جہلا کو بہکانے لگا۔ اور یہہ کہنا شروع کیا۔ کہ موسیٰؑ اس حیلہ سے چاہتا ہے۔ کہ تمہارا مال وغیرہ چھین کر سب سے بڑا دولتمند بن جائے۔ اُس کی قوم نے کہا۔ غرور نہ کر۔ خدا کو اترانے والے پسند نہیں۔ اور جو کچھ خدا نے تجھے عطا فرمایا ہے۔ اُس سے آخرت کا بھی کچھ فکر کر لے۔ اور جس طرح خدا نے تجھ پر احسان کیا ہے تو بھی اوروں کے ساتھ احسان کر۔ اور دنیا میں فساد مت مچا۔ قارون نے جواب دیا۔ کہ خدا نے کیا دینا دلانا ہے۔ میں نے اپنی قابلیت سے کمایا ہے۔ آخر کار بڑے تزک و شان کے ساتھ

ایک دن سوار ہو کر اپنی قوم کے لوگوں پر نکلا۔ جو لوگ دنیا کے طالب تھے بولے۔ کاش۔ جس طرح قارون کو دولت و اقبال ملا ہے۔ ہمیں بھی ملتا تو ہم بھی اسی طرح عیش مناتے۔ ان میں سے جو لوگ اہل علم و فہم تھے کہنے لگے۔ تم پر افسوس! ایمان والوں اور نیکوکاروں کو جو اجر اللہ کے یہاں سے ملے گا وہ اس سے کہیں بہتر اور بڑھ کر ہے۔ انجام یہہ ہوا۔ کہ اُسکا محل گر گیا۔ وہ بھی اور اُس کا گھر خزانہ وغیرہ سب زمین میں دھنس گئے۔ اور پھر اُس کا کچھ پتہ نہ ملا۔ کھنڈر ہی کھنڈر نظر آنے لگے۔ خدا کے سوائے نہ کوئی جماعت اسکی مدد کو کھڑی ہوئی۔ اور نہ وہ غضب الٰہی سے بچ سکا۔

وہ لوگ جو کل اس بات کے خواہاں تھے۔ کہ کاش! قارون کی طرح ہم کو بھی دولت و اقبال نصیب ہو۔ اور ہم بھی مزے اڑائیں۔ اب تو انہیں خوب عبرت حاصل ہوئی۔ لگے کہنے۔ کہ اے ہے روزی کا فراخ یا تنگ ہونا حکمت الٰہی سے ہے۔ کسکو معلوم تھا۔ کہ اُس کا انجام ایسا ہوگا۔ اگر خدا ہمپر کرم نہ کرتا۔ تو قارون کی طرح ہمکو بھی دھنسا دیتا۔ بلاشبہ ناشکرے لوگوں کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا۔ یہہ آخرت کا گھر انہیں لوگوں کے لئے ہے جو دنیا میں کسی طرح کی شیخی اور بلندی اور فتنہ و فساد کے خواہاں نہیں اور پرہیز گاروں کا ہی انجام بخیر ہوتا ہے ۔

یہی قارون تھا۔ جس نے حضرت موسیٰ ؑ پر زنا کا الزام بھی لگایا تھا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اُن کو اس سے بری کیا۔ تفصیل اسکی یہہ ہے کہ قارون نے حضرت موسیٰ ؑ کو بدنام کرنے کے لئے ایک فاحشہ عورت کو لالچ دیکر آمادہ کیا۔ کہ حضرت موسیٰ ؑ کو متہم کرے۔ جب لوگ جمع ہوئے تو اسپر حضرت موسیٰ ؑ کی عظمت اور عصمت کا ایسا رعب چھایا۔ کہ موسیٰ ؑ کو متہم

کرنے کے عوض قارون کا سارا راز فاش کر دیا۔ اور وہ اُلٹا نادم اور شرمندہ ہوا
فبراہ اللہ مما قالوا وکان عند اللہ وجیہا +
قارون کے قصہ کو جناب رسالت مآبؐ کے حالات کے ساتھ یہہ تعلق ہے
کہ اس قصہ کے ضمن میں سورہ قصص کے اندر۔ اللہ تعالیٰ یہہ فرماتا ہے
کہ اولم یعلم ان اللہ قد اھلک من قبلہ من القرون من ھو
اشد منہ قوۃ واکثر جمعًا - ولا یسئل عن ذنوبھم المجرمون قارون
خدا کے اس طرح برخلاف اُٹھ کھڑا ہوا - کیا اُسے معلوم نہیں تھا - کہ اس سے پہلے
خدا امم سابقہ میں سے ایسے ایسے لوگوں کو ہلاک کر چکا ہے - جو قوت اور زور
کے لحاظ سے اُس سے کہیں بڑھ کر اور جمع پونجی بھی اُن کے پاس بہت زیادہ
تھی - اور مجرموں پر جب غضب الہیٰ آتا ہے - تو چپ چاپ دفعتہً آ جاتا ہے -
اُن سے پوچھ پاچھ کر نہیں آتا - یہہ ارشاد الہیٰ کفار مکہ کے لئے بڑی تنبیہ اور
انذار اور ایک زبردست پیشین گوئی کا اظہار ہے - کہ اسی طرح مکہ کے مجرم
عنقریب ہلاک ہو جائیں گے - اور متقین انجام کار مظفر و منصور ہوں گے

حضرت شموئیل علیہ السلام

حضرت موسیٰؑ کے بعد کچھ دنوں تک بنی اسرائیل کی حالت بہتر رہی کہ
وہ برابر فتوحات کرتے چلے جاتے تھے - مگر یہہ لوگ تھے بے چین - مفسد
وضع استقامت پر قائم نہیں رہتے تھے - اُن کی بغی و فساد کی وجہ سے
خدا نے اُن کے دشمنوں کو اُن پر غالب کیا - اور اُن کے مخالف جالوت
بادشاہ نے اُن کو بہت دق کیا - اس وقت ان لوگوں میں سموئیل پیغمبر

تھے۔ اُن کی طرف رجوع کیا۔ اور درخواست کی کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کردیجئے۔ کہ اُس کے سہارے سے ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور اپنی کھوئی ہوئی عزت اور شوکت پھر حاصل کریں۔ حضرت سموئیل نے کہا کیا عجب ہے کہ اگر تم پر جہاد فرض کیا جائے تو تم لڑو ہی نہیں۔ اور پھر جہاد سے جی چرا جاؤ۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم کیوں نہ خدا کے راستہ میں جہاد کرینگے۔ حالانکہ ہم اپنے گھروں اور اپنے بال بچوں سے تو نکالے جاچکے پھر جب جہاد فرض ہوا۔ تو جیسا اُس نبی نے کہا تھا فی الواقع ویسا ہی ظہور میں آیا۔ کہ بجز معدودے چند آدمیوں کے سب جی چرا گئے۔ حضرت سموئیل نے کہا۔ کہ خدا تعالےٰ نے تمہارے لئے طالوت (چرواہے) کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔ اب اس بادشاہ کے تقرر میں حیلہ و حوالہ کرنے لگے اور لگے کہنے کہ یہہ ایک غریب آدمی ہمارا کیا بادشاہ ہوگا؟ ہم اُس سے زیادہ حقدار ہیں۔ چاہئے کہ کوئی ذی حیثیت بادشاہ ہو۔ سموئیل نے کہا کہ خدا نے اس کو تم پر حکمرانی کے لئے پسند کیا ہے۔ اور علم اور جسم میں خدا تعالےٰ نے اُسکو حصہ وافر عطا فرمایا ہے۔ یہہ استحقاق ہے اس کے بادشاہ ہونیکا اور اُس کے منجانب اللہ بادشاہ ہونے کا یہہ نشان ہے۔ کہ وہ صندوق جس میں تورات اور تبرکات انبیا ہیں۔ ملائکہ ربانی اُن کو تمہاری طرف اُٹھا لائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ جالوت بادشاہ نے اُس صندوق کو جو پہلی لڑائی میں بنی اسرائیل سے چھین کرلے گیا تھا۔ خودبخود چھکڑوں پر لادکر بنی اسرائیل کی طرف دھکیل دیا۔ اس خیال سے کہ ہمارے حق میں منحوس اور مایہ فساد یہی ہے۔ پھر جب لڑائی ٹھیری۔ تو کئی ہزار آدمی طالوت کے ساتھ ہولئے۔ چونکہ اُن میں سے بہت سے لوگ بزدل اور

فن جنگ سے بالکل ناواقف تھے اور خواہ مخواہ اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔
اس لئے ضرور تھا۔ کہ طالوت مستقل رہنے والوں اور بزدل لوگوں کو
متمیز کردے۔ اور یہہ اُس کی دانائی اور تجربہ کاری کا اعلےٰ نشان تھا۔ راہ
میں آئی ایک نہر۔ اُن کو بھی لگی ہوئی شدّت کی پیاس۔ حکم دیدیا۔ کہ
جو اس نہر سے پانی پئے گا۔ وہ ہمارا نہیں۔ اور جو نہ پئے گا وہی ہمارا ساتھ
دے سکے گا۔ مگر ہاں ایک چلو بھر پانی پی لے۔ تو کچھ مضایقہ نہیں۔ جتنے
بے صبر اور غیر مستقل لوگ تھے۔ سب نے پانی پی لیا۔ باقی صرف ۳۱۳
آدمی رہ گئے۔ جنہوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ پھر جب دونو فوجیں آمنے
سامنے ہوئیں۔ تو جالوت کا بڑا لاؤ لشکر تھا۔ اور طالوت کے ساتھ والے
صرف ۳۱۳ تھے۔ گھبرائے کہ اتنے لاؤ لشکر کے ساتھ ہم کیا مقابلہ کرسکتے ہیں؟
خدا کے صادق اور وفادار بندے جنکو یقین تھا۔ کہ ایک خدا ہے۔ جو
اپنے بندوں کو مدد دیا کرتا ہے۔ کہنے لگے کہ کچھ پروا نہیں۔ خدا کی مدد چاہئے
فتح ہماری ہے۔ بسا اوقات حکم الٰہی سے تھوڑے سے آدمی بہت سے
آدمیوں پر فتح پا جاتے ہیں۔ اور خدا صبر کرنے والوں اور مستقل رہنے والوں
کے ساتھ ہے۔ آخر یہہ لوگ خدا سے فتح و نصرت اور استقلال کی دُعا مانگ کر
جالوت کے لشکر کے مقابل ہوئے۔ جالوت اس تھوڑی سی جماعت کو
دیکھ کر ہنسنے لگا۔ اور تنہا سوار ہو کر میدان میں آیا۔ مگر خدا تعالیٰ نے طالوت
کو فتح دی۔ حضرت داؤد ؑ نے جالوت کو مار ڈالا۔ اُس کا لشکر سب تتر بتر
ہو گیا۔ دو برس کے بعد طالوت بھی مرگیا۔ اور بنی اسرائیل کی سلطنت حضرت
داؤد ؑ کے قبضہ میں آئی +
یہہ واقعہ بالکل حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حال کے

مطابق ہے اور آپ کی فتح و نصرت کی زبردست بشارت ہے - جناب رسول کریم ص کے صحابی بھی اپنے اولاد اور وطن سے نکالے گئے تھے - اور اسی وجہ سے اُن کو بھی اُن کی درخواست کے مطابق قتال و جہاد کا حکم ہوا - مگر حکم ہونے کے بعد بعض اُن میں سے ہچکچانے لگے کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون - کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم - مگر انجام یہہ ہوا کہ وہ لوگ آنحضرت ص کے شریک حال ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو فتح و نصرت عطا فرمائی +

اور عجیب مطابقت دونو حالوں میں یہہ ہے کہ جنگ بدر میں بھی ۳۱۳ آدمی ہی آنحضرت ص کے ساتھ تھے جس قدر اس لڑائی میں طالوت کے ساتھ تھے - اور کفار مکہ کے پاس جمعیت اور دولت کثیر تھی - جس طرح کہ جالوت کے پاس - مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول کے موافق کہ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ واللہ مع الصابرین - جناب رسول کریم صلعم اور مسلمانوں کو فتح دی - اور کفار مکہ کے جالوت ابوجہل کو قتل کیا - ۷۰ آدمی اسیر اور ۷۰ قتل ہوئے - اور یہہ لڑائی اسلام کی صداقت کا ایک بڑا نشان ٹھیری - اور آیندہ کی فتوحات کی تمہید اور سارے عرب میں اسلام کی تسلط کا موجب +

سورہ بقرہ میں جہاں اللہ تعالے نے یہہ قصہ بیان فرمایا ہے - آخر میں جہاد کا اُصول بھی بیان کردیا ہے - کہ اسلامی جہادات اور مذہبی محاربات کا کیا باعث ہوا - جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض - ولکن اللہ ذو فضل علی العالمین ہ اگر خدا کا یہہ قانون نہوتا - کہ بعض لوگوں (ظالموں) کو بعض لوگوں (مظلوموں) سے

بذریعہ جہادات ہٹاتا رہے۔ تو زمین کا انتظام بگڑ گیا ہوتا۔ لیکن اللہ تعالے دنیا پر بڑا مہربان ہے۔ کہ اس نے دنیا کے انتظام کے لیئے سزا اور سیاست کے قانون بھی معیّن کئے۔ تلك آيات الله نتلوها عليك بالحق وانك لمن المرسلين۔ یہہ خدا تعالی کی آیتیں ہیں۔ جو تمپر حق کے ساتھ پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ اور یقیناً تو رسولوں میں سے ہے۔ پس جس طرح اگلے رسولوں کو فتح و نصرت حاصل ہوئی۔ ایسے ہی تجکو بھی دنیا اور دین میں کامیابی اور نصرت عطا ہوگی +

حضرت داؤد علیہ السلام

یہہ نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی۔ جس طرح کہ ہمارے رسول کریم صلعم رسول بھی ہوئے اور بادشاہ بھی۔ اُن کو زبور عطا ہوئی۔ جس میں ورد وظائف۔ دعائیں اور مناجاتیں اور جناب رسول کریم صلعم کی بشارات ہیں۔ جنکا ذکر بشارات نبویّہ میں موجود ہے۔ یہہ نبی بڑے خوش آواز تھے۔ اور باوجودے کہ بادشاہ تھے۔ مگر زرہیں بنا کر اُن کی اجرت سے اپنا خرچ چلاتے +

جناب رسول خدا صلعم کے حالات کے ساتھ ان کے قصہ کو یہی تعلق ہے کہ اُنہوں نے خدا کی راہ میں جہادات کئے اور اللہ تعالی نے اُنہیں دنیا اور دین کی سلطنت عطا فرمائی۔ جس طرح ہمارے رسول کریم صلعم اور صحابہ کبار کو۔ ہیکل یعنی بیت المقدس کی بنا اُنہوں نے ڈالی۔ جسکی تکمیل حضرت سلیمان کے

---

(۱) حضرت داؤد ؑ کا ذکر سورہ بقرہ۔ بنی اسرائیل۔ سبا۔ جن اور نمل میں ہے ۱۲

ہاتھ سے ہوئی +

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ نبی بھی اور بادشاہ بھی۔ اُنہوں نے
بیت المقدس کو تعمیر کیا۔ جس کی بنا حضرت داؤدؑ اُن کے باپ نے
ڈالی تھی۔ اُن کے وزیر کا نام آصف بن برخیا ہے جو آسمانی کتابوں
سے خوب ماہر تھا۔ سبا کی ملکہ بلقیس جو آفتاب پرست تھی۔ اُس کی طرف
اُنہوں نے خط لکھا۔ کہ مطیع اور مسلمان ہوجا۔ بلقیس نے اپنے وزرا
سے مشورہ کیا۔ اُنہوں نے کہا۔ کہ ہم لڑنے کے لئے بالکل تیار ہیں۔ آیندہ
جو حضور کا حکم۔ بلقیس نے کہا۔ ان الملوك اذا دخلوا قریۃ افسدوھا
وجعلوا اعزۃ اهلها اذلۃ وکذالك یفعلون ۔ بادشاہ لوگ جب کسی
شہر میں داخل ہوا کرتے ہیں۔ تو اُن کا دستور ہے کہ اُسے برباد کردیتے ہیں
اور وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل کردیا کرتے ہیں۔ اور اُن کا یہی کام ہے
بہتر ہے۔ کہ صلح کرلی جائے۔ چنانچہ اُنہوں نے تحفہ تحائف بھیجکر صلح کرلینی
غنیمت سمجھی۔ مگر حضرت سلیمان نے کہا۔ کہ دنیا کے مال و متاع کی ہمیں کچھ
پروا نہیں چاہیے کہ وہ مسلمان ہوکر چلی آئے۔ چنانچہ آخرکار مطیع ہوکر وہ چلی آئی حضرت سلیمانؑ نے
اُسے ایک محل میں جاہ دی۔ جس کا فرش شیشے کا تھا۔ بلقیس نے اُسے
پانی سمجھا۔ اور گذرنے کے لئے پائنچے اُٹھا کر اپنی پنڈلیاں کھول دیں حضرت
سلیمانؑ نے کہا۔ یہہ تو شیش محل ہے۔ جس کے فرش میں بھی شیشے جڑے ہیں۔

---

۱ حضرت سلیمانؑ کا ذکر ص۔ نمل۔ سبا۔ انبیا میں ہے۔

یہہ اشارہ تھا۔ اس بات کا۔ کہ تو شیش محل کو پانی یعنی آفتاب کو جو خدا کی قدرت کا ایک مظہر ہے۔ خدا سمجھ رہی ہے۔ اُس وقت بلقیس کو اپنی غلطی معلوم ہوئی۔ اور لگی خدا کے دربار میں عرض کرنے۔ کہ خدایا میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اور اب میں سلیمان کے ساتھ ہو کر خدائے رب العالمین پر ایمان لے آئی ❊

اس قصہ میں ہدایت ہے اسبات کی کہ جو لوگ خدا کے سوا اور چیزوں کو پوج رہے ہیں۔ وہ شیش محل کو پانی سمجھ رہے ہیں۔ یہہ دنیا سب شیش محل ہے اور خدا تعالی کی طاقت عظمے کا پانی اُس کے نیچے جاری ہے۔ بہتر ہے۔ کہ مخلوق پرست لوگ شیشے اور پانی میں تمیز کریں۔ اور مظاہر قدرت کی پرستش چھوڑ کر قادر مطلق کی پرستش کی طرف توجہ کریں اور آنحضرت ص کی نبوت کے ساتھ اس قصہ کو یہہ تعلق ہے کہ اگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف آنحضرت ص کے مطیع ہو جائیں اور اسلام قبول کریں۔ تو خدا تعالی کے غضب سے نجات پا جائیں گے۔ ورنہ سب کے سب غضب الہی کی نار حرب میں جلا کر بھسم کئے جائیں گے۔ اور اُن کا انجام وہی ہوگا جو مخالفت کی صورت بلقیس نے اپنا انجام سوچا تھا۔ کہ ان الملوك اذا دخلوا قرية افسدوها وجعلوا اعزة اهلها اذلة ❊

حضرت لقمان حکیم ؑ

حضرت لقمان بڑے عظیم الشان حکیم گذرے ہیں۔ حضرت داؤد ؑ

کے ہم عصر تھے۔ اُن کے نصایح امثال و حکایات ساری دُنیا میں مشہور ہیں۔ یہہ حکمائے ربّانی میں سے تھے۔ الہام آلٰہی کے مورد اور قوم کے مصلح و مجدّد۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اُن کا ذکر خیر بیان فرمایا ہے ❊

قرآن شریف کے کلام الٰہی ہونے اور اسلام کی صداقت۔ اور آنحضرت صلعم کی حقیّت کی بڑی دلیل یہہ ہے کہ قرآن شریف میں کوئی قصہ اس حیثیت سے ہرگز بیان نہیں ہوا۔ کہ لوگوں کو ایک قصہ یا کہانی یا تاریخی واقعہ سنا کر خوش کیا جائے۔ بلکہ اُس کے ہر ایک قصہ میں عجیب عجیب حکمت اور نصیحت اور ہدایت اور صداقت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اسی لقمان کے قصہ کو دیکھو۔ اور جس کتاب میں تم لقمان کا مذکور پاؤ گے۔ ضرور اُس کی قومیت۔ مسکن وغیرہ امور کا ذکر سب سے پہلے ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو ان امور کے بیان کرنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ وہ ہر ایک شخص کے حالات اور واقعات سے اُسی قدر چُن لیتا۔ اور اتنا ہی حصہ بیان کرتا ہے جس کا نفس اسلام یا اسلام کی صداقت سے تعلق ہوتا ہے۔ آریہ اور عیسائی قرآن شریف پر یہہ بڑا اعتراض کرتے ہیں۔ کہ قرآن میں ہے ہی کیا؟ گذشتہ لوگوں کے قصوں کا ایک مجموعہ ہے۔ یہی بات ناعاقبت اندیش کفار عرب نے کہی تھی ان ھذا الا اساطیر الاوّلین (یہہ نہیں ہیں۔ مگر اگلے لوگوں کے افسانے) مگر جن لوگوں میں غور کا مادہ ہے اور اُن کی طبیعتوں میں الٰہیات کا مذاق ہے وہ لوگ اگر ذرا بھی غور کریں تو معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ قرآن شریف میں یہہ قصے نہیں ہیں۔ بلکہ ایک عجیب قسم کی صداقتیں اور ھدایتیں

ہیں - جنکا مقابلہ دنیا کی کوئی کتاب نہیں کرسکتی +

جیساکہ ہم پہلے بھی بیان کر آئے ہیں - قرآن شریف میں جہاں جہاں کوئی قصہ موجود ہے - خدا تعالی نے عجیب عجیب غرضوں اور مصلحتوں کے لئے وہاں بیان فرمایا ہے - اسی لقمان کے قصہ کو لو نام کو ایک ساری سورت سورۂ لقمان کے نام سے موسوم ہے - مگر اللہ تعالی نے ویگر ھدایات و نصایح بیان کرتے کرتے لقمان کے حالات کا اُسی قدر حصہ لیا ہے - جو اُس کے تمام واقعات کی جان - کل نصایح کا لب لباب - اور ساری حکمت کا عطر اور سورت کے اسلوب کے ساتھ متعلق تھا - اللہ تعالی بیان فرماتا ہے :-

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ	اور ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی - وہ یہہ تھی - کہ اللہ کا پورا پورا شکر گذار ہوجا - اور جو شخص شکر کرتا ہے - تو اپنے ہی بھلے کے لئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے - تو خدا کو تو کچھ پرواہ نہیں - اس لئے کہ وہ ہر حال میں بے نیاز اور سزاوار حمد و ثنا ہے اور جب کہ لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے کرتے کہا - کہ اے میرے بیٹے اللہ کے ساتھ شریک نہ کر - یقیناً شرک بڑا بھاری ظلم ہے - اور ہم نے انسان کو اُس کے ماں باپ کے بارہ

إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ يٰبُنَيَّ إِنَّهَا
إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ
فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمٰوٰتِ
أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللّٰهُ ط
إِنَّ اللّٰهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ۝ يٰبُنَيَّ
أَقِمِ الصَّلٰوةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ
وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا
أَصَابَكَ إِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ
وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ
فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ
كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝ وَاقْصِدْ فِي
مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ
إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ
الْحَمِيرِ ۝

میں تاکید کی ہے۔ کہ اُس کے حقوق
کا خیال رکھے۔ اُس کی ماں اُسے
نو ماہ تک پیٹ میں اُٹھائے رکھتی
ہے اور مصیبت پر مصیبت اُٹھاتی
ہے۔ اور پھر جننے کے بعد کہیں دو برس
کے بعد اُس کا دودھ چھوٹتا ہے۔ اسی
لحاظ سے ہم نے انسان کو حکم دیا۔ کہ
ہمارا بھی شکر گذار رہ اور اپنے والدین
کا بھی۔ آخر کار تم سب نے ہماری ہی
طرف لوٹ کر آنا ہے۔ ہاں اگر تیرے
ماں باپ اس بات کیلئے مجبور کریں۔ کہ تو
ہمارے ساتھ کسی کو شریک خدائی
بنائے۔ جس کی تیرے پاس کوئی دلیل
ہے ہی نہیں۔ تو اس میں اُن کا کہا
نہ مان۔ البتہ دنیا میں اُن سے سعادتمندانہ
سلوک کر۔ اور اُن لوگوں کی راہ پر چل۔ جو ہر بات میں ہماری طرف رجوع
لاتے ہیں۔ پھر آخر کار تم سب نے ہماری ہی طرف آنا ہے۔ تو جیسے جیسے
تم عمل کرتے تھے۔ اُس وقت اُن کا بُرا بھلا سب ہم تم کو بتا دینگے۔ بیٹا!
علم الہی کا تو یہ حال ہے۔ کہ اگر رائی کے دانہ کے قدر بھی کوئی عمل ہو۔ پھر فرض
کرو۔ کہ وہ کسی پتھر کے اندر رکھا ہو۔ یا آسمانوں میں یا زمین میں۔ تو اسکو بھی
حساب لیتے وقت خدا لا حاضر کرے گا۔ کچھ شبہ نہیں۔ کہ اللہ بڑا ہی باریک بین

خبردار ہے - بیٹا! نماز پڑھا کر اور لوگوں کو بھلے کام کا حکم دیا کر اور بُرے کاموں سے منع کیا کر - اور دنیا یا دین میں جو کچھ تجھے تکالیف اور مصائب پہونچیں اُن پر صبر کر - بے شک یہہ بڑے ہی ہمت کے کام ہیں - اور لوگوں سے بے رُخی نہ کر - اور زمین پر اترا کر نہ چل - کیونکہ اللہ کسی اترانے والے شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا - اور اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر - ہر بات میں اعتدال کو مدنظر رکھ - اور کسی سے بات کرے تو سنجیدگی اور آہستگی کے ساتھ بول - چلّا چلّا کر بولنا کوئی بھلی بات نہیں - دیکھ گدھے کی آواز کیسی اونچی ہوتی ہے مگر سب سے بُری اور کڑی معلوم ہوتی ہے *

اب دیکھو کہ نام کو یہہ لقمان کا قصہ کہلاتا ہے - مگر اس میں کس قدر نصایح اور حکمتیں بھری پڑی ہیں - کہ گویا ساری آسمانی کتابوں - تمام حکماء کی حکمت آمیز باتوں کا لب لباب اور عطر جمع کر دیا گیا ہے - ان سات آٹھ آیتوں میں اس قدر سُنہری نصایح اور حکمتوں کے جواہر بھرے ہیں کہ دنیا کی کوئی کتاب - کوئی صحیفہ آسمانی اس کا مقابلہ ہرگز ہرگز نہیں کر سکتا - اس قدر قلیل الفاظ میں اتنی نصیحتیں فصاحت و بلاغت متانت و سلاست اور شان و شوکت کے ساتھ اور کسی کتاب میں ہرگز مل نہیں سکتیں -

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - کہ ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی - اور یہہ وہ حکمت نہ تھی جو خشک فلاسفہ کو نصیب ہوتی ہے - بلکہ وہ حقانی حکمت تھی کہ علمی اور عملی طور پر اللہ کا شکرگذار بن جا - حقیقت میں تمام آسمانی کتابوں کا لب لباب یہی ہے - کہ انسان خدا کا سچا شکرگذار بن جائے

خدا تعالے کی روحانی اور جسمانی نعمتوں کے مقابل اپنی ساری جان اور سارے دل اور سارے جسم سے اس کے شکریہ میں محو ہو جانے - اپنا رونگٹا رونگٹا اور ذرہ ذرہ اُسکی خدمت اطاعت اور عبادت میں لگا دے - اپنے تئیں بطور قربانی کے اُس کے آگے رکھدے - اُسی کا ذکر کرے اور اُسی کا دم بھرے اور اپنی روحانی اور جسمانی قوائے سب اُسی کے راستہ میں لگا دے - یہی اصلی دانائی اور یہی سچی حکمت ہے اور اسی حکمت حقہ کی وجہ سے لقمان حکیم تمام حکیموں سے ممتاز اور سرفراز تھے - اور یہی اُنپر اللہ تعالی کی بڑی عطا اور بھاری احسان تھا - جس کا اللہ تعالے نے یہاں مذکور فرمایا -

(۲) جو شخص اللہ کا شکر گذار ہوتا ہے - اُسکی شکر گذاری کا پھل اُسی کو ملتا ہے اور وہی عبودیت کا حق ادا کرتا ہے - ورنہ اللہ تعالی کو تو کسیکی شکر گذاری یا ناشکر گذاری کی پرواہ ہی نہیں - اس لئے کہ اُس کی ذات تو ہر حال میں غنی و حمید ہے - کسی کے شکریہ کی اُسکو پرواہ نہیں - کسی کی تعریف کرنے کی اُسکو حاجت نہیں - انسان اگر شکر گذار ہو گا - تو اپنے ہی فایدہ کے لئے ناشکری کرے گا - تو اپنا ہی بُرا کرے گا +

(۳) اس کے بعد لقمان کی اُن نصائح کا ذکر ہے - جو اُنہوں نے اثناء وعظ میں اپنے بیٹے کو ارشاد فرمائیں - منجملہ ایک نصیحت یہہ تھی - کہ تو اللہ کے ساتھہ ہرگز کسی کو شریک نہ کر - ذات و صفات میں کسی کو اُس کے برابر نہ جان - ایسے مربی اور محسن خدا کے ساتھہ کسی اور کو شریک کرنا - اُسکی دی ہوئی نعمتوں کو کسی اور کی طرف منسوب کرنا - اُسکو چھوڑ کر کسی امر میں غیر کی اطاعت یا عبادت کرنا واقعی بڑا بھاری ظلم ہے +

(۴) چونکہ لقمان حکیم اپنے بیٹے کو اطاعت والدین کی نصیحت اپنی طرف سے نہیں کرسکتے تھے۔ کہ اُس میں ایک غرض پائی جاتی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کے سلسلہ نصیحت کو مکمل کرنے کے لئے اطاعت والدین کا ذکر اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے اور فرمایا ہے۔ کہ ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ ہر حال میں خوش سلوکی کرنے اور اُن کے حقوق کی نگہداشت کا حکم دیا ہے اسلئے کہ اسکی ماں اُسے نو ماہ تک پیٹ میں رکھتی ہے۔ تکلیف پر تکلیف اُٹھاتی ہے۔ پھر دو سال تک دودھ پلاتی ہے۔ اور اپنا کھانا پینا۔ نیند حرام کرکے اُس کی پرورش اور حفاظت کرتی اور ہر حال میں اُس کے آرام کو مقدم سمجھتی ہے + اس لئے ہر ایک انسان پر واجب ہے کہ وہ اپنے حقیقی رب کا بھی سچے دل سے شکریہ ادا کرے۔ اور ماں باپ کا بھی جو اُس کے وجود کا ظاہری سبب اور تعلیم و تربیت کے کفیل۔ اور بڑے محسن و مربی ہیں +

(۵) ہر ایک انسان کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے۔ اُسی کے تخت کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔ انسان کے سارے اعمال اُسکے زیر نظر ہیں۔ اس لئے چاہئے کہ خدا کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرے۔ اور خدا اور ماں باپ کا ہر طرح شکریہ ادا کرے +

(۶) البتہ اگر ماں باپ کفر و شرک یا بُرے کاموں کی ہدایت کریں۔ تو ان باتوں میں ان کی اطاعت ہرگز نہیں کرنی چاہئے۔ لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق خالق کی نافرمانی ہوتی ہو تو کسی مخلوق کی اطاعت ہرگز نہ کرے۔ صرف انہی لوگوں کی دنیا میں اطاعت کرے۔ جو خدا کی طرف رجوع لانے والے۔ اُس کے سچے فرمانبردار۔ اور اُس کے خواص عباد میں سے ہیں ہاں دنیا کے کاموں اور اسباب معاشرت وغیرہ میں پھر بھی ماں باپ کو مدد

سے۔ ماں باپ کافر اور مشرک بھی ہوں تاہم اُن کا ادب۔ اُن کی تعظیم۔ اُنکی مدد معاملہ انسان پر واجب ہے +

(۷) پھر لقمان حکیم وسعت معلومات الٰہی احاطت تامہ اور خدا تعالیٰ کے علم بے پایان کا ذکر کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کے علم کی یہ شان ہے کہ زمین و آسمان اور پتھر کے اندر جو چیز ہو وہ بھی اُسے معلوم ہے۔ وہ بڑا ہی لطیف و خبیر ہے انسان کے تمام اعمال سے واقف ہے۔ پس ایسے عالم السر الخفیات ذات سے ڈرنا چاہئے اور بدی اور بُرے کاموں کی طرف ہرگز جھکنا نہیں چاہئے +

(۸) نماز کے قائم کرنے اور عبادت الٰہی بجا لانے کا حکم ہے جو خدا تعالےٰ کی شکرگذاری کا ایک بڑا بھاری نشان ہے +

(۹) اس کے بعد امر معروف اور نہی عن المنکر کی ہدایت ہے۔ جو علماء ربانی اور حکماء حقانی کا کام ہے۔ اور بفحوائے اس حدیث کے من دلّ علی خیر فلہٗ اجر مثل فاعلہ (جو کسی کو نیکی بتائے اُسکو کرنے والے کے برابر ثواب ہوتا ہے) ایک اعلیٰ درجہ کے اجر جزیل اور ثواب کمال کا کام ہے +

(۱۰) پھر مصیبتوں پر صبر کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ ریاضات شاقہ کو برداشت کرنے اور عبادات خاصہ میں تکلیفات کے سہارنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔ اور اُس کو بڑا ہمت کا کام بتایا گیا ہے۔ صبر اور استقلال کی تاکید کی گئی ہے +

(۱۱) لوگوں سے بے رُخی کرنے اُن کے ساتھ چیں بجبین ہونے سے ممانعت کی گئی ہے اور سختی کے بدلے نرمی کرنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔

اور ہر طرح خوش سلوکی اور حسن معاشرت کی تاکید فرمائی گئی ہے +
(۱۲) تکبر۔ غرور اور زمین پر اکڑ کر چلنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ اور حلیمی۔ تواضع اور فروتنی کی ھدایت فرمائی گئی ہے۔ اور متکبر۔ مغرور اور شیخی خورے آدمی سے نفرت ظاہر کی گئی ہے +
(۱۳) آہستہ چلنے اور ہر امر میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اور فضول خرچی۔ اسراف۔ بخل۔ کنجوسی اور رذایل سے ممانعت کی گئی ہے +
(۱۴) متانت۔ سنجیدگی اور آہستگی کے ساتھ بولنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اور چھچھورپن۔ چلا چلا کر بولنے سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔ اور ارشاد فرمایا گیا ہے کہ چلا چلا کر بولنا اور چھچھوروں کی طرح لوگوں سے کلام کرنا کچھ ٹھیک نہیں۔ بلکہ احمقانہ اور گدھوں کی حرکت ہے +
(۱۵) اثناء وعظ میں۔ خداتعالے کی عالم الغیبی اُس کے لطیف وخبیر ہونے۔ انسان کی بُری حرکتوں پر ناراض ہونے۔ بدی سے نفرت کرنے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اور اُسکی غنی وحمید ذات کی تعریف کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ سب انسان خدا کے حضور میں ضرور ضرور۔ حاضر ہونگے اور اُس لطیف وخبیر خدا کے سامنے اپنے عملوں کی جوابدہی کرینگے +

حضرت الیاس علیہ السلام

مقدس رسولوں میں سے ہیں۔ جب بنی اسرائیل میں سخت درجہ کی بُت پرستی شروع ہوئی سیکے بعد دیگرے انبیاء اُن میں تشریف لائے

اور مار ڈالے گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس علیہ السلام کو
اُن میں ایک عظیم الشان رسول بنا کر بھیجا۔ یہہ رسول اخی اب بادشاہ
اور اُس کی رعیت کی ہدایت کے لئے دنیا میں تشریف لائے تھے۔ یہہ
بادشاہ سخت درجہ کا بُت پرست تھا۔ وہ اور اُس کی قوم طرح طرح کی
گندی بُت پرستیوں اور بدکاریوں اور شرارتوں میں مصروف تھے۔
اُس نے اپنی مملکت میں عظیم الشان مندر بتوں کے لئے بنوائے۔ بعل
سب سے بڑا بُت تھا۔ جو ۴۰ گز اونچا تھا۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے
اُن کو بہتیرا سمجھایا۔ بہت وعظ کیا۔ مگر وہ راہِ راست پر نہ آئے۔ بلکہ خدا
پرست جماعت کو جو حضرت الیاس پر ایمان لائی تھی۔ جان سے مار ڈالا۔
اور حضرت الیاس کو بھی قتل کرنا چاہا +

حضرت الیاس ؑ نے اپنے خدا کے حضور شکایت کی۔ کہ اے میرے
محسن اور مولے ان لوگوں نے تیرے احکام کو جھٹلایا۔ تیری جماعت کو
قتل کیا۔ اب صرف میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ اور یہہ میری جان کے بھی
لاگو ہیں۔ انہیں اپنی قدرت کا کوئی کرشمہ دکھا۔ چنانچہ الہام الٰہی سے
آگاہی پاکر حضرت الیاس ؑ نے پیشین گوئی کی۔ کہ میرا حی وقیوم
خدا یوں فرماتا ہے۔ کہ اگر تم اپنی حرکات ناشایستہ سے باز نہ آؤگے۔ تو
جب تک میں دعا نہ کروں۔ تم پر آسمان بند رہے گا۔ اور ایک بوند نہیں
پڑے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ تین سال تک ایک بوند آسمان سے نہ برسی
اور سخت درجہ کا قحط پڑ گیا۔ کہ لوگ جان سے تنگ آ گئے۔ مگر یہہ لوگ
اب بھی رو براہ نہ ہوئے۔ بت پرستی اور شرارت سے مُنہ نہ پھیرا۔ بلکہ بیش
از بیش بتوں کے سامنے سر جھکایا۔ حضرت الیاس ؑ اس اثنا میں کہیں

پہاڑوں اور غاروں میں پناہ گزین رہے۔ اور وہیں اللہ تعالےٰ اُن کو
اپنی قدرت سے روزی پہونچاتا رہا۔ الہام الٰہی سے تین برس کے بعد
جب قوم میں پھر آئے۔ اور شاہ اخی اب سے ملے۔ تو بجائے اس کے
کہ وہ عبرت پکڑتا۔ حضرت الیاس ؑ سے یوں کہنے لگا۔ کہ او منحوس
اسرائیل کا بگاڑنے والا تو ہی ہے؟ حضرت الیاس ؑ نے جواب دیا
کہ بنی اسرائیل کا بگاڑنے والا میں نہیں۔ بلکہ تو ہے۔ جس نے خداوند
کے حکموں کو ترک کیا۔ قوم کو گمراہ کیا۔ اور بتوں کو پوجا۔ اتدعون
بعلا و تذرون احسن الخالقین۔ اللہ ربکم و رب آبائکم الاولین
کیا تم بعل کو پکارتے اور اُس کے آگے سر ٹیکتے ہو۔ اور سب سے عمدہ
صورتیں پیدا کرنے والے خدا کو چھوڑ بیٹھے ہو۔ جو ہمارا بھی رب ہے
اور تمہارے گذشتہ آبا و اجداد کا بھی آؤ آج امتحان کرلیں۔ جس کا خدا سچا
ہوگا۔ اُسکی سُنے گا۔ میں بھی خدا کے آگے دُعا کرتا ہوں۔ تم بھی بتوں سے
التجا کرو۔ دیکھو کس کے حکم سے مینہہ برستا ہے۔ چنانچہ بعل کے پجاریوں
نے بہتیرا گڑگڑا کر بعل سے التجا کی۔ مگر مینہہ ہرگز نہ برسا۔ مگر جس دن حضرت
الیاس ؑ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ وہیں آثار۔ ابر نمایاں ہوئے۔ کالی
کالی گھٹائیں آئیں۔ اور شدت سے مینہہ برسا +

ان نشانات کے دیکھنے سے بھی اخی اب ایمان نہ لایا۔ بلکہ اُس کی
بیوی نے قطعی ارادہ کرلیا۔ کہ حضرت الیاس ؑ کو ضرور قتل کرنا چاہئے
تاکہ ہمارے بتوں کی عزت قایم رہے۔ مگر حضرت الیاس ؑ ارشاد الٰہی سے
جنگل میں نکل گئے۔ اور ایک درخت کے نیچے خدا کے حضور دُعا مانگی۔ کہ
او میرے مالک! تو میرا حال جانتا ہی ہے۔ سب خدا پرستوں کو انہوں نے

ہلاک کیا۔ اور صرف میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ اور یہہ میری جان کے بھی درپے ہیں۔ میں ان لوگوں کے ہاتھ سے بچ نہیں سکتا۔ نہ یہہ تیرے راستے پر چلنے والے ہیں۔ بہتر ہے۔ کہ تو مجھے اپنے پاس بلالے۔ خدا تعالے کی طرف سے اُن کو بشارت پہونچی۔ کہ تو کچھ پروا نہ کر۔ تیرے دشمن ہلاک ہوجائیں گے۔ اور تیرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔ چنانچہ حضرت الیاس ؑ ارشاد الہی کے موافق ایک دفعہ پھر اخی اب بادشاہ کے پاس آئے اور پیشین گوئی کی۔ کہ میرے خدا نے فرمایا ہے کہ اگر تو اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئےگا۔ تو اللہ تعالی کی طرف سے تجھ پر ایک بڑی آفت نازل ہوگی۔ تو اور تیری نسل نابود ہوجائےگی۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کے موافق وہ آپ بھی بڑی ذلت کے ساتھ ہلاک ہوا۔ اور اس کے بعد اُس کا بیٹا بھی جھروکے سے گر کر لاولد مر گیا۔ خدا تعالے کے وعدے پورے ہوئے اور حضرت الیاس کو اللہ تعالے نے ہر میدان میں مظفر و منصور فرمایا۔

حضرت الیاس کا قصہ قرآن شریف کی سورۃ والصافات میں اور بائیبل کی کتاب سلاطین میں ہے۔ اُن کے حالات سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالے اپنے خواص عباد کی کس طرح دعائیں سنتا ہے اور کس طرح دشمنوں کے ہاتھ سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور دشمنانِ دین کو کس طرح تباہ اور ذلیل کرتا ہے۔ یہی نبی ہیں جنکی نسبت بائبل میں لکھا ہے کہ وہ آسمان پر زندہ بلائے گئے۔ اور حضرت عیسیٰ ؑ کی بعثت سے پیشتر دنیا میں ایک دفعہ پھر تشریف لائیں گے (ملاکی ۴ باب ۵) مگر ان کا آسمان پر جانا اور وہاں سے تشریف لانا کسی اور ہی رنگ میں تھا۔ یعنی یہہ پیشین گوئی حضرت الیاس کے مثیل حضرت یحیٰی کے آنے

سے پوری ہوئی۔ (متی ۱۷ باب ۱۲) جو الیاس کی روح اور اُسی کی قوت سے معمور ہو کر دنیا میں تشریف لائے (متی ۱۷ باب ۱۰)٭

حضرت الیسع علیہ السلام

حضرت الیاسؑ کے خلیفہ تھے۔ اُن کے بعد ایک عظیم الشان اور صاحب ہیبت نبی ہوئے۔ باوجود مخالفت ناموں کے بنی اسرائیلؑ پر توریت پڑھتے رہے اور یہاں تک اُن سے ممکن ہوا بنی اسرائیل کے سدھارنے کے لئے کوشش کی۔ ایک دفعہ وہ ایک ایسے شہر میں وعظ کرنے گئے جہاں لوگ سونے کے بچھڑے کو پوجتے تھے۔ راستے میں کئی کمینے لڑکے اُن کے گرد ہو گئے اور اُن کو سخت تنگ کیا۔ شاید اُس نبیؑ کے سر پر بال کم ہو گئے ٹھٹھے میں اُڑا کر کہنے لگے کہ او گنجے نبی چلا جا۔ حضرت الیسع نے اُن کو بہتیرا سمجھایا کہ شرارت سے باز آئیں مگر وہ ہاتھ دھو کر اُس نبی کے گرد ہو گئے۔ حضرت الیسعؑ نے تنگ ہو کر اُن پر لعنت کی۔ وہیں دو ریچھ نکلے اور اُن میں سے ۴۲ شریر لڑکوں کو پھاڑ گئے٭

اُن کے زمانہ میں بنی اسرائیل کے ساتھ اُن کا ایک مخالف بادشاہ لڑتا تھا جو معاملہ دشمن کے لشکر میں واقعہ ہوتا۔ یہہ الہام الٰہی سے شاہ اسرائیل کو اُس سے مطلع کر دیتے۔ آخرکار اُنہی کی دُعا اور برکت سے اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کے دشمنوں کو پسپا کیا۔ اور اُن کو ہر ایک میدان میں فتح و نصرت عطا فرمائی٭

حضرت الیسع کا ذکر توریت کتاب سلاطین اور قرآن شریف سورہ انبیا و ص میں ہے ۱۲

حضرت یونس (ذوالنون) علیہ السلام

حضرت یونسؑ جن کو توراۃ میں یونہ لکھا ہے۔ اہل نینوہ کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ اُنھوں نے اپنی قوم کو بہتیرا سمجھایا۔ مگر وہ رو براہ نہ ہوئے بلکہ ہمیشہ تکذیب اور تضحیک اور استہزاء سے پیش آئے۔ جب اُس قوم کا پیمانہ بھر گیا۔ تو آخرکار اللہ تعالےٰ کی طرف سے حکم پہونچا۔ کہ اگر یہہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ تو ۴۰ دن کے بعد اُن پر عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ حضرت یونس علیہ السلام ارشاد الٰہی کے موافق معہ اہل وعیال اُس بستی سے نکل گئے۔ ۴۰ دن کے بعد اُن پر کچھ عذاب الٰہی کی صورت نمودار ہونے لگی۔ تب سب نے ایمان لانے میں جلدی کی۔ کھانا پینا چھوڑ دیا۔ ٹاٹ کے کپڑے پہنے۔ اور خدا کے حضور میں بڑی عاجزی سے گڑگڑائے۔ اللہ تعالیٰ کو اُن پر رحم آیا۔ اور اُن پر سے عذاب ہٹا لیا۔ جیسا کہ وہ سورہ یونس کی ۹۸ آیت میں فرماتا ہے ؎

اب حضرت یونس[۱] کا حال سنو۔ وہ ایک پہاڑ کی کھوہ میں جا بسے تھے۔ اور وعدہ الٰہی کے منتظر تھے۔ جب اُن کو معلوم ہوا۔ کہ ۴۰ دن ہوچکے مگر اُن پر عذاب نہیں آیا۔ تو بڑے پریشان ہوئے۔ سمجھا کہ اب کس مُنہ سے نینوہ کو جاؤں؟ اور کیا مُنہ دکھاؤں۔ حکم الٰہی کا بھی انتظار نہ کیا۔ ترسیس کا رُخ کیا۔ راہ میں ایک جہاز پر سوار ہوئے سمندر میں طوفان آیا۔ جہاز ڈوبنے لگا۔ بہت چلائے اور گڑگڑائے آخر ملاح نے کہا۔ کہ کوئی شخص ان میں ایسا ہے۔ جو اپنے آقا سے بھاگ کر

(۱) ان کا ذکر سورہ یونس۔ صافات۔ انبیا۔ قلم میں ہے ؎

آیا ہے۔ اُنہوں نے قرعہ ڈالا۔ **حضرت یونس** کے نام آیا۔ سمندر میں پھینکے گئے۔ ایک مچھلی مُنہ کھولے تھی۔ اُس نے نگل لیا۔ مگر کھایا نہیں۔ بلکہ کچھ عرصہ بعد کنارہ پر پھینک دیا۔ اسی وجہ سے اُن کو ذوالنون کہتے ہیں +

حضرت یونس ؑ کو اپنی غلطی معلوم ہوئی۔ لگے مچھلی کے پیٹ میں گڑگڑانے اور خدا کے حضور چلانے کہ **لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین**۔ تیرے سوائے کوئی عبادت کے لایق نہیں۔ تیری ذات پاک ہے۔ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ **حضرت یونس** اپنی غلطی کی وجہ سے ابتلا میں پڑ گئے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس دعا کی برکت سے اُن کی وہ مصیبت رفع کی + دھوپ سے اُن کو تکلیف ہوتی۔ تو ایک کدو کی بیل کے نیچے پناہ گزیں ہوئے۔ وہ سوکھ گئی۔ تو حضرت یونس گڑگڑائے۔ اللہ تعالیٰ نے (جو بڑا رحیم کریم ہے) عتاب کیا۔ کہ اس کدو کی بیل ضایع ہونے سے تجھے اتنا غم ہوا۔ اور نینوہ کے ایک لاکھ آدمیوں کو میں ضایع کر دیتا؟

حضرت یونس ؑ میں جب قوت پیدا ہوئی۔ تو پھر نینوہ کی طرف بھیجے گئے۔ اُن کی قوم آگے ہی اُن کے دیدار کو ترستی تھی۔ دور ہی سے اُس **مقبول صورت** کو دیکھ کر خوش ہو گئی۔ اور اس طرح اللہ کا عذاب اُس قوم پر سے ٹل گیا +

اس قصہ میں بہ ہدایت و بصیرت ہے۔ کہ اگر اہل مکہ بھی نزول ہدایت سے پیشتر ایمان لانے میں جلدی کریں۔ تو خدا کے غضب سے جو اُنپر آنے والا ہے۔ نجات پا جائیں۔ ورنہ کوئی صورت اُن کی رہائی کی نہیں +

اس قصہ میں خدا تعالیٰ کی عظیم الشان رحمت کا بھی بھید کھلتا ہے کہ وہ کیسا رحیم و کریم ہے۔ جو کبھی انسان کو ہلاک کرنا نہیں چاہتا۔ بس اُسکی طرف جھکنے کی دیر ہے اور معاف کرنے میں دیر نہیں۔ یہہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی وعید یعنی (وعدہ عذاب) میعاد سے پیشتر ایمان لانے اور خدا کی طرف رجوع کرنے سے ٹل جاتا ہے۔

یہہ بات بھی کہ خدا تعالےٰ اپنے خاصوں پر بھی اُن کی غلطیوں کی وجہ سے خطاب و عتاب کرتا ہے۔ لیکن بخشش مانگنے اور گڑگڑانے سے جھٹ ماضی سے درگذرتا ہے۔ اور وہ بڑی غفور و رحیم ذات ہے۔

حضرت زکریا علیہ السّلام

اُن کا قصہ ایک بڑا نشان ہے۔ اس بات کا۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے مقدسین کی کس طرح دعائیں سنتا ہے۔ اُن کی بیوی بانجھ تھی۔ اور آپ بھی بڑے بوڑھے تھے۔ چونکہ اُن کی دعا محض دین کے لئے تھی اور وہ دین کی حمایت و اشاعت کے لئے ایک فرزند سعید کے طلبگار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعا سُنی۔ اُن کی عورت کا بانجھ پن دور کردیا اور بڑھاپے میں اُن کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ جس کا نام بھی خدا کے حکم کے بموجب وہ رکھا گیا۔ جو آج تک کسی کا نہیں رکھا گیا تھا یعنے یحییٰ جو دعائیہ نام ہے۔ یعنی جیتا جاگتا رہے۔

لہ حضرت زکریا کا ذکر سورہ عمران و مریم میں ہے اُن کا نام ذوالکفل بھی ہے۔ اس لئے کہ حضرت مریم کی پرورش کے کفیل ہوئے تھے۔ جیسے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وکفلہا زکریا۔

ن کے حال سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے خالص بندے اولاد
غیرہ جو کچھ مانگتے ہیں۔ دین کی اصلاح اور صلاح آخرت کے لئے۔ نہ
نیا کی خاطر۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا نام الیسبات تھا حنہ اُن
ی بہن تھی۔ جن کی بیٹی حضرت مریم تھیں۔ جو جناب عیسیٰ علیہ السلام
ی ماں تھیں۔ حضرت مریم کی پرورش بذریعہ قرعہ اندازی کے حضرت
کریا ہی نے کی تھی۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام

خدا تعالےٰ نے اُن کی تعریف میں سید (سردار) اور حصور (
نفس کش) اور نبی صالح کے الفاظ بیان فرمائے ہیں۔ یہی نبی ہیں جنکو لڑکپن
ی میں خدا تعالےٰ نے نبوت عطا فرمائی۔ انہوں نے جناب عیسیٰ علیہ السلام
ور جناب محمد رسول اللہ صلعم کی بعثت کی بشارت دی۔

توریت میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ کی تشریف آوری
ے پیشتر حضرت الیاس پھر آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ خدا تعالےٰ نے
حضرت یحییٰ ؑ کے پیدا ہونے سے اس بشارت کو پورا کیا۔ جو حضرت
یاس ؑ کے مثیل اور الیاس ؑ ہی کی طبیعت اور قوت کے ساتھ
نیا میں تشریف لائے (لوقا ۱ باب ۱۷) یہود کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام
ے انکار کا ایک بڑا موجب یہہ بھی تھا۔ کہ وہ حضرت عیسیٰ ؑ سے پیشتر

حضرت یحییٰ ؑ کا ذکر سورہ عمران و مریم میں ہے۔

حضرت الیاس ع کا آنا ضروری سمجھتے تھے۔ حالانکہ حضرت یحیٰ کے آنے سے یہہ پیشین گوئی پوری ہو چکی (متی ۱۱ باب ۱۴) ✣

اس زمانہ کے حاکم ہیرودوس نامی نے ایک لڑکی سے نکاح کرنا چاہا۔ جو اس کے لئے شرع کے رو سے ناجائز تھی۔ حضرت یحیٰؑ نے اُس حاکم کو اس بات سے منع کیا۔ جس کی وجہ سے اُس نے پہلے انہیں قید کیا۔ پھر ایک دن بدمستی کی حالت میں اُس لڑکی کے کہنے سے حضرت یحیٰؑ کو قتل کر ڈالا (متی ۱۴ باب ۱۰-۱۲ آیت) ✣

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰؑ بڑے عظیم الشان نبی گذرے ہیں۔ جب یہود میں قساوت قلبی اور مکاری اور ریاکاری اور شورہ پشتی حد سے بڑھ گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُس مقدس نبی کو مبعوث کیا۔ اُنہوں نے یہود کو قسم قسم کے نشان دکھائے۔ مگر اُس غلیظ طبع قوم میں سے بہت ہی کم ایمان لائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قوم کی تندی اور شورہ پشتی دور کرنے کے لئے اکثر احکام ایسے بیان فرماتے۔ جن میں نرمی اور ملائمت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہوتی۔ یہہ لوگ ان ہدایتوں کو توراۃ کے برخلاف سمجھے۔ چونکہ یہہ لوگ بالکل ظاہر پرست اور ریاکار تھے۔ اور حضرت عیسیٰؑ کے کلام میں اکثر اسرار تصوف اور علم باطن کی باتیں بھی ہوتیں۔ یہہ لوگ

ان کا ذکر سورہ بقرہ۔ عمران۔ نسا۔ زخرف۔ مریم۔ مائدہ۔ صف۔ حدید۔ مومنون۔ یٰسین۔ انبیا میں ہے ✣

ان باتوں کو بھی کفر سمجھتے - اور جس طرح آجکل ملانے لوگ ذرا ذرا بات پر کفر کے فتوے لگانے پر تیار ہوتے ہیں - ان لوگوں نے بھی حضرت عیسیٰؑ کے کفر پر فتوے دیا - حضرت عیسیٰ ؑ کی بے لاگ نصیحت اور آزادانہ تنبیہ وہدایتنا سے یہہ لوگ اس قدر برافروختہ ہوئے - کہ حاکم وقت کے سامنے اُن کی سخت شکائتیں کیں - اور یہہ بھی کہدیا - کہ درپردہ یہہ شخص قیصر کا مخالف ہے - یہاں تک کہ حاکم وقت بھی صلیب دینے پر مجبور ہو گیا ✤

توریت میں لکھا ہے کہ جو شخص کاٹھ پر لٹکایا جائے وہ لعنتی ہے - اور صلیبی موت - لعنتی موت ہوتی ہے - یہود نے حضرت عیسیٰؑ کو صلیب دلانا چاہا تاکہ توریت کے بیان کے موافق اُن کو لعنتی موت سے قتل کریں - مگر چونکہ وہ اللہ تعالےٰ کے خاص الخاص بندے تھے - خدا تعالےٰ کو کب منظور تھا - کہ اُن کو لعنتی موت سے قتل کرے - اور اُن کا رفع عزت سے نہ ہو - اللہ تعالےٰ نے اُن کی تدبیر بالکل نکمی اور بودی کردی - یعنی صلیب کے وقت سخت درجہ کی اندھیری آگئی - دنیا میں تاریکی چھا گئی اس عذاب الہی کی اندھیری نے اُن کے اپنے ہی ہوش ٹھکانے نہ رہنے دیئے - حضرت عیسیٰ ؑ کی تصلیب اُنہیں کیا سوجھتی ؛ جناب عیسیٰؑ اس آفت سے بال بال بچ گئے - اور یہود مردود کے زعم کے برخلاف اُن کا رفع آسمان پر کمال عزت وحرمت کے ساتھ ہوا - وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین ٥

اُنہوں نے حضرت عیسیٰ ؑ کو نہ قتل کیا نہ صلیب دیا - بلکہ اُنہیں التباس پڑ گیا اور اُنہوں نے خدا کے برخلاف تدبیریں کیں اور اللہ نے بھی ایک تدبیر کی اور اللہ کی تدبیر غالب آگئی ✤

یوں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کے مخالفوں کی تدابیر کو باطل اور نکما کیا۔ اور حضرت عیسیٰ ع کو عزت کے تخت پر بٹھایا۔ حضرت عیسیٰ ع کے بعد آپ کے حواریین نے دین عیسوی کو بڑی مشقت سے پھیلایا۔ اور ایک دنیا کو عیسائی بنایا۔

حضرت عیسیٰ پر جو کتاب نازل ہوئی اس کا نام انجیل ہے۔ جناب رسالت مآب ص کی نبوت کے ساتھ حضرت عیسیٰ ع کے حالات کو یہہ تعلق ہے۔ اور یہہ بشارت ہے۔ کہ جس طرح قوم یہود ان کے برخلاف اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور آنجناب ص کو قتل کرنا چاہا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے ان کے اس منصوبہ کو بالکل باطل کردیا۔ اور ان کا بال بال بچا لیا۔

اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ ص کے برخلاف یہہ مردود قوم اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور انہوں نے بھی جناب رسالت مآب کو کئی دفعہ ہلاک کرنا چاہا۔ زہر دیا۔ آپ کے اوپر پتھر گرانا چاہا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو انکی شرارتوں سے بچایا۔

جس طرح اس قوم فاسق نے حضرت عیسیٰ ع کو صلیب دے کر انکو لعنتی موت سے مارنا چاہا تھا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے ان کو ذلت کی موت سے بچایا اور ان کا رفع آسمان پر عزت سے ہوا۔ اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو اس بدکار قوم نے ہلاک کرکے تورات کی پیشگوئی کو باطل اور آپ ص کو مثیل کاذب ثابت کرنا چاہا تھا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے آپ کو ان کی شرارتوں سے نجات دی اور آپکا رفع عزت سے ہوا۔ موسیٰ ع کے مثیل برحق ثابت ہوئے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہودا نامسعود کے ہاتھ سے حضرت عیسیٰ ع کو بچایا تھا۔ اور حضرت عیسیٰ ع کو اس مکان سے جس میں ان کو بند کیا تھا۔ اپنی قدرت سے نکال باہر کیا تھا۔

اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کی قوم رات کو آپ کے مکان میں آکر قتل کرنا چاہتی تھی۔ کہ اللہ تعالے نے آپکو بچا لیا۔ اور کھڑکی کی راہ سے آپ نکل کر مدینہ کو روانہ ہوئے ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ (وہ جناب رسول خدا ص کے برخلاف منصوبے باندھ رہے تھے۔ اور اللہ بھی بچاؤ کی تدبیر میں لگا تھا۔ آخر اللہ کی تدبیر بہتر ثابت ہوئی اور سب پر غالب آگئی)۔

جس طرح حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے دین الہٰی کو آپ کے بعد بڑی کوشش سے پھیلایا۔ اور حامی دین کہلائے۔ اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے آپ کے بعد بڑی کوشش سے دین کو دنیا میں پھیلایا۔ اور انصار دین مثین خطاب پایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورہ صف میں فرماتا ہے:۔

یا ایہا الذین آمنوا کونوا انصار اللہ کما قال عیسی ابن مریم للحواریین من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصار اللہ فآمنت طائفۃ من بنی اسرائیل وکفرت طائفۃ فایدنا الذین آمنوا علی عدوھم فاصبحوا ظاھرین۔

انطاکیہ والوں کا حال

اہل انطاکیہ کا ذکر سورہ یٰسٓ میں ہے۔ یہ اللہ تعالے نے اُس وقت نازل فرمایا جبکہ مکہ والوں کی کفر اور تکذیب کی شامت سے عرب میں متواتر سات برس تک ایسا سخت قحط پڑا۔ کہ لوگوں نے ہڈیاں پیس پیس کر کھائیں۔ اور جس کی بابت اللہ تعالے نے پہلے ہی سے سورہ دخان میں پیشین گوئی فرمادی تھی۔ وعیدِ الہٰی کے موافق قحط پڑا۔ کفار بلبلا اُٹھے۔ اب مناسب

تھا کہ وہ خدائے رحمان ورحیم کی طرف جھکتے اپنے گناہوں سے توبہ کرتے۔ اور خدا کے بھیجے رسول پر ایمان لاتے۔تاکہ اللہ تعالےٰ اُن پر سے یہہ عذاب الیم دفع کرتا۔ مگر اُنہوں نے آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہ کرام کو پہلے سے بڑھکر تکلیفیں اور ایذائیں دینی شروع کردیں۔ اور اس قحط کو آنحضرت صلعم کے وجود سراپا جود کی طرف منسوب کیا۔ کہ گویا آپؐ ہی کی شامت اور نحوست کی وجہ سے پڑا ہے انا تطیرنا بکم اسپر اللہ تعالیٰ نے یہہ واقعہ سناکر اُن کو عبرت دلائی۔ اور فرمایا کہ واضرب لہم مثلا اصحاب القریۃ اے نبی مثال کے طور پر انکو اہل انطاکیہ کا حال سنا۔ تاکہ وہ اپنے افعال بد پر متنبہ ہوکر حق کی طرف رجوع کریں۔ اور اُنپر سے عذاب دفع ہو۔ ورنہ اُن کا بھی وہی انجام ہوگا جو اہل انطاکیہ کا ہوا۔

مختصر واقعہ انطاکیہ والوں کا یہہ ہے۔ کہ یہہ لوگ پرلے درجہ کی گھنونی بت پرستی اور بد اعمالیوں میں گرفتار تھے۔ غیرت الٰہی کو حرکت ہوئی۔ اُس گندی بت پرستی اور شرارتوں سے روکنے کے لئے ان کی طرف اپنے دو مرسل بھیجے۔ مگر اُنہوں نے اُن کی بُری طرح تکذیب کی۔ ستایا۔ اور ٹھٹھوں میں اُڑایا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے ایک تیسرا رسل اُن دونوں کی تقویت اور تائید کے لئے بھیجا۔ اب تینوں نے ملکر بڑے زور کے ساتھ بت پرستی کے برخلاف وعظ کئے۔ غضب الٰہی سے ڈرایا۔ مگر وہ مطلق راہ راست پر نہ ہوئے۔ وعید الٰہی کے موافق بڑا سخت قحط پڑا۔ سخت تنگ وناچار ہوئے۔ مگر بعوض اس کے کہ اُن حقانی مرسلوں کی تصدیق کریں۔ خدا کے آگے گڑگڑائیں۔ ان مرسلوں کو اور دُکھ دینا شروع کیا۔ اور قحط کی مصیبت کو اُن کے وجود پاک کی نحوست کی وجہ سے قرار دیا۔ اور سنگسار کرنے کو تیار ہوگئے۔ مرسلین الٰہی نے جواب دیا۔ کہ یہہ سب مصیبت تمہارے شامت اعمال کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالےٰ کی طرف

جھکو۔ اُس کے حضور میں گڑگڑاؤ۔ ابھی سب قحط دور ہو جاتا ہے۔ مگر ان پر اس نصیحت نے کچھ اثر نہ کیا۔ بلکہ اُن کے قتل کرنے پر اصرار کیا۔ ایک مومن آدمی نے جو سُنا۔ کہ لوگ اُن رسولوں کی ہلاکت کے درپے ہیں۔ تو شہر کے پرلے سرے سے دوڑتا ہوا آیا۔ اور اپنی قوم کو سمجھایا۔ توحید الٰہی کا وعظ کیا۔ غضب الٰہی سے ڈرایا۔ مگر اُسکی قوم بجائے اسکے کہ اس شخص کے وعظ سے عبرت پکڑتی۔ اُس کے ساتھ کمال بدسلوکی سے پیش آئی۔ اور مار مار کر اُسے جان ہی سے مار ڈالا۔ مرنے کے بعد اللہ تعالےٰ نے اُسے جنّت کی بشارت دی۔ یہہ جان نثارِ قوم اللہ تعالےٰ سے یہہ بشارت پاکر اب بھی اپنی قوم کو نہ بھولا۔ بلکہ بڑی ہمدردی اور دلسوزی سے کہنے لگا کہ **یالیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین** اللہ تعالےٰ نے جو مجھے بخش دیا۔ اور اپنی مقرب اور معزز جماعت الٰہی میں شامل کیا۔ کاش میری قوم کو بھی اس حال سے یہہ خبر ہوتی۔ تو وہ بھی رسولوں پر ایمان لاتی۔ اور مغفرت اور انعام الٰہی سے حصہ پاتی *

اہل انطاکیہ نے اُس مومن کو شہید کر دیا۔ خدا کے مرسلوں کو قتل کرنے کے درپے ہوئے۔ پیمانہ بھر گیا۔ غضب الٰہی جوش میں آیا۔ اُن پر بجلی گری۔ کڑک کی ایک ہی آواز سے سب آگ کی طرح بجھ کر رہ گئے *

اصحاب الاخدود (گڑھے کے شہیدوں) کا ذکر

ان کا ذکر قرآن شریف کی سورہ بروج میں ہے۔ مختصر حال ان کا یہہ ہے کہ ایک عیسائی لڑکا بڑا خدا پرست اور صاحب کرامت تھا۔ چنانچہ کبھی

آدمی اُس کی کرامتیں دیکھ کر اور وعظ سُن کر ایمان لے آئے۔ اُس وقت کا بادشاہ جو بڑا بت پرست تھا۔ لوگوں کو بُت پرستی کے لئے مجبور کرتا تھا۔ چنانچہ اُس نے جب ان لوگوں کا حال سُنا۔ تو اُن کو بھی بُرا بھلا کہا۔ اور بُت پرستی کے لئے مجبور کیا۔ جب اُنہوں نے نہ مانا۔ تو زمین میں ایک لمبا گڑھا کھدوایا۔ اور اُسے آگ سے بھروا اُن آدمیوں کو وہاں ڈلوادیا۔ وہ یہہ ظلم کر ہی رہا تھا کہ دفعتہً وہ آگ اس شدت سے مشتعل ہوئی۔ کہ اُسکی لپیٹ بادشاہ اور امراء تک جا پہونچی۔ سب کے سب قہر الہی کی آگ میں بھسم ہوگئے۔ یہہ قصہ ایک عبرتناک واقعہ ہے۔ کفار مکہ کے لئے جو مسلمانوں کو سخت تنگ کرتے اور طرح طرح کی تکالیف دیتے۔ اور زندوں کو تپتی ہوئی ریت میں ڈال دیتے تھے۔ خدا تعالے نے اُن کو اس قصہ سے عبرت دلائی۔ اور ڈرایا۔ کہ ان بطش ربك لشدید یہہ خدا کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالے نے آخر کار ان کفار کو ایسا پکڑا۔ کہ سب کے سب فنا اور نیست و نابود ہوگئے۔

اصحاب فیل کا واقعہ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے ۵۰ دن پیشتر اصحاب فیل کا واقعہ وقوع میں آیا۔ اور آپ کی تشریف آوری کی بشارت عظیمہ لایا۔ مختصر کیفیت اسکی یہہ ہے۔ کہ ابرھہ حبشی جو نجاشی شاہ ابی سینیا کی طرف سے یمن کا گورنر تھا۔ اُس نے دیکھا۔ کہ اطراف وجوانب سے یمن اور عرب کے بے شمار لوگ کعبہ کی زیارت کو جاتے ہیں۔

اور کعبہ کی کمال تعظیم بجا لاتے ہیں۔ حسد اور کینہ کی آگ اُس کے سینہ میں شعلہ زن ہوئی۔ چاہا۔ کہ میری رعایا اور دوسرے اہل عرب کعبہ کی زیارت اور اسکی تعظیم و تکریم سے ہٹ جائیں۔ اور سب کی رجوع میری طرف ہو جائے کعبہ کے جواب میں ایک بڑا بھاری گرجا قلیس نامی بنوایا۔ اور اُس کے درو دیوار کو زر و جواہر سے مرصع کرکے خوب سجایا۔ اور تمام رعایا اور دیگر لوگوں کو اُس کی زیارت کے لئے اُکسایا۔ مگر از بسکہ قبولیت خداداد ہوتی ہے۔ جو حرمت خانہ کعبہ کی اہل عرب کے دلوں میں تھی۔ ایک عیسائی گرجا کی کیسے ہو سکتی تھی۔ کسی نے اُدھر رُخ بھی نہ کیا۔ سب کعبہ ہی کو جاتے رہے۔ آخر یہ ٹھانا۔ کہ کسی طرح کعبہ کی عمارت کو سرے ہی سے گرا کر اُسکا نام و نشان ہی مٹا دے۔ تاکہ مجبوراً سب کو قلیس ہی کی طرف جانا پڑے۔ اس منصوبہ کے پورا کرنے کے لئے حرم محترم پر ایک زبردست فوج چڑھا لایا۔ اور بہت سے خونی اور مہیب ہاتھی ساتھ لایا۔ جو لشکر اصحاب فیل کہلایا۔ راستہ میں جو قوم مانع و مزاحم ہوئی سب کو مار ہٹایا۔ مگر جس کا وہ مقابلہ کیا چاہتا تھا۔ وہ اُس سے کہیں زبردست تھا ؎

ممکن نہیں کسی سے خدا کا مقابلہ
ہارا وہ جس نے حق سے کیا کچھ مجادلہ

جب حرم محترم کی حد میں داخل ہوا۔ قدرت الہیہ سے عجیب شکل و صورت کے دریائی پرندے نمودار ہوئے۔ جن کے پنجوں اور چونچوں میں کنکر تھے۔ ان پرندوں نے ان لوگوں کے سروں پر وہ کنکر پھینکنے شروع کئے۔ اب تو سب کے ہوش اُڑے۔ جس شخص کے سر یا آنکھ پر وہ کنکر لگتا۔ وہیں ڈھیر ہو جاتا۔ اس طرح دم کے دم میں سارا لشکر

تباہ۔ ویران اور تتر بتر ہوکر کعصف ماکول دکھائے ہوئے بھس کی مانند ہو گیا۔ اور اصحاب فیل اپنے ارادہ میں بالکل ناکام بے نیل مرام شکستہ و خوار ہوئے ؎

بدیں گونہ کارِ خدائی نمود

بہ خالق چہ زور آزمائی نمود

اللہ تعالے نے اپنے حرم محترم کی عزت و حرمت برقرار رکھی اور ابرہہ خدا کے برخلاف اُٹھ کھڑا ہونے سے تباہ اور برباد ہو گیا۔ اور یہہ بشارت عظیمہ تھی۔ آنحضرت صلعم کی ولادت باسعادت کی۔ چنانچہ اس واقعہ سے ۵۰ دن بعد آنحضرت صلعم متولد ہوئے۔ اور آپ کی برکت اور طفیل[1] سے خدا تعالے نے خانہ کعبہ کو ایسے مہیب دشمنوں کے ہاتھ سے محفوظ رکھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اللہ تعالی یہہ واقعہ آنحضرت صلعم کو قران شریف میں یاد دلاتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ کہ الم تر کیف فعل ربك باصحاب الفیل تونے دیکھا نہیں ؟ کہ تیرے مربی و محسن خدا نے محض تیرے لئے اصحاب فیل کے ساتھ کیا معاملہ کیا ؟ اور کس طرح پیش آیا۔ الم یجعل کیدھم فی تضلیل کیا اُن کے تمام حیلوں اور تدابیر کو نکما اور ضایع نہ کردیا۔ و ارسل علیہم طیراً ابابیل ترمیہم بحجارۃٍ من سجّیل فجعلھم کعصف ماکول ان پر پرندوں کے غول کے غول بھیجے۔ جو کنکر پتھروں سے اُنکی خوب خبر لیتے تھے اور اس طرح اُن کے لشکر کو آن کی آن میں تباہ اور غارت تتر بتر

[1] نہ صرف اصحاب فیل کے ہاتھ سے بلکہ جو شخص خانہ کعبہ کی بے حرمتی کے ارادہ سے اُس پر حملہ آور ہوا۔ تباہ اور خستہ ہوا اور یہ فضیلت صرف خانہ کعبہ سے خاص ہے ورنہ بیت المقدس کئی دفعہ دشمنوں کے ہاتھ سے تباہ اور برباد ہو چکا ہے۔

اور پریشان کر دیا ✤

الحق کہ مکان کی حرمت مکین ہی کی جہت سے ہوتی ہے ۔ اللہ تعالےٰ نے جو مکہ کی محافظت کی ۔ اور مخالفین کے ہاتھ سے حرم محترم کی حرمت برقرار رکھی ۔ یہہ سب آپ ہی کے وجود فیض نمود کی طفیل اور حضور ہی کی ولادت با سعادت کی ایک زبردست بشارت اور جناب علیہ السلام ہی کی تشریف آوری کا ایک پیش خیمہ تھا ۔ انجیل میں جو لکھا ہے ۔ کہ یہہ وہ پتھر ہے ۔ کہ جو اس پر گرے گا چکنا چور ہو جائے گا (متی ۲۱ باب ۴۴) اس مضمون کی صداقت یہیں سے معلوم ہوتی ہے ۔ جس شخص نے اس مکان محترم (خانہ کعبہ) کی ۔ یا اُس مکرم معظم (حضرت رسول کریم ص) کی گستاخی کی ۔ اور مخالفت سے پیش آیا ۔ مورد غضب الٰہی ہو کر چکنا چور ہو گیا ۔ یہہ خدائی کام ہے ۔ اور ہماری نظروں میں عجیب ۔ یہہ ایسا واقعہ ہے ۔ اور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ کا ایسا عظیم الشان معجزہ ۔ جس کی تسلیم میں کسی مخالف و موافق کو ہرگز کلام نہیں ۔ اور اُس زمانہ کی اُس تاریخ میں مندرج ہے ۔ جو دنیا کی ساری تواریخ سے معتبر اور جس کا لفظ لفظ یقینی اور متواتر ہے ۔ اور جو اہل عرب میں ایسا مشہور و متواتر تھا کہ اُسکی عام شہرت اور تواتر کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے بھی اُس واقعہ کو اس پیرایہ میں یاد دلایا ۔ کہ الم تر کیف فعل ربك باصحاب الفیل تو نے دیکھا نہیں ۔ یعنی یہہ ایسا واقعہ مشہورہ ہے ۔ کہ گویا آنکھوں دیکھا اُسے سمجھنا چاہئے ۔ فتفکروا یا اولی الالباب ✤

۱۲ ربیع الاول سنہ جلوسی نوشیروان مطابق ۵۷۰ء کو سوموار کے دن وہ بڑا عظیم الشان پیغمبر جس کی تشریف آوری کی خبر تمام انبیا و رسل ابتداء دنیا سے اس وقت تک دیتے چلے آئے۔ اور اُس کی تعریف و توصیف کے گیت گاتے رہے۔ قریش کے اشرف الشرفاء خاندان میں عبداللہ بن عبدالمطلب کے مشکوئے معلےٰ میں پیدا ہوا۔ وہ آخری نبی

جو آسمانی کتابوں میں حضرت[1] ابراہیم ؑ کی دُعا۔ حضرت موسیٰ ؑ کا مثیل حضرت داؤد ؑ کا پہلوان۔ حضرت سلیمان ؑ کا محمدیم۔ حضرت یسعیاہ ؑ کا ستودہ اور برگزیدہ۔ حضرت حبقوق کا قدوس۔ حضرت حجی کا حمدت (احمد) حضرت عیسیٰ ؑ کا فارقلیط کہلاتا ہے۔ فاران کے بیابان

حاشیہ [1] حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے حالات مبارک سے سارا قرآن شریف بھرا پڑا ہے۔ دنیا میں کسی شخص کی لایف وہ پایہ نہیں رکھتی جیسی کہ آنحضرت ؐ کی۔ اگر احادیث سے بالکل قطع نظر کریں تو صرف قرآن شریف سے آنحضرت ؐ کی اسقدر سوانح عمری لکھی جا سکتی ہے جس کا ثبوت نبوت اور اسلام کی صداقت سے تعلق ہے۔ اور قرآن شریف وہ کتاب ہے جس پر دنیا کے تمام مخالفین تک متفق الرائے ہیں کہ اسکا لفظ لفظ ایسا حفظ و ضبط کیا ہوا ہے اور اسکا سلسلہ زبانی و کتابی ایسا متواتر ہے کہ اسکے کسی واقعہ میں عقل کے رو سے احتمال کی مجال نہیں۔ اب ہم بقید رکوعات آنحضرت ؐ کے حالات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

(۱) آنحضرت ؐ ابراہیم کی دُعا ہیں بقرہ ۵۔ حضرت موسیٰ ؑ کے مثیل ہیں (مزمل) حضرت عیسیٰ کی بشارت ہیں (صف ۱) آنحضرت ؐ کا ذکر اہل کتاب تورات و انجیل میں پاتے ہیں (اعراف ۱۹-۲۰) آنحضرت ؐ کو اہل کتاب بیٹوں کی مانند پہچانتے ہیں (بقرہ ۱۷) آنحضرت ؐ نبی اُمی ہیں (اعراف ۱۹) جمعہ ۱۔ شوریٰ ۵۔ عنکبوت ۵۔ آنحضرت ؐ ساری دنیا کے لئے نبی ہیں (اعراف ۲۰) خاتم النبیین ہیں (احزاب ۵) رحمت عالمین ہیں (انبیاء ۱۷) رؤف و رحیم ہیں (توبہ ۱۶) خلق عظیم پر مخلوق ہیں (قلم ۱) بشیر و نذیر (بقرہ ۶۔ ہود ۱۔ فرقان ۵۔ فتح ۱۔ مائدہ ۳۔ ہود ۴۔ رعد ۱۔ حجر ۶۔ حج ۷۔ یس ۱ + ص ۳۔ ۴۔ ۶ + احقاف ۱۔ ذاریات ۴ + نجم ۳۔ ملک ۴ + نازعات ۲ + آنحضرت ؐ کو خلعت نبوت عطا ہوئی علق ۱۔ مدثر ۱ + آپ کا کام صرف تبلیغ ہے۔ جبر و اکراہ نہیں بقرہ ۳۴ + عمران ۲۔ نساء ۱۱۔ مائدہ ۱۰۔ ۱۲۔ ۱۳۔ اعراف ۱ + رعد ۴۔ ۶۔ نحل ۱۱۔ ق ۳۔ نور ۷۔ احزاب ۶۔ نمل ۷۔ شوریٰ ۵۔ ذاریات ۴۔ غاشیہ ۱۔

(یعنی مکہ) سے جلوہ گر ہوا۔ آسمان کے فرشتے اُس مولود مسعود پر مبارکباد دینے لگے۔ روحانی دنیا میں خوشی اور خورمی کے نعرے بلند ہوئے۔ ہاں اندھوں کو بینائی بخشنے والا۔ بہروں کے کان کھولنے والا۔ گنگوں کی زبان پر اسرار معرفت چلانے والا۔ مردوں کو جلانے والا۔ اسیروں کو چھوڑانے والا۔ دنیا کا شفیع اور سچا منجّی پیدا ہوا *

بقیہ حاشیہ نمبر لیل ۱۔ آنحضرت م کی تبلیغ کا بے غرض اور محض للّٰلہ ہونا انعام ۱۰۔ یوسف ۱۱۔ مومنون ۴۔ فرقان ۵۔ سبا ۶۔ ص ۵۔ شوریٰ ۳۔ طٰہ ۱ *

آنحضرت م نے قرآن آپ نہیں بنایا ہود ۳۔ آنحضرت کا حوصلہ اور شرح صدر۔ الم نشرح ۱۔ کفار کی ایذا رسانی پر آنحضرت م کو خدا کی طرف سے تسکین اور بشارت عمران ۱۸۔ ۱۹۔ انعام ۱۔ ۴۔ انفال ۴۔ توبہ ۳۔ ۶۔ ۸۔ یونس ۷۔ ہود ۳۔ ۱۰۔ حجر ۶۔ نحل ۱۶۔ طٰہ ۸۔ انبیا ۳۔ حج ۶۔ فرقان ۳۔ شعرا ۱۔ ۱۔ نمل ۶۔ احزاب ۶۔ فاطر ۱۔ یٰسین ۵۔ مومن ۱۔ ۸۔ حم سجدہ ۵۔ زخرف ۲۔ ذاریات ۳۔ ممتحنہ ۱۔ قلم ۱۔ کوثر ۱۔ لہب ۱ *

مسلمانوں کو تسکین عمران ۱۴۔ حج ۶۔ مومن ۲۔ مجادلہ ۳۔

کفار اور مشرکین کا آپ کے ساتھ سلوک بقرہ ۳۔ ۹۔ ۱۱۔ ۱۳۔ ۱۷۔ عمران ۳۔ ۸۔ ۱۰۔ نسا ۷۔ ۸۔ مائدہ ۱۱۔ انعام ۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ انفال ۴۔ ۷۔ توبہ ۳۔ بنی اسرائیل ۸۔ کہف ۸۔ انبیا ۳۔ حج ۹۔ نور ۲۔ فرقان ۴۔ لقمان ۱۔ صافات ۱۔ ۳۔ ص ۱۔ مومن ۴۔ حم سجدہ ۴۔ شوریٰ ۲۔ مجادلہ ۲۔ ممتحنہ ۱۔ منافقون ۱۔ قلم ۲۔ مدثر ۱۔ تطفیف ۱۔ بیّنہ ۱ *

اہل کتاب اور مشرکین کا آپ کو صادق جاننا۔ بقرہ ۵۔ ۹۔ ۱۱۔ ۱۳۔ ۱۷۔ عمران ۹۔ انعام ۱۴۔ رعد ۵۔ ۶۔ قصص ۶ *

اہل کتاب کا طمع دنیا سے دین چھوڑنا بقرہ ۵۔ ۹۔ ۲۱۔ عمران ۱۹۔ اعراف ۲۔ توبہ ۵۔

ان دنوں ایران کا بادشاہ مشہور و معروف کسرائے عادل نوشیرواں تھا۔ یہہ عجیب اتفاق ہوا۔ کہ اس **حقانی مصلح** اور **ربانی مجدد** کی پیدایش کے دن فارس و ایران میں ایسا زلزلہ آیا۔ کہ کسرے کے محل کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ ہزار سال کی جلتی ہوئی آگ دفعتہً بجھ گئی۔ یہہ گویا قدرت کی طرف سے اس بات کا نشان تھا۔ کہ اُس ہادیٔ عالم کی **بعثت** پر فارس کی آتش پرستی اور بطلان پرستی معدوم ہو جائے گی۔ انشاءاللہ فارس

بقیہ حاشیہ نمبر ۱ قصص ۶ ۔۔۔۔۔۔ ہجرت حبشہ کا ذکر۔ مائدہ ۱۲ - ہجرت کا ذکر بنی اسرائیل ۷۔ ہجرت کا سبب انفال ۴ - غار ثور میں چھپنا توبہ ۶ - تحویل قبلہ۔ بقرہ ۷ - جہاد کا حکم۔ ۶ - جہاد کا اصول بقرہ ۲۴ جنگ بدر کا ذکر عمران ۳ - ۱۲ - ۱۳ - انفال ۱ - ۲ - ۵ - ۶ - جنگ احد عمران ۱۳ - ۱۶ - ۱۷ - نسا ۱۱ - بدر صغرے - عمران ۱۷ - ۱۸ - صلح حدیبیہ و بیعت رضوان فتح مکہ و خیبر وغیرہ کی بشارت فتح۔ جنگ احزاب ۲ - ۳ - یہود بنی قریظہ کا قتل احزاب ۳ - یہود بنی نضیر کی جلا وطنی حشر ۱ - جنگ حنین توبہ ۴ - جنگ تبوک توبہ ۶ - ۷ - ۱۱ - ۱۲ - نور ۷ - نصرت الٰہی کی بشارت کا پورا ہونا نصر ۱ - دین کا کامل ہونا - مائدہ ۱

ازواج مطہرات کا ذکر نور ۲ - ۳ - احزاب ۱ - ۴ - ۵ - ۶ - ۷ - تحریم ۱ - آنحضرت صلعم کے معجزات کا ذکر معجزہ فصاحت و بے نظیری قرآن بقرہ ۲ - یونس ۴ - بنی اسرائیل ۱۰ - ہود ۲ - طور ۲ - قصص ۵ - شعرا ۱۱ - شق القمر قمر ۱ - معجزہ معراج بنی اسرائیل ۱ - نجم ۱ - مباہلہ عمران ۷ بقرہ ۱۱ - جمعہ ۱ - معجزات عمران ۹ - قمر ۱ - آنحضرت صلعم کی پیشین گوئیاں - قتل سے بچنے کی پیشین گوئی مائدہ ۱۰ - قرآن شریف کی مثل نہ لاسکنے کی پیشین گوئی بقرہ ۳ - بنی اسرائیل ۱۰ فتح روم کی بشارت جس میں فتح بدر کی بشارت بھی شامل ہے روم ۱ - غلبہ اسلام کی بشارت فتح ۴ توبہ ۵ - آنحضرت صلعم کو مکہ میں باحرمت لانے کی بشارت فتح ۴ - صحابہ کو خلافت ملنے کی بشارت نور ۷ بنی اسماعیل کو وعدہ کی زمین (کنعان) ملنے کی بشارت انبیا ۷ - اخلاق محمدی عمران ۱۷ - مائدہ ۳

کی سلطنت کا ایوان گر کر وہاں اسلام اور اسلامی سلطنت کا جھنڈا قایم ہوجائے گا۔ جیسا کہ آنحضرت م کی وفات کے تھوڑے دنوں بعد خلیفہ ثانی حضرت عمر خطاب رض کے زمانہ میں واقع ہوا۔ جس کی نسبت آنحضرت م آپ ہی پیش گوئی کرچکے تھے۔ کہ اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ جب کسریٰ ہلاک ہوجائے گا۔ تو پھر اُس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ بلکہ وہاں اسلام اور اسلامی سلطنت قایم ہوجاویگی +

آپ کی پیدائش سے پیشتر آپ کی والدہ معظمہ نے ایک رویائے صادقہ میں دیکھا۔ کہ کوئی روحانی فرشتہ اُن سے کہہ رہا ہے انک حملت بخیر العالمین فاذا ولدتہ فسمیہ محمدؐ واکتمی شانہ تو تو خیر العالمین سے حاملہ ہے سو جب وہ برگزیدۂ عالم پیدا ہو۔ تو اُسکا نام محمدؐ (ستودہ بہت تعریف کیا گیا) رکھیو اور اسکی شان کو چھپائیو۔ آپ کی پیدائش سے پہلے عرب میں اکثر قحط رہا کرتا۔ جس سال آپ پیدا ہوئے ہیں۔ سماں ایسا عمدہ تھا کہ اُس سال کا نام ہی سنتہ الفتح والابتہاج فتح اور خوشی کا برس ٹھیرا +

حضرت رسول صلعم فرماتے ہیں۔ کہ میں دعا ہوں حضرت ابراہیم ع کی اور بشارت ہوں عیسی ع کی۔ اور رویا ہوں اپنی ماں کا۔ آپ کی پیدایش کے وقت عرب کے لوگ سخت جہالت میں پھنسے ہوئے تھے۔ تمام قبایل شرک

بقیہ حاشیہ نمبر۱ توبہ ۶-۸-۱۰-۱۶-احزاب ۷-فاطر-قلم-۱-عمران ۱۵-انعام ۵-۷-اعراف ۲۳

یونس ۵-حجر ۶-انبیا ۷-احزاب ۸-احقاف ۱-جن ۲-صحابہ رض کی تعریف

بقرہ ۱۰-عمران ۱۸-توبہ ۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-نحل ۱۴-حج ۷-۸-شعرا ۱۱-احزاب ۳-

فتح ۱-۳-۴-حشر ۱ +

و بت پرستی میں غرق تھے ۔ یہود ۔ نصارا ۔ مجوسی وغیرہ تمام فرقے سخت جہالت اور بطالت کے جنگل میں سرمار رہے تھے ۔ ظہر الفساد فی البرّ والبحر تری اور خشکی سب بگڑ چکی تھی ۔ دفعتہً فاران کے بیابان میں بوقبیس پہاڑ کے مغرب کی طرف خدا کا نور چمکا ؎

یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت
بڑھا جانبِ بوقبیس ابرِ رحمت
ادا خاک بطحا نے کی وہ امانت
چلے آئے تھے جس کی دیتے شہادت
ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نویدِ مسیحا

مکہ کی زندگی

آنحضرت صلعم کی یتیمی پرورش تعلیم شام کا سفر

خدا تعالےٰ کی شان دیکھو ۔ انسان کا سارا فخر ۔ سارا ناز ماباپ پر ہوتا ہے ۔ وہی پوری جانفشانی کے ساتھ اُس کی پرورش کرتے ۔ ہر طرح تعلیم وتربیت میں ساعی ہوتے اور آیندہ کی زندگی کو بہ آسایش کاٹنے کے قابل بناتے ہیں ۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی بطن مادر ہی میں تھے ۔ کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ قضا کر گئے

اور یوں آپ ہمیشہ کے لئے سایہ عاطفت پدری سے محروم ہو گئے۔ آپ چھ برس کے تھے۔ کہ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بھی سر سے گذر گئیں اور اس طرح ماں اور باپ دونوں کا سایہ ہمیشہ کے لئے آپ صلعم کے سر سے اُٹھ گیا۔ الغرض ماں اور باپ دونوں کی طرف سے آپ یتیم ہو گئے۔

سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس بچپن ہی میں بے مادر و پدر رہ جانا۔ اور یتیمی اور لاوارثی کی حالت میں پرورش پانا۔ اور آخر کار دنیا اور دین کا بادشاہ بن جانا۔ خدا تعالیٰ کی زبردست قدرت کا ایک عظیم الشان نشان ہے۔ اس کس مپرسی اور بے بسی کی حالت میں پرورش پائے ہوئے یتیم کی نسبت کس شخص کو خیال آسکتا تھا۔ کہ ایک وقت ایسا آئے گا۔ جب کہ اس کی قسمت کا ورق یک بیک ایسا اُلٹ جائیگا۔ کہ جس کی نظیر آجتک دنیا میں نہ ہوئی۔ نہ ہو گی۔ کس کو معلوم تھا۔ کہ یہ یتیم آن پڑھ ہاشمی نسل کا بچہ ایک اولوالعزم دنیا و دین کا بادشاہ ہوگا۔ جس کے سامنے تمام گردن کشوں کی گردنیں جھک جائیں گی سارے جہان میں نامی اور معزز۔ اعلےٰ درجہ کا فاتح۔ پرلے درجہ کا واعظ اور خطیب اکمل درجہ کا فصیح و بلیغ۔ زبردست پہلوان۔ سب سے بڑا مصلح اور مجدد۔ قوم کا حقیقی نجات دینے والا۔ افضل البشر سید الرسل اور خاتم الانبیا۔ اور سارے جہان کے لئے رحمت اور برکت ہوگا۔ آنحضرت صلعم کا بچپن ہی میں یتیم ہو جانا خدا تعالےٰ کی قدرت عالیہ کا ایک عظیم الشان بھید ہے۔ اللہ تعالےٰ نے نہ چاہا کہ اُس سرور عالم کا ظاہری سایہ دنیا میں قایم رہے۔ بلکہ ہر طرح اور ہر حال میں اُس کا حقیقی مربی۔ سچا اتالیق اور متکفل صرف وہ ذات ربی ہی ہو۔ اور وہی اپنی تربیت گاہ خاص سے

اُس کی پرورش کرکے اور کتب تادیبی ادبنی فاحسن تادیبی و علمک ما لم تکن تعلم سے اسکی تادیب کرکے تخت عظمت پر اُسکو جلوہ گر کردے۔ اور اہل دنیا کو اپنی قدرت کاملہ کا ایک بڑا کرشمہ دکھائے۔ یہی وجہ ہوئی کہ آپ بچپن ہی میں یتیم ہوگئے تاکہ اُس رب قدوس کی ربوبیت خاصہ کے سایہ تلے آجائیں۔ چنانچہ اس ربوبیت کی طرف اللہ تعالیٰ بھی قرآن کریم کی سورہ والضحٰے میں اشارہ فرماتا ہے کہ الم یجدك یتیما فاوٰے کیا تجھے یتیم نہ پایا۔ پھر اپنے سایہ ربوبیت کے نیچے جگہ دی ۔

اوپر مذکور ہوچکا ہے کہ حضور ؐ کے والد آپ کی ولادت سے پہلے ہی قضا کرچکے تھے۔ اور آپ کی والدہ نے آپ کو ۶ سال کا بچہ چھوڑ کر سفر آخرت اختیار کیا۔ اور آپ یتیم ہوگئے۔ اس خاندان ہاشمی میں اس وقت بزرگ خاندان عبد المطلب حضور ؐ کے جد امجد تھے۔ وہ آپ کے کفیل ہوئے۔ مگر دو سال کے بعد وہ بھی داغ مفارقت دے گئے۔ پھر آپ ؐ کا چچا ابوطالب آپ کا متکفل ہوا۔ خدا نے اُس کے دل میں آپکی محبت ڈال دی۔ اور وہ تہ دل سے آپ کی پرورش کرنے لگا۔ یہہ سب کچھ تو تھا۔ مگر آپ کی تعلیم کی طرف سے سب کو اس قدر بے توجہی رہی۔ کہ کسی اُستاد کے پاس آپ کو پڑھنے کے لئے نہ بٹھایا۔ نہ پڑھنا لکھنا سکھایا اور اس طرح آپ پڑھنے لکھنے سے ہمیشہ کے لئے محروم رہے اور کبھی آپ کو لکھنے پڑھنے کا موقعہ نہ ملا۔ اور یہہ بات آپ کے لئے موجب فخر ہوئی۔ کہ اگرچہ ظاہری تعلیم سے آپ محروم رہے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے حضور ؐ کو وہ علم لدنّی سکھایا کہ اوّلین و آخرین کے علوم پر سبقت لے گئے یہی وجہ ہے کہ آسمانی کتابوں میں آپ کا لقب

اُمّی[1] (یعنی ان پڑھ) ہے ؎

نگارِ من کہ بہ مکتب نرفت و خط ننوشت
بہ غمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

حضور علیہ السلام اور آپ کے چچا ابو طالب میں باہم اسقدر محبت ہو گئی تھی۔ کہ وہ ایک دم آپ کو اپنے سے جدا کرنا نہیں چاہتے تھے چنانچہ حضور کی ۹ سال کی عمر تھی کہ وہ شام کو تجارت کے لئے چلے۔ مگر آپ کی جدائی گوارا نہ کر سکے۔ آپ کو بھی ساتھ ہی لے گئے جب شام کے شہر بصرے میں پہونچے۔ تو وہاں ایک گرجا میں ٹھہرے وہاں کا ایک راہب (پادری) بڑا نامی وگرامی آدمی۔ اور توریت و انجیل کا بڑا فاضل تھا۔ وہ نبی آخر الزمان کی بعثت کا منتظر اور آپ کی علامات[2] مُہرِ نبوت وغیرہ سے خوب واقف تھا۔ اُس نے

---

[1] قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے النبیّ الامّی الّذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل وہ نبی اُمی جسکا ذکر وہ اپنے ہاں توریت و انجیل میں لکھا پاتے ہیں اور پھر فرمایا وما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون۔ تو بعثت سے پیشتر نہ تو کوئی کتاب پڑھ سکتا تھا نہ اپنے ہاتھ سے لکھنا جانتا تھا۔ ایسا ہوتا تو اہل باطل کو شبہ کی گنجایش بھی تھی۔ کہ یہہ قرآن آپ بنالیا۔

[2] یسعیا ۹۔ باب میں مہر نبوت کا بیان اسطرح پر ہے ہمارے لئے ایک لڑکا تولد ہوا۔ کہ حکمرانی کا نشان اُس کے کندھے پر ہوگا۔ آپ کے شانہ مبارک پر مُہر نبوت تھی۔ اسکان ارمن نے جو بائیبل کا ترجمہ ۱۶۶۶ء میں کیا ہے اُس میں یہہ فقرہ بھی موجود ہے واثر سلطنتہ علی ظہرہ واسمہ احمد اُسکی سلطنت کا نشان اُسکی پیٹھ پر ہوگا اور اسکا نام احمد ہے۔ اس قسم کی علامات سے بحیرا نے اور اسکے بعد اسکے جانشین نسطور نے آپکو پہچانا ہے اور اسی طرح بائیبل میں حضور کی بشارات وعلامات صاف صاف موجود تھیں مگر اہل کتاب کی شرارت سے ترجموں کے پیرایہ میں رفتہ رفتہ بدلاتے گئے۔ اور کچھ کا کچھ کردیا +

جب آپ کی طرف غور سے دیکھا۔ تو آپ کے قیافہ اور علامات کو دیکھ کر آپ کی عظمت شان کو جو منصب رسالت اور نبوت کے لحاظ سے آیندہ قایم ہونیوالی تھی۔ تاڑ گیا۔ اُس نے اُس قافلہ کی محض حضور کی طفیل ضیافت کی۔ اور ابو طالب کو ہدایت کی۔ کہ اسے شام میں نہ لے جاؤ۔ ایسا نہو کہ قوم یہود جو ہمیشہ سے صادقوں کی دشمن اور نبیوں کی تکلیف و ایذا دہی کے لئے مستعد۔ اور ہمیشہ بغی وحسد کے عادی ہے اس سے بھی کوئی بد سلوکی کرے۔ اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ کہ یہہ لڑکا ملک کا آزاد کرنے والا اور نجات دینے والا۔ خدا کا رسول اور رحمتِ عالمین۔ اور خاتم انبیاء ہوگا۔ اُس راہب نے اپنا ایک کشف بھی بیان کیا۔ کہ میں نے عالم کشف میں دیکھا۔ کہ جس راستہ سے یہہ لڑکا آرہا تھا۔ تمام شجر و حجر اس کے سامنے سربسجود ہیں۔ اس نبی کی صفت ہم اپنی کتابوں میں لکھی پاتے ہیں۔ اور ابو طالب کو پھر ہدایت کی۔ کہ اسے شامؒ میں مت لے جاؤ۔ چنانچہ ابو طالب نے آپ کو مکہ کی طرف روانہ کردیا ٭

۵

عہد طفلی ہی سے ظاہر تھے نبوت کے نشاں

اللہ اللہ! تیری محبوب خدا عظمتِ شاں

حضورؐ کے لڑکپن میں ایک دفعہ مکہ معظمہ میں سخت قحط پڑا۔ ابو طالب آپ کو اپنے ساتھ میدان میں لے گئے۔ اور آپ کو دعا کے لئے کہا۔ آپ نے خدا کے حضور مینہ برسنے کے لئے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے

ؔ قرآن شریف میں بھی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ تو سب سے زیادہ دشمن اسلام کا یہود کو پائے گا اور زیادہ دوست نصاریٰ کو۔ مگر افسوس کہ اس آخری زمانہ میں نصاریٰ کو اسلام سے بجائے ہمدردی کے سخت نفرت ہے۔

آپ کی طفیل سے یہانتک خوب مینہہ برسایا کہ سارا ملک سیراب ہوگیا - اور قحط دفع ہوگیا - حضرت ابوطالب کا اس باب میں ایک قصیدہ ہے جس کے ایک شعر کا ترجمہ یہہ ہے - ترجمہ* سفید[1] رنگ گورا گورا پانی مانگتا ہے اپنے مُنہ سے - جائے پناہ ہے یتیموں کی - عصمت ہے بیوہ عورتوں کی +

حالات شباب

آپ کی گلہ بانی - حضرت خدیجہ رضؓ کے ساتھ نکاح - کعبہ کا ازسرنو تعمیر ہونا

جب حضورؐ جوان ہوئے - ان تمام باتوں سے جو جوانوں میں خلاف تہذیب پائی جاسکتی ہیں - بالکل منزہ اور پاک تھے - آپ اپنی قوم میں صدق و امانت و دیانت اور جملہ صفات حمیدہ و اخلاق پسندیدہ سے مشہور و معروف ہوگئے - قریش آپ کو کھیل تماشوں کی محفلوں میں بلاتے - آپ ہرگز شریک نہ ہوتے - اور سب قریش کو آپ کی صدق و امانت کا یہاں تک اقرار تھا - کہ آپ کے نام (محمدؐ) کے ساتھ امین کا لفظ شامل ہوکر **محمد امین** ہی نام ہوگیا +

یہہ عجیب اور فی الحقیقت بے نظیر بات ہے - کہ آپ اپنی قوم میں ابتدا ہی سے امین اور مامون پکارے جاتے تھے - چنانچہ کفار عرب کے وہ اشعار جو اُنہوں نے آنحضرتؐ کی مذمت میں نظم کئے -

[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام لڑکپن ہی سے بیوہ عورتوں اور یتیموں سے بہت خوش سلوک کیا کرتے تھے +

ان اشعار میں برابر ۲ امین اور مامون آپ کا لقب موجود ہے۔ کل قوم
آپ کو ہر مہم ومشکل کے وقت مرجع وماوائے سمجھتی تھی۔ پیر وجوان
آپ کو ایسی عزت وعظمت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ کہ عرب کے تاریخ
دان پڑھ کر حیران رہ جاتے ہیں۔ وہ قوم جس کا پیشہ ہی عیوب گیری
اور قبایح شماری ہے بچپن ہی سے آپ کو صادق و امین کے لقب
سے پکارتی ہے۔ بعثت کا زمانہ ابھی دور ہے۔ خدائے جلال کے ساتھ
تبلیغ رسالت کرنا ابھی مرحلوں پر ہے۔ کوئی نہیں جانتا۔ کہ اس ابن
عبد اللہ بن عبد المطلب کے مدارج کیا ہونے ہیں۔ مگر صادق۔
مصدوق۔ امین و مامون ابھی سے خطاب دیا جا رہا ہے۔ اور آپ کے
دامن عصمت پر کسی اخلاقی یا قومی عیب کا ذرا بھی دھبہ نہیں لگا +

مکہ میں عام دستور تھا۔ کہ جس شخص کے پاس کوئی عجیب اور
بیش قیمت چیز ہوتی۔ جسے وہ آپ محفوظ نہ رکھ سکتا۔ وہ آپ ص کے
پاس امانت رکھتا۔ اور اس بات کی یہاں تک شہرت ہو گئی کہ قوم
کے پیر وجوان کی زبان پر الامین۔ المامون کے سوائے آپ کی نسبت
کوئی اور لفظ نہ آتا۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ عرب کی ایک شریفہ اور رئیسہ
(خدیجہ نامی) نے آپ کی امانت۔ دیانت اور صداقت کا شہرہ سن کر
آپ کو اپنے مال تجارت کا[1] محافظ بنایا۔ اور آخر کار آپ کی فوق العادہ
صداقتوں اور نشانوں کو دیکھ کر آپ کے ساتھ نکاح ہی کر لیا۔ اور

---

[1] حضرت خدیجہ رضہ کا مال تجارت لے کر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم شام کو تشریف لے گئے ہیں۔ اس وقت
نسطورا راہب نے بھی جو بحیرا راہب کی جگہ مسند نشین تھا آپکی نبوت و رسالت کی شہادت دی اور آپکے حلیہ کو سابقہ آسمانی کتابوں کے ساتھ مطابق
پایا۔ حضرت خدیجہ رضہ کو آنحضرت ص کے ساتھ نکاح کرنے کی بڑی وجہ یہ بھی ہوئی ۔

بعثت کے وقت سب سے پہلے آپ پر وہی ایمان لائیں۔ کیونکہ آپؐ کی صداقت و امانت و دیانت کے نشان پہلے سے دیکھ چکی تھی۔ آپ کی امانت و دیانت۔ سچائی اور صداقت کا اس سے بڑھکر کیا ثبوت ہوگا کہ آپکے چچا ابوطالب اپنی وفات کے وقت آپ کی نسبت یوں شہادت دیتا ہے۔ میں تم کو

محمدؐ سے اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ قریش

میں **امین** ہے۔ اور عرب میں **صدیق** ہے۔ وہ ایسا امر لایا۔ جس کو دل نے توانا۔ مگر زبان نے بدنامی کے ڈر سے اُس کا انکار کیا +

انہی ایام میں ایک دفعہ **حضور**ؐ نے اُجرت پر بکریاں بھی چرائیں اور یہہ خدمت آپ صؐ نے محض ایک ملازمانہ حالت میں ادا کی۔ تاکہ آپ کی ظاہری تنگیٔ معاش رفع ہو۔ در اصل اُس گلہ بانی میں جو **حضور**ؐ کے سپرد ہوئی۔ ایک عجیب روحانی حکمت تھی۔ الہامی کتابوں میں انبیاء کو اکثر راعی (بکریاں چرانے والا) کا خطاب دیا گیا ہے۔ یہہ گلہ بانی کی خدمت اور انبیاء سے بھی ظہور میں آچکی ہے۔ **حضرت موسیٰ**ؑ نے بھی گلہ بانی کی (خروج ۳ باب) اور حضرت عیسیٰؑ نے بھی یہہ محاورہ استعمال فرمایا۔ کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں آیا (متی ۱۵ باب ۲۴) یہہ جماعت انبیا چونکہ مخلوق خدا کی گلہ بانی کرنے والی ہوتی ہے۔ اور جو بھیڑیں اطاعت مولے سے سرکشی کرکے گم ہونا چاہتی ہیں۔ ان کو اکٹھا کرکے راہ پر لاتی ہیں۔ اس لیئے پہلے کچھ دن اُن کو گلہ بانی کی خدمت بھی ادا کرنی پڑتی ہے۔ چونکہ **حضرت محمد رسول اللہ** صلعم نے تمام جہان کا گلہ بان ہونا تھا۔ اس لئے خدا تعالےٰ ہی کی طرف سے حضورؐ کے دل میں گلہ بانی کی خدمت ادا کرنا القاء کیا گیا۔ ظاہری گلہ بانی کرنا اور بھیڑیں چرانا اس گلہ بانی کیلیے

ایک تعلیم تھی جو حضورؐ کو آیندہ سپرد ہونے والی تھی۔ اور فی الواقعہ آپ نے انسانی گلہ بانی کی خدمت کو ایسا پورے طور پر ادا کیا۔ کہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی +

۲۵ سال کی عمر میں آنحضرتؐ نے حضرت خدیجہ سے نکاح کیا اُسوقت حضرت خدیجہ رضہ کی عمر ۴۰ سال کی تھی۔ ۵۰ سال کی عمر تک آنحضرتؐ کے نکاح میں صرف خدیجہ ہی رہیں۔ حضرت خدیجہؓ سے آنحضرتؐ کے دو لڑکے اور ۴ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ جن میں سے سب سے چھوٹی فاطمہؓ آپ کی وفات کے بعد باقی رہی۔ اور باقی سب بچے آپ کی حین حیات ہی میں فوت ہو گئے +

آنحضرتؐ کی عمر مبارک ۳۵ سال کی تھی۔ کہ قریش نے از سرِ نو کعبہ کو تعمیر کیا۔ اس تعمیر میں آنحضرتؐ بھی پتھر اُٹھا اُٹھا کر لاتے رہے اور پوری مدد دیتے رہے۔ کعبہ کی تعمیر میں مقدس پتھر حجر اسود کے رکھنے میں تمام قبائل حجاز میں اس بات پر مخالفت شروع ہوئی۔ کہ اس کونے کے پتھر کو کون شخص اُٹھا کر رکھے۔ قریب تھا کہ تمام قوم کٹ کر ہلاک ہو۔ اُس حقیقی کونے کے پتھر نے جس کی پیشین گوئی کے لئے تصویری زبان میں دانیال ۲ باب ۳۴۔ متی ۲۱ باب ۴۲۔ یسعیاہ[1] ۲۸ باب ۱۶ میں مذکور ہے۔ اور جو قدیم سے عرب کے مقام مکہ معظمہ کے کونے میں دھرا تھا۔ اُس کا آنحضرتؐ نے ایسا فیصلہ کیا۔ کہ قوم پر ثابت کر دیا۔ کہ

---

[1] متی ۲۱ باب ۴۴ میں ہے۔ کہ وہ پتھر جسے راجگیروں نے ناپسند کیا۔ وہی کونے کا سرا ہوا۔ ہر ایک جو اس پتھر پہ گرے گا چور ہوگا اور جس پر وہ گرے اُسے پیس ڈالے گا یعنی بنی اسماعیل جنکو بنی اسرائیل وغیرہ قوموں نے ناپسند کیا وہی کونے کا سرا یعنی سب نبیوں کا فخر اور سردار ہوا۔ قدیم زمانے میں تصویری زبان کا بہت رواج تھا۔ حجر اسود جو مکے میں (بقیہ بر حاشیہ ۱۴۲)

میرے ہاتھ کے چھونے سے تم کو آرام اور نجات ہے۔ بات یہہ ہوئی کہ جب قوموں میں اس پتھر کے رکھنے میں اختلاف ہوا۔ کہ اس پتھر کو کون رکھے تو آخر اُن لوگوں نے یہہ فیصلہ کیا۔ کہ جو سب سے پہلے دروازہ سے اندر آوے وہی اُس کا رکھنے والا ٹھیرے۔ اتنے میں حضور صلعم آ نکلے۔ آپ نے اپنی چادر بچھا دی۔ اور پتھر اس میں رکھ کر حکم دیا۔ کہ تمام قوموں کے سردار بہ اتفاق اس چادر کو اُٹھالیں۔ اس فیصلہ پر تمام قوم خوش ہوگئی اور اس نبوت کی آخری اینٹ اور کونے کے پتھر نے اس فیصلہ سے تمام قوم کو آفت جدال و قتال سے نجات بخشی +

۴۰ برس کی عمر تک آنحضرت صلعم کے حالات کے متعلق اسی قدر قابل ذکر ہے۔ کہ آپ اپنی قوم میں اول درجہ کے متدین۔ امین۔ شریف الاخلاق۔ اور مرجع انام تھے۔ اور چال چلن میں تمام عرب میں ضرب المثل اور شہرہ آفاق آپ کو غور اور فکر کی بہت عادت تھی۔ ہمیشہ خدا کی قدرتوں۔ صنعتوں اور حکمتوں میں غور کرتے اور مراقبہ اور مکاشفہ میں مشغول رہتے رفتہ رفتہ یہہ دستور ہو گیا تھا۔ کہ کچھ دنوں کا کھانا لیکر آپ کوہ حرا میں خلوت اختیار کرتے اور وہیں خدا کے گیان دھیان میں مصروف رہتے

بقیہ حاشیہ نمبرا - کونے کا پتھر تھا اسلام کے پہلے سالہا سال سے موجود تھا۔ لوگ اُسے چومتے اور اُسکے ساتھ ہاتھ ملاتے تھے گویا یہ پتھر کونے کا سرا کے میں تصویری زبان میں کتب مقدسہ کا وہ فقرہ تھا۔ وہ پتھر جسے معماروں نے رد کیا وہی کونے کا سرا ہوا عرب اُمی محض تھے اور صاحب کتاب نہ تھے اُن کے لئے بجائے کتاب یہی پتھر گویا ایک کلام الہی کی آیت اور بشارت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اب بھی اس پتھر کو چومتے اور ہاتھ سے اشارہ کر دیتے ہیں۔ گو یا یہہ تصویری زبان میں آنحضرت صلعم کی بعثت اور مقصد نبوت کا ایک زبردست نشان ہے اور دنیا میں خدا کی معیت کے لئے سنگ آستانہ ہے۔

سلہ قرآن شریف میں ہے۔ فقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ افلا تعقلون ہ میں تم میں اس سے پہلے ایک عمر تک رہا۔ میرے چال چلن عصمت صداقت اور دیانت کی تم شاہد ہو۔ یہہ بھی جانتے ہو کہ مجھے ایجاد مذہب تک کا خیال نہیں آیا۔ پس یہہ دفعتہً رسالت کے لئے ممتاز فرمانا صرف خدا کا کام ہے۔

اس وقت تک آپ کو یہہ مطلق خبر نہیں تھی۔ کہ میں کسی اُمت کا بنی
بنوں گا۔ یا مجھ پر کوئی کتاب نازل ہونے والی ہے۔ مگر اللہ کی شان دیکھو
اُس بنی اُمّی کو اللہ تعالے اپنی نبوت و رسالت خاصہ سے مخصوص و ممتاز کیا
اور اسقدر عظمت و جلالت ۔ عروج و رفعت عطا فرمائی۔ کہ آپ کو نبیوں کا
سردار۔ انبیاء کا خاتم دنیا کا فخر۔ افضل البشر بنا کر آپ کا درجہ اور فلک الا فلاک
سے فایق اور بلند کر دیا اور ہفت آسمان آپ کے رفعت اور مرتبہ کا زینہ بنے +

نبوت و شریعت کا عطا ہونا

شریعت

کامل ۴۰ سال کی عمر میں آپ غار حرا میں خلوت گزین تھے۔ کہ حضرت
جبرئیلؑ آپ کے پاس تشریف لائے۔ اور سب سے پہلے سورہ علق
کی یہہ پانچ آئتیں آپ پر نازل ہوئیں اقرا باسم ربّك الّذی خلق
خلق الانسان من علق۔ اقرأ وربك الاکرم الذی علم بالقلم
علم الانسان مالم یعلم ۔ تو اپنے اُس عظیم الشان رب کا نام لیکر
پڑھ جس نے مخلوقات کو پیدا کیا۔ انسان کو خون بستہ سے بنایا۔ پڑھ اور
تیرا رب بڑا ہی صاحب کرم ہے۔ جس نے انسان کو قلم کا استعمال
(یعنی کمال علم) سکھایا۔ پھر الہام اور علم لدنی کے ذریعہ سے انسان
کو وہ باتیں سکھائیں۔ جن کا اُسے علم تک نہیں تھا +

حضرت خدیجہ رضہ کی شہادت

حضور علیہ السلام نے جب یہہ ندائے الٰہی سنی - تو اُس وقت آپ کو سخت گھبراہٹ لاحق ہوئی۔ اس گھبراہٹ کی حالت میں حضورؐ حضرت خدیجہ رضہ کے پاس آئے - اور کہا کہ مجھے تو اپنی جان پر خوف بن گیا۔ اس وقت حضرت خدیجہ رضہ نے کہا البشر فواللہ لا یخزیک اللہ ابداً انک لتصل الرحم وتصدق الحدیث وتحمل الکلّ وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق (بخاری)۔ خوش ہو جیئے - خدا کی قسم اللہ آپ کو کبھی ضایع اور رسوا نہ کرے گا۔ آپ صلہ رحم کرتے ہیں - سچ بولتے ہیں - دُکھ والے کا دُکھ برداشت کرتے ہیں - مفلس کو دیتے ہیں - مہمان نوازی کرتے ہیں - اور بھلے کاموں میں مدد کرتے ہیں - انتہے ✦

غور کیجئے - پچپن سالہ بی بی آپ کی ہم شہر - ہم قوم جو ۱۵ سال سے آپ کے بیاہ میں ہے - کیسی شہادت دی ہے ! خدیجہ کی شہادت ایسے وقت میں جبکہ آپ غمگین اور مضطرب تھے - غور کے قابل ہے - اگر حضورؐ میں فے الواقعہ یہہ صفات نہ ہوتے - تو حضرت خدیجہ رضہ کا بیان اس وقت ہرگز موجب تسلی نہ ہوتا - نہ حضرت خدیجہ رضہ اس طرح آپ کی تسلّی کر سکتیں - اور ایسی شہادت دے سکتیں ✦

اس کے بعد حضرت خدیجہ آپ کو اپنے چچا ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں - جو توریت و انجیل کا فاضل تھا - اُس نے آنحضرت صلعم کو بشارت دی - کہ تمہیں مژدہ ہو - کہ تو ہی نبی آخر الزمان ہے - جس کا

ذکر کتب سابقہ میں ہے۔ اور آپ کی نسبت جو بائیبل میں بشارات تھیں اُن میں سے چند ایک بشارات کا ذکر کیا...... اور یہہ بھی کہا۔ کہ ایک وقت ہوگا۔ جب کہ تم کو تمہاری قوم تمہارے وطن سے باہر نکال دیگی۔ اور مکہ سے تمہیں ہجرت کرنی پڑے گی۔ اس کے بعد سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔ اور حضرت جبرئیل ؑ نے آپ ﷺ کو نماز پڑھنے کا طریقہ بھی سکھایا۔ نماز شروع ہی سے آنحضرت صلعم پہ فرض ہوئی ہے۔ گو اوقات خمسہ کی تعیین۔ گیارھویں سال نبوت میں ہوئی...... اس کے بعد متواتر آنحضرت ﷺ پر وحی نازل ہونی شروع ہوئی۔ سورہ مزمّل میں شب بیداری اور قیام لیل کا حکم ہوا۔ اور سورہ مدثر میں اللہ تعالےٰ نے ان احکام کی تعمیل کے لئے ارشاد فرمایا۔ یاایہا المدثر قم فانذر۔ وربک فکبر۔ وثیابک فطہر۔ والرجز فاہجر۔ ولا تمنن تستکثر۔ ولربک فاصبر۔ اے خلعت نبوت سے متلبس تعمیل احکام کے لئے کھڑا ہوجا۔ اور اپنی قوم کو آنے والے غضب سے ڈرا۔ اور اپنے رب کی عظمت اور کبریائی بیان کر۔ اور اپنا لباس پاک صاف رکھ۔ اور ہر قسم کی روحانی اور جسمانی خباثت سے الگ رہو۔ اور تبلیغ رسالت یا کسی شخص پر احسان اس خیال سے نہ کر کہ تجھے اُس کا عوض ملے۔ اور اپنے رب کے لئے تمام دُکھ جو اُس کے راستہ میں آئیں برداشت کر *

سب سے پہلے آپ کی نبوت کا اقرار حضرت خدیجہ رض نے کیا۔ جو آپ کی محسنہ بیوی تھیں۔ اھل البیت ابصر بما فی البیت (گھر والے گھر کے حال سے خوب واقف ہوتے ہیں) ایک مشہور مقولہ ہے۔ اس پہلو سے دیکھا جائے تو آدمی وہی بڑا سچا ہے۔ جس کو اُس کے گھر والے

سچا بانیں - پیغمبر صاحب کی اُس وقت کی حالت - اہل عرب کا طرز تمدن
جس میں زناشوئی کے تعلق کی کچھ وقعت ہی نہ تھی - اور پھر مذہبی معاملہ - یہہ سب
باتیں پیش نظر ہوں - تو خدیجۃ الکبراے کا ایمان لانا سب پر تفوق رکھتا ہے
خدیجۃ الکبرا ی بڑی مالدار بی بی تھیں - اور آنحضرت ص کی دنیا وی وجاہت
منفرع تھی - اُنہی کے تمول پر کہ اُنہوں نے آنحضرت ص کو اپنا معتمد بنا کر تجارت
کے لئے شام کی طرف روانہ کیا تھا - خدیجۃ الکبراے کا میکا دیندار میکا تھا -
ان ان کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کتب عہد عتیق و جدید یعنی تورات
انجیل کے بڑے عالم تھے - خدیجۃ الکبراے عمر میں آنحضرت ص سے ۱۵ برس
بڑی بھی تھیں - اور پرلے درجہ کی عقیلہ - شکیلہ اور سمجھدار - ایسی عورت کا
اپنے تئیں آنحضرت ص کی زوجیت میں دینا اور اُن کے مذہبی خیالات کی نگرانی
رکھنا اور آخر کار اُن کی نبوت کو تسلیم کرنا - آنحضرت ص کی راستبازی اور صداقت
کی کچھ کم شہادت نہیں ہے - اُن کے آگے مسٹر گبن - مسٹر سیل - جان ڈیون پورٹ
گاڈ فری ہگنس کی شہادت بھی کیا وقعت رکھتی ہے؟

حضرت خدیجۃ الکبراے کے بعد آپ کا غلام **زید** ایمان لایا - پھر حضرت
علی رض ایمان لائے - پھر حضرت ابوبکر رض صدیق کو آپ نے دعوت کی
اور کامیاب ہوئے - ابوبکر خاندان قریش میں بڑے امیر اور ذی وجاہت
تھے - اُس وقت مکہ کے اکثر لوگ بھی حضرت ابوبکر رض کی وعظ و ہدایت
سے مشرف باسلام ہوئے *

آنحضرت ص کی صداقت کے دلایل میں سے بڑھ کر ایک یہہ **دلیل** ہے
کہ سب سے پہلے جو لوگ آپ پر ایمان لائے - وہ آپ کے دوست اور
اہل خاندان تھے - اور آپ کی عادات سے خوب واقف تھے - اگر معاذاللہ

آپ فریبی ہوتے۔ تو یہہ لوگ ہرگز آپ پر ایمان نہ لاتے۔ اور اُن پر یہہ فریب آپ کا ظاہر ہوتا۔ آپ کے عزیزان قریب یعنی آپ کی زوجہ آپ کا چچازاد بھائی حضرت علیؑ جو ایک عالم و فاضل اور فصیح و بلیغ آدمی تھے۔ اور دیگر مخصوص اور واقف کار اصحاب آپ کی رسالت کا کامل اعتقاد اور آپکے ملہم من اللہ ہونے کا واثق یقین رکھتے تھے۔ یہہ لوگ آپ کے حال سے خوب واقف تھے۔ اور آپ کی حرکات سکنات کے نگراں رہتے تھے اور یہی سب سے سچے اور وفادار پیرو آپ کے تھے۔ اگر یہہ مرد اور عورتیں جو نہایت شریف القوم اور فہمیدہ و سنجیدہ تھیں۔ اور یقینا دربائے جبلیکہ باہی گیروں سے زیادہ عقل و فہم رکھتی تھیں۔ ذرا بھی مکر و فریب یا ریاکاری یا تصنع کا شائبہ آپ کی زندگی میں پاتیں۔ تو آپکے تہذیب اخلاق و اصلاح بنی آدم کی جسقدر آرزوئیں تھیں۔ خاک میں مل جاتیں۔ ان لوگوں نے آپ کی خاطر کیا کیا مصائب اور صدمات اُٹھائے۔ اور کیسی کیسی عقوبات جسمانی و آلام روحانی کے متحمل ہوئے۔ اور اپنی قوم و قبیلہ سے خارج کر دئے گئے۔ یہاں تک کہ موت کے مُنہ میں پڑنا گوارا کیا۔ مگر آپ کی رسالت پر جو اُن کو پکّا یقین تھا اُس میں ذرا بھی لغزش اور جنبش نہ آئی +

حضرت عیسیٰؑ کو دیکھئے۔ تو اپنے عزیزان قریب سے اُن کی کچھ پیش نہ چلی۔ اُن کے بھائی ہرگز ان پر ایمان نہ لائے۔ بلکہ ایک دفعہ اُنہوں نے مسیحؑ کو مسلوب الحواس سمجھ کر گرفتار کرنا چاہا۔ اور ایسا ہی آپ کے خاص الخواص حواری بھی ہمیشہ بد اعتقاد اور ضعیف الایمان ہی رہے جس کا ذکر انجیل میں ہے۔ اور جس کا خود متعصب عیسائیوں اور صاحبان دین کو اقرار ہے۔ چنانچہ مسٹر ولیم میور صاحب اپنی اردو تواریخ کلیسیا میں لکھتے ہیں

کہ مسیح ؑ کے حواریوں اور شاگردوں نے اب تک اُس کی تعلیم کی حقیقت کو بالکل نہیں سمجھا تھا۔ اور اُن کا سُست ایمان دنیوی نعمتوں اور فایدہ دل کی اُمید میں لگا ہوا تھا۔ اُس کے گرفتار ہوتے ہی وے سب بھاگ گئے۔ اور پطرس نے جو عدالت میں گیا۔ وہاں اپنے خداوند کا انکار کیا۔ پھر مسیح ؑ کی مصلوبی کے بعد سب بالکل مایوس اور نومید ہو گئے۔ وہ عمدہ اور عجیب بات جسے مسیح برابر سکھاتا تھا۔ ہنوز اُنہوں نے نہیں سمجھی تھی کہ اُسکا مرنا دنیا کی زندگی اور نجات ہوگی +

طامس کارلایل صاحب اپنے دوسرے لکچر میں لکھتے ہیں۔ کہ محمدؐ صاحب کا تمام حوصلہ یہی تھا۔ کہ راستبازی سے دنیا میں گذران کریں۔ اُن کا شہرہ جمیل۔ یعنی اُن کی جان پہچان والوں کا حُسن ظن اُن کے حق میں کافی تھا۔ ابھی وہ کہولت کے سنہ تک نہ پہونچنے پائے تھے۔ کہ اُن کی تمام خواہشیں بجھ گئی تھیں۔ اور جو کچھ اُن کا اس دُنیا میں حصہ تھا۔ وہ یہی تھا۔ کہ روز بروز اُن میں صلح اور آشتی بڑھتی جاتی تھی۔ تو کیا اُنہوں نے طریق ہوسناکی شروع کیا۔ اور سب گذشتہ نیکنامی کو چھوڑ کر فریبی اور مزور بن گئے۔ حاشا میں اس کو کبھی باور نہ کروں گا +.

داڈویل صاحب مترجم قرآن اپنی ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔ کہ دلایل سے ثابت ہے کہ محمدؐ کے سب کام اس نیک نیتی کی تحریک سے ہوتے تھے کہ اپنے ملک کے لوگوں کو جہالت اور ذلت کی بت پرستی سے چھڑاویں۔ اور یہہ کہ نہایت مرتبہ کی خواہش آپ کی یہہ تھی۔ کہ سب سے بڑے امر حق یعنی توحید الہی کا جو اُن کی روح پر بدرجہ غایت مستولی ہو رہی تھی اشتہار کریں۔ حضرت محمدؐ کی سیرت ایک عجیب نمونہ ہے۔ اس

(۱) سیل صاحب دیباچہ ترجمہ قرآن میں لکھتے ہیں کہ خواہ کوئی کچھ ہی کہے۔ مگر محمدؐ میں ضرور اعلیٰ صفات موجود تھیں۔ جو نبی کیلئے درکار ہیں +

قوت اور صداقت کا جو ایسے شخص میں ہوتی ہے۔ جس کو خدا اور قیامت پر اعتقاد کامل ہوتا ہے۔ آپ کی ذات کریم اور سیرت صداقت مشحون سے یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ ہمیشہ آپ کو ان لوگوں میں تصور کیا جائے جن کو ایمان اور اخلاق اور اپنے ابنائے جنس کی تمام جہان دنیوی پر ایسا اختیار حاصل ہے جو بجز کسی حقیقت میں بڑے اولوالعزم کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ انتہےٰ۔

علانیہ دعوتِ اسلام ۷

آپ اور آپ کے رفقا کے سخت مصائب اور

ابتلایات سنہ۴ بعثت سے سنہ۱۰ تک

ابتداء بعثت میں آنحضرت صلعم اسلام کی دعوت پوشیدہ طور پر کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ یہہ آیت نازل ہوئی۔ فاصدع بما تؤمر جو کچھ تجھے حکم ہوتا ہے اُسے علانیہ اور صاف صاف بیان کر۔ تب آپ نے اسلام کی دعوت علانیہ شروع کی۔ اور توحید کی خوبیاں اور بت پرستی اور کفر و شرک کی برائیاں بڑے زور و شور سے بیان کرنے لگے۔ آپ کا وعظ بڑا فصیح اور نہایت ہی اعلےٰ درجہ کا پر اثر ہوا کرتا۔ چنانچہ مشہور مورخ سر ولیم میور صاحب اپنی تاریخ محمدی میں لکھتے ہیں۔ کہ چونکہ آنحضرت صلعم کو اپنی رسالت کا نہایت قوی اور مضبوط اعتقاد تھا۔ اس لئے آپ کی طرف سے اس دین کی نصیحتوں میں بڑی قوت اور شدت ظاہر ہوتی تھی۔ اور چونکہ فصاحت

میں بھی آپ کو کمال تھا۔ لہذا آپ کا کلام عربی زبان میں نہایت خالص اور بغایت ناصحانہ تھا۔ اُن کے ملکہ زبان آوری نے روحانی حقیقتوں کو عالم تصویر بنا دیا اور اُن کے زندہ خیالات نے قیامت اور روز جزا اور نعمائے بہشت اور عذاب جہنم کو سامعین کے نہایت قریب تر ملکہ پیش نظر کر دکھلایا۔ معمولی گفتگو میں آپ کا کلام مفصل اور قوی تھا۔ مگر ہنگام وعظ آپ کی آنکھیں سُرخ اور آواز بھاری اور بلند ہو جاتی تھی۔ اور تمام جسم آپ کا ایسی حالت جوش و خروش میں ہو جاتا تھا۔ کہ گویا آپ لوگوں کو کسی غنیم کے آنے کی خبر دیتے ہیں۔ کہ وہ غنیم دوسرے روز یا اسی شبکو کو اُنپر آپڑے گا۔ اور ہم اسکو بھی بہ مستعدی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ پہلے محمدؐ کا اعتقاد تھا۔ یا باور کر لیا۔ کہ اُن کی مکاشفات خدا کی جانب سے ہوتے ہیں۔ آپکے مکہ میں رہنے کے زمانے میں تو یقیناً کوئی ذاتی اغراض یا نالایق اسباب اس نتیجہ کے بطلان میں پائے نہیں جاتے۔ وہاں پر تو آپ جیسا خود بھی کہتے تھے۔ بشیر و نذیر تھے۔ اور بظاہر تو بجز ان لوگوں کی اصلاح کے آپ کا اور کوئی مقصد نہ تھا۔ محمدؐ نے گو اپنے اس ارادہ کو صحیح ذریعوں سے اثر پذیر کرتے ہیں۔ خطا کی ہو۔ مگر اس میں شبہ کرنے کی کوئی کافی وجہ نہیں ہے کہ وہ ان ذریعوں کو نیک نیتی اور دیانت داری سے عمل میں لاتے تھے۔

ڈاکٹر اے سپرنگر اپنی کتاب سیرت محمدی کے صفحہ ۹۴ میں لکھتے ہیں۔ کہ محمدؐ تیز فہم اور نہایت درجے کے عالی نظر تھے۔ صاحب رائے صائب اور عالی مذاق تھے۔ گو وہ شاعر کے نام کو ناپسند کرتے تھے مگر بہت کرکے تو شاعر تھے۔ اور قرآن کی عبارت باہم متشابہ اور مضامین عالی اس کے فضایل ہیں۔ اُن کے خیال میں ہمیشہ خدا کا تصور رہتا تھا۔ دن کو نکلتے ہوئے

آفتاب۔ برستے ہوئے پانی اور اُگتی ہوئی روئیدگی میں خدا ہی کا ید قدرت نظر آتا تھا۔ اور بجلی کی کڑک اور پانی کی آواز اور پرندوں کے نغموں میں خدا ہی کی آواز سنائی دیتے تھے۔ اور سنسان جنگلوں اور پُرانے شہروں کے خرابات میں خدا ہی کے قہر کے آثار دکھلائی دیتے تھے۔

جس وقت حضور ؐ نے علانیہ دعوت اسلام شروع کی اور بُت پرستی کی برائیاں بیان کرنے لگے۔ قریش کے بُت پرست اور تمام قبایل عرب آپ کے سخت مخالف ہوگئے۔ اور طرح طرح کی جسمانی اور روحانی تکلیفیں دینی شروع کیں۔ چنانچہ آپ کو شاعر۔ ساحر۔ مفتری۔ کذاب۔ کاہن وغیرہ القاب سے یاد کرنے لگے درحالیکہ اسی زبان سے پہلے آپ کو صادق اور امین کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔

جب آپ پر آیۃ وانذر عشیرتک الاقربین۔ اپنے قریبی رشتہ داروں کو بھی غضب الٰہی ڈرا نازل ہوئی۔ تو اُس وقت آپ نے کوہ صفا پر چڑھ کر اپنے قبیلہ کے تمام لوگوں کو نام بنام پکارا۔ جب سب لوگ حاضر ہوگئے۔ تو آپ ؐ نے اُن سے ارشاد فرمایا۔ کہ لوگو! اگر تم کو میں اس بات کی خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک خطرناک دشمن تمہیں قتل کیا چاہتا ہے۔ تو تم میری اس بات کو باور کروگے یا نہیں؟ سب نے بالاتفاق کہا کہ ہم ضرور اس بات کو باور کریں گے۔ اس لئے کہ ہم نے آج تک تیری زبان سے کبھی جھوٹ سنا ہی نہیں۔

اُس وقت آنحضرت ؐ نے نہایت ہمدردانہ الفاظ میں فرمایا۔ کہ اگر میرے کہنے کا ایسا ہی یقین ہے۔ تو انی نذیر لکم من بین یدے عذاب شدید۔ میں تم کو اُس عذاب الٰہی سے جو تم پر وارد ہونے والا ہے اُس کے

آنے سے پہلے ہی ڈراتا ہوں۔ اگر خدا پر ایمان لے آؤ۔ تو وہ غضب الٰہی تم پر سے ٹل جائے گا۔ ورنہ سب کے سب ہلاک اور تباہ ہو جاؤ گے +

یہہ سن کر سب کفار آپ کو جھوٹا کہنے لگے۔ اور ابو لہب نے جو آپکا سگا چچا تھا۔ یہہ بھی کہا۔ کہ دیوانہ ناحق پکارتا ہے۔ اور ساتھ ہی پتھر اُٹھا کر آنحضرت صلعم کی طرف پھینکا۔ اور کہا۔ "تبالك سائر اليوم لهذا جمعتنا سارے دن تجھے خرابی ہو۔ ہمیں اسی کام کے لئے بلایا اور اکٹھا کیا تھا۔ اور سب اِدھر اُدھر چلے گئے +

یہہ تو ابو لہب کی عداوت کا حال تھا۔ اور اُس کی بیوی کا یہہ حال تھا۔ کہ ہر روز جنگل سے کانٹے اُٹھا لاتی۔ اور آنحضرت صلعم کے راستہ میں بکھیر دیا کرتی۔ چونکہ ہمسائی تھی۔ اس لئے اُس کا داؤ اکثر چل جاتا۔ آنحضرت صلعم نہایت کشادہ پیشانی سے اُن کانٹوں کو راستہ سے ہٹا دیتے۔ اور فرماتے کہ یہہ کیا حق ہمسائگت ہے جو تم ادا کرتی ہو سہ

ہمہ ریختند در رہ تو خار و باہمہ
چوں گل شگفتہ بود رخ جانفزائے تو

اس عورت کا نام اسی وجہ سے حمالۃ الحطب (لکڑیاں اُٹھاتی) پڑ گیا۔ اور خدا نے بھی قرآن شریف میں اس کو اسی لقب سے یاد کیا +

اس کے بعد ہجرت تک آپ کی زندگی کے متعلق جو کچھ قابل ذکر ہے۔ یہی ہے کہ آپ کو بے حد اور بے انتہا تکالیف کفار عرب کی طرف سے پہونچیں۔ غرضیکہ دن رات آپ سے نہایت بدسلوکیاں کرتے۔ اور طرح طرح کے ظلم و ستم سے آپ کا اور آپ کے جاں نثار صحابہ رضہ کا دم ناک میں کر دیا۔ موسم حج میں جب آپ صلعم وعظ کیا کرتے۔ ابو لہب آپ صلعم کے پیچھے سے

پتھر مارا کرنا۔ یہاں تک کہ کئی دفعہ آپ کے ٹخنے اور قدم زخمی ہو گئے اور ان سے خون جاری ہو جاتا +

ایک دفعہ خانہ کعبہ میں قریش کے کئی آدمی آپ پر ٹوٹ پڑے ایک شخص نے آنحضرت صلعم کی چادر کا کونا لے کر حضرت صلعم کے گلے میں پھندا دے دیا۔ یہاں تک کہ حضرت صلعم کا دم گھٹ گیا۔ حضرت ابو بکر آپ کو چھڑانے لگے۔ تو ان کی ڈاڑھی پکڑ کر ان کو ایسا مارا کہ بے ہوش کر دیا +

ایک دفعہ آپ صلعم سجدہ میں تھے۔ کہ ایک کافر نے آپ صلعم کی پیٹھ پر اوجھری ڈال دی۔ اسی طرح بارہا آپ کے ہمسائے نماز پڑھنے کی حالت میں اور کھانا کھانے کے وقت اوپر غلاظتیں ڈال جایا کرتے۔ راستوں میں کانٹے بکھیرتے۔ جب آپ صلعم باہر نکلتے تو کفار مکہ آپ صلعم پر کنکر پتھر مارتے۔ حرم کعبہ میں نماز پڑھتے۔ تو آنے جانے میں سخت مزاحم ہوتے اور قرآن مجید کو پڑھتے سن کر غل مچاتے اور اس کے الفاظ میں اپنے الفاظ ملا دینے کی کوشش کرتے۔ چنانچہ ایک روز آنحضرت صلعم حسب معمول نماز میں سورہ والنجم پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے۔ افرایتم اللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخری (بھلا لات و عزے یا تیسرا مناۃ سب سے گیا گزرا بھی کوئی خدائی کرشمہ دکھا سکتے ہیں) تو شیاطین قریش میں سے ایک شیطان نے اس خیال سے کہ مبادا آگے ہمارے بتوں کی ہجو کریں۔ بہ تبدیل آواز یہ شیطانی کلمات پڑھ دے تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی (یہ بت بڑے عالی قدر ہیں اور ان کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے۔ تاکہ سامعین کو دھوکا ہو کہ آپ

لات وعزیٰ کی تعریف فرماتے ہیں۔ آپ کے کھانا پکنے کی ہنڈیا ہیں اونٹ کی اوجھڑی کے ٹکڑے لاکر ڈال دیتے تھے۔ راہ چلنے میں سرمبارک پر خاک ومٹی اور کوڑا کرکٹ پھینکتے۔ اور بُرا بھلا کہتے۔ اور گالیاں دیتے تھے۔ آپؐ کا نام بجائے محمدؐ کے مذمم رکھ چھوڑا تھا۔ اور باہم سخت عہد کرلیا تھا۔ کہ کوئی شخص آپ کے پاس نہ بیٹھے۔ نہ آپ کی بات سنے۔ چنانچہ ایک روز عقبہ بن معیط نامی ایک کافر آپ کے پاس آن کر بیٹھا۔ اور قرآن مجید سنا۔ تو اُس کے دوست اُبی بن خلف نے اُس سے کہا۔ کہ میں نے سنا ہے کہ تو محمدؐ کے پاس جاکر بیٹھا اور اُسکی باتیں سُنی ہیں۔ میں تیری صورت دیکھنی نہیں چاہتا۔ کیا تجھ سے نہ ہوسکا۔ کہ تو اُس کے مُنہ پر تھوک دیتا۔ چنانچہ اُس دشمن خدا لعینی عقبہ نے ایسا ہی کیا +

الغرض ایذا رسانی و تکلیف دہی کا ایک سلسلہ قایم کرلیا تھا۔ اور یہہ عہد کرلیا تھا۔ کہ جہانتک ممکن ہو۔ آپ کو اور آپ کے اصحاب کو تکلیف دینے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھیں۔ چنانچہ اُن بیچارے مسلمانوں کو جنکا کوئی مددگار نہ تھا۔ مشکیں باندھ کر اول خوب مارتے۔ اور پھر ٹھیک دوپہر کی تیز وتند دھوپ میں اُس جلتی بلتی زمین پر جس کا نام رمضا ہے بھوکا پیاسا کبھی اوندھا اور کبھی سیدھا لٹا دیتے اور بڑے بڑے بھاری پتھر چھاتی پر رکھ دیتے۔ جن کے بوجھ کے مارے زبان باہر نکل پڑتی۔ اور کہتے۔ یا تو محمدؐ اور اُس کے خدا کو گالیاں دو۔ اور ہمارے بتوں کی تعریف اور اُن کے پوجنے کا اقرار کرو۔ ورنہ اسی طرح عذاب دے دے کر مار ڈالینگے۔ چنانچہ چند ایک آدمیوں کے جنہوں نے ڈر کے مارے اُس وقت مُنہ سے ایسے کلمات کہدیئے۔ مگر دل سے ایمان پر قایم رہے اور پیچھے سخت پچھتائے۔

باقی سب آدمیوں نے تکلیف واذیت کی کچھ پروا نہ کی۔ جان دے دی۔مگر ایمان نہ چھوڑا۔ چنانچہ انہی میں سے حضرت عمار رض اور اُن کے والد یاسر اور والدہ سمیہ تھیں۔ سمیہ کو بدبخت ابوجہل نے جس عذاب سے مارا ہے اُس کے لکھتے ہوئے قلم کو لرزہ ہوتا ہے۔ یعنی اُس ظالم نے جب حضرت یاسر رض کو نہایت درجہ تکلیف و اذیت دی اور اس پر سمیہ نے اُس کو ڈانٹا تو اُس بے حیا نے طیش میں آکر حربہ جو اُس کے ہاتھ میں تھا۔ اُس پاک دامن بی بی کی شرمگاہ میں مارا۔ اور جان سے مار ڈالا۔ اسلام میں یہہ اول شہید تھیں۔ جنہوں نے اپنے ایمان پر اپنی جان کو قربان کر ڈالا۔ یاسر بھی دُکھ پاکر داخل جنت ہوئے۔ عمار کی مشکیں باندھ کر کبھی مکہ کی جلتی تپتی اور ریتلی اور پتھریلی زمین پر ڈال دیا جاتا۔ اور چھاتی پر ایک بھاری پتھر رکھ دیا جاتا تھا۔ اور کبھی پانی میں غوطے دیئے جاتے تھے مگر اُن کا دل بدستور ایمان باللہ اور ایمان بالرسول میں ڈوبا ہوا تھا۔ یہہ بزرگوار ایسا پکا اور سچا ایمان دار و جاں نثار تھا کہ کسی ایک لڑائی میں بھی جو آنحضرت صلعم کو اسلام کے بچاؤ کے لئے دشمنان دین سے پیش آئیں۔ آپ کی رکاب سعادت انتساب سے جدا نہیں ہوا۔ یہی حال خبّاب بن ارتؓ کا تھا۔ کہ برہنہ کرکے نہایت گرم زمین پر ڈال دیا جانا۔ اور آگ سے گرم کی ہوئی پتھر کی بڑی کتلیں چھاتی پر رکھ دی جاتیں اور سر کے بال کھینچ کھینچ کر گردن مروڑی جاتی۔ مگر اُس کو آنحضرت صلعم کی محبت میں ان تکالیف کی سرِمو پرواہ نہ تھی۔ اس کے سوا کوئی معرکہ ایسا نہ تھا۔ جو رسول کو دشمنانِ خدا سے پیش آیا ہو۔ اور یہہ اُس میں غیر حاضر رہا ہو۔ صہیب بن سنان کی مصیبت بھی کچھ کم نہ تھی۔ مگر اُس نے بھی ایمان کے مقابلہ میں اُسکو ہیچ جانا۔ اور ہجرت کے لئے جب تیار ہوا۔ اور قریش نے قید کرلیا۔ تو جو کچھ

مال وزر پاس تھا۔ سب اُن کو دیدیا۔ اور وطن کی محبت پہ خاک ڈالکر مدینہ کو چلتا بنا۔ جناب رسول خدا ؐ کے مؤذن حضرت بلال بن رباح کی تکلیفات اور مصائب بھی کچھ کم تحسین و آفرین کے لایق نہیں۔ جو امیہ بن خلف کے غلام تھے اور جنکو یہہ شخص بوجہ اسلام قبول کرنے کے گرم ریت اور پتھروں پر لٹایا کرتا۔ اور اسلام کے چھوڑنے پر سخت مجبور کرتا۔ اور اُس وقت تک اُن کا یہی حال رہا۔ جب تک کہ حضرت ابو بکر صدیق رضہ نے اُن کو مول لے کر اُس ظالم کے پنجہ سے نہیں چھڑایا۔ حضرت بلال بن رباح بھی تمام معرکوں اور تکلیفوں میں آخر تک آنحضرت صلعم کے شریک رہے۔ عامر بن فہیرہ نے بھی نہایت سخت اذیتیں اُٹھائیں۔ اور یہہ ایسا مستقیم العقیدہ اور پکا ایمان دار تھا کہ جب آنحضرت صلعم نے قریش کے ظلم و ستم سے مجبور ہو کر ترک وطن فرمایا۔ تو اُس مرد آزما سفر میں برابر خدمت کرتا گیا۔ اور بدر و اُحد کی سخت خونریز لڑائیوں میں جن میں ہزاروں مشرکین بڑے کروفر سے اسلام کے استیصال کے لئے مکہ سے چڑھ کر آئے تھے۔ نصرت دین حق میں جسم و جان سے معروف رہا۔ اور جنگ بیر معونہ میں جب عین شباب میں نیزہ کھا کر شربت شہادت سے سیراب ہوا۔ تو یہہ ایمان و ایقان میں ڈوبے ہوئے الفاظ زبان پر تھے۔ فُزت و رب الکعبۃ کعبہ کے رب کی قسم میں اپنے مقصد کو پہونچ گیا۔ ابو فکیہہ جو اسم بامسمےٰ افلح تھا۔ اُس مظلوم کی بابت کیا بیان کیا جائے۔ کہ اگرچہ پاؤں میں رسّی باندھ کر مکہ کی انگاریوں جیسی گرم پتھریوں پر گھسیٹا جاتا تھا۔ مگر اُس کے پائے ثبات کو مطلق لغزش نہ تھی اور ہر چند گلا گھونٹ گھونٹ کر ادھ مُوا کر دیا جاتا اور ایک ایسا بھاری پتھر چھاتی پہ رکھ دیا جاتا۔ کہ بوجھ کے مارے زبان باہر نکل پڑتی تھی۔ مگر کیا ممکن ہے کہ کوئی کلمہ خلاف ایمان مُنہ سے نکلے۔

یہہ حال تو ویندار مردوں کا تھا۔ جو مثالاً ہمنے بیان کیا۔ لیکن ناانصافی ہوگی اگر اُن راسخ الایمان عورتوں کا ذکر نہ کریں۔ جو باوجود اپنے قدرتی ضعفِ خلقت کے ایسے مصایب و شدائد کی متحمل ہوئیں۔ جو بڑے سے بڑے توی الجثہ مردوں سے بھی اُن کا تحمل قریباً محال ہے۔ چنانچہ حضرت عمارہ کی والدہ کا دردناک حال تو اوپر مذکور ہوا۔ مگر لُبینہ۔ زِنّیرہ۔ نہدیہ۔ اُمِّ عُبَیس کی مصیبتیں بھی کچھ کم افسوس کے لایق نہیں۔ یہہ بیچاری چاروں لونڈیاں تھیں۔ اور اُن کے سنگدل آقا صرف اس گناہ پر اُن کو عذاب اور تکلیفیں دیتے تھے۔ کہ پتھر اور لکڑی کے بے جان بتوں سے مُنہ موڑ کر خدائے حیّ و قیّوم پر ایمان لے آئی تھیں۔ چنانچہ اور تو اور خود عمر فاروق (جو ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے) لبینہ کو اسقدر مارتے تھے۔ کہ جب تک تھک نہ جاتے۔ چھوڑتے نہیں تھے۔ اور کہتے کہ میں نے ابھی تجھے چھوڑا نہیں۔ بلکہ تھک کر ٹھہر گیا ہوں جس کا اُس مظلومہ نے جواب دیا۔ کہ اُسی طرح خدا بھی تیرے ساتھ کرے گا اگر تو مسلمان نہ ہوا۔ اسی طرح زنیرہ کو بدبخت ابوجہل نے اسقدر ایذا دی۔ کہ وہ اندھی ہوگئی۔ اور جب اُس نے جانا کہ اندھی ہوگئی۔ تو کہا۔ کہ لات و عزیٰ نے تجھے اندھا کردیا۔ اُس نے کہا کہ لات و عزیٰ کو تو خود نہیں سوجھتا۔ کہ اُن کو کون پوجتا ہے؟ مگر یہہ ایک آسمانی امر ہے۔ اور میرا خدا قادر ہے کہ پھر میری آنکھوں میں روشنی دے۔ نہدیہ ایک مشرکہ عورت کی لونڈی تھی اور وہ کم بخت اُس بیچاری کو سخت تکلیفیں دیا کرتی اور کہتی۔ کہ اسی طرح کیئے جاؤں گی۔ جب تک کہ اسلام کو نہ چھوڑے۔ یا اصحاب محمدؐ میں سے کوئی تجھکو خرید نہ لے۔ ایسے ہی اُمِّ عبیس اسود بن عبد یغوث کی لونڈی تھی اور وہ روسیاہ اُس کو نہایت ستاتا۔ اور وہ بیچاری اپنے ایمان کی خاطر سب

تکالیف اور ایذائیں سہنی تھی *

اللہ اکبر! کلام الہی کے وعظ نے کسقدر سچا ایمان ان لوگوں میں پیدا کر دیا تھا۔ اور کہاں تک روحانیت اُن کے دلوں میں پھونک دی تھی۔ کہ مرد تو مرد دنیا کی عورتیں اعمال و آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے ہر قسم کے آرام و آلام کو محض ہیچ پوچ سمجھتی تھیں۔ اور گویا بہشت و دوزخ اُن کی آنکھوں کے سامنے تھے۔ جو ایمان و کفران کا واقعی اور لازمی نتیجہ ہیں۔ اور بہشت و قرب خداوندی کے شوق اور جہنم اور بعد بارگاہ صمدی کے خوف نے حیات دنیوی کی ہر ایک حالت اُن کی نظر میں حقیر و بے اعتبار کر دی تھی۔ جس سے راہ خدا میں تکلیف کو بھی راحت ہی سمجھتے تھے *

الغرض کفار ناہنجار مومنان دینا اور خود رسول مختار کو تکلیفیں اور اذیتیں پہونچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے اور آپ اور آپ کے ثابت قدم اصحاب ان مصائب اور تکالیف کو ایسے صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کرتے تھے جو مخصوصان بارگاہ الہی و خاصان درگاہ خداوندی کے سوا ہرگز ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ اس موقعہ پر مسٹر کارلایل صاحب مشہور فلاسفر فرماتے ہیں۔ کہ پس ہم محمد صلعم کو ہرگز یہ خیال نہیں کر سکتے کہ وہ صرف ایک شعبدہ باز اور تہی باطن شخص تھا اور نہ ہم اسکو ایک حقیر جاہ طلب اور دیدہ دانستہ منصوبے گانٹھنے والا کہہ سکتے ہیں۔ جو سخت و کرخت پیغام اُس نے دنیا کو دیا۔ بہرحال وہ ایک سچا اور حقیقی پیغام تھا۔ اور اگرچہ وہ ایک غیر منترتب کلام تھا۔ مگر اُسکا مخرج وہی ہستی تھی۔ جس کی تھاہ کسی نے بھی نہیں پائی اس شخص کے نہ اقوال ہی جھوٹے تھے۔ نہ اعمال ہی۔ اور نہ خالی از صداقت۔ یا کسی کی نقل و تقلید تھے۔ حیات ابدی کا ایک نورانی وجود تھا۔ جو قدرت کے وسیع سینہ میں سے دنیا کو منور کرنے کو نکلا تھا۔ اور بے شبہ اُس کے لئے امر ربانی یونہی تھا (از ہیروز اینڈ ہیروز ورشپ) *

نہ صرف تہدیدات اور دھمکیاں اور تکلیفات اور ایذائیں ہی آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہ رضہ کو دی جاتی تھیں۔ بلکہ کفار لالچ۔ طمع اور ترغیبات بھی آنحضرت صلعم کے سامنے پیش کرتے۔ تاکہ کسی طرح بت پرستی کی مذمت اور توحید کی اشاعت سے باز آجائیں۔ چنانچہ ایک دفعہ انہوں نے پنچایت کرکے آنحضرت صلعم کو بلایا۔ اور کہا۔ کہ دیکھ تیرے سبب سے قوم میں تفرقہ پڑ گیا۔ تو نے ہمارے بزرگوں کو دوزخی ٹھیرایا۔ ہمارے معبودوں کو سخت سست کہا۔ تمہارا ان باتوں سے کیا مقصد ہے۔ مال چاہو۔ تو اسقدر چندہ جمع کردیں۔ کہ ساری قوم سے تم ہی زیادہ مالدار بن جاؤ۔ شرف و جاہ مطلوب ہے تو ہم تم کو اپنا سردار بنالیں۔ بادشاہت چاہتے ہو۔ تو تم کو اپنا بادشاہ بنالیں۔ اور جو چاہو سب کچھ حاضر ہے۔ مگر یہ بت پرستی کی مذمت اور توحید کا وعظ چھوڑ دو۔ آنحضرت صلعم نے نہایت سادگی اور متانت کے ساتھ جواب دیا۔ کہ ان سب باتوں میں سے میرا کوئی بھی مقصد نہیں۔ میری شان اس سے اعلے و ارفع ہے کہ تم سے دنیا کے مال وحشمت کا طلبگار رہوں۔ میں مال و عظمت دنیاوی کا خواہاں نہیں۔ میں صرف لبلغ ما و نذیر ہوں۔ اگر قبول کروگے تو دنیا و دین میں کامیاب ہوجاؤگے۔ اور اگر نہ مانو تو میں صبر کروں گا یہاں تک کہ اللہ آپ مجھ میں اور تم میں فیصلہ کردے اور حق اور باطل میں امتیاز کردے +

غرض کہ کفار قریش نے کسی طرح کی ترغیبات و ترہیبات پیش کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ مگر اللہ رے! آپ کا استقلال کہ آپ کے پائے ثبات کو کسی ترغیب یا ترہیب لالچ یا ڈر سے مطلق جنبش نہ ہوئی۔ اور نہایت ہی پاک اور بے عیب اور مستقل رہے +

یہاں تک کہ آنحضور صلعم کی بے غرضی - بے نفسی - پاک باطنی - اتقا اور خدا کے لئے تبلیغ کرنے کا اقرار دنیا بھر کے اُس متعصب عیسائی کو بھی اپنی تواریخ محمدی میں کرنا پڑا - جس کا نام عماد الدین ہے - چنانچہ وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ ایک دفعہ عتبہ نے آنحضرت صلعم کے پاس جاکر کہا - کہ تو شریف آدمی ہے تونے ہمارے درمیان یہ کیا بات اُٹھائی ہے - ہمارے معبودوں کو کیوں طعن کرتا ہے - باپ دادوں کو کیوں بے عزت کرتا ہے - دیکھ سارے عرب میں مشہور ہو گیا - کہ قریش میں ایک جادوگر پیدا ہوا ہے - وہ کیا سبب ہے جس سے تو اس کام کے درپے ہوا ہے - اگر تجھے کوئی حسین عورت مطلوب ہے - تو جس عورت کو چاہے ہم تیری جورو بنا دیں - اگر بھوکا ہے تو تیرے لئے چندہ جمع کرکے ہم مال جمع کردیں - اگر تیرا ارادہ بادشاہی کرنے کا ہے - تو آ ہم تجھے بادشاہ بنالیں اور جو کسی بیہودہ خواب خیال نے تجھے دبا لیا ہے اور اُسے دور نہیں کرسکتا - تو کوئی طبیب معالج بُلا دیں تاکہ تیرا معالجہ کرے - محمد صلعم نے یہہ سب سن کر کچھ قرآن کی نصیحت آمیز باتیں سنائیں - جو بُت پرستوں کی تعلیم سے بہت افضل تھیں اس لئے عتبہ چپکا چلا گیا - اور قریش کے سامنے محمدی نصیحت کی تعریف کی - کیونکہ ضرور اُن کے دین کی نسبت محمد صاحب نے اچھا دین نکالا تھا -

یہہ واقعی بڑا امتحان اور سخت مصیبت کا وقت تھا - ایک طرف آپ کو قسم قسم کی دھمکیاں اور ڈر دیئے جاتے تھے - دوسری طرف طرح طرح کی ترغیبات اور لالچ پیش کئے جاتے تھے - آپ کے جان نثار صحابہؓ جدا مصائب اور تکالیف کا نشانہ بن رہے تھے - اور یہاں تک آپ پر مصیبتوں کے پہاڑ گرے ہوئے تھے - کہ جب تک ایک پاک نفس اور خدائی آدمی الٰہی استقلال دکھانے والا نہ ہو - ہرگز پا برجا اور ثابت قدم نہیں رہ سکتا *

آپ نے کوئی ترغیب کوئی ترہیب ہرگز نہیں مانی - اور اپنے خداوند کریم پر پورا بھروسا کیا - اپنی قوم کی استہزا - تضحیک دکھ اور ایذا کو نہایت صبر اور حوصلہ کے ساتھ برداشت کیا - اور اپنی قوم کی سچی خیر خواہی میں برابر لگے رہے آپ کی خیر خواہی کا یہہ عالم تھا - کہ اللہ تعالےٰ آپ کو فرماتا ہے - کہ لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین شاید تو اپنے نفس کو اس بات سے ہلاک کر دیگا کہ وہ ایمان نہیں لاتے ٭

اور پھر فرمایا - کہ لقد جاءکم رسول ؐ من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم - فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت و ھو رب العرش العظیم - تمہارے پاس رسول تمہیں میں سے آیا ہے - تمہارا تکلیف میں پڑنا اس پر شاق ہے - تمہاری بہبود کا اسکو ہوکا ہے - لوگوں پر شفقت کرتا اور مہربان ہے - اس ہمدردی پر بھی منہ پھیریں - تو کہدے کہ مجھے اللہ ہی کافی ہے - جس کے سوا کوئی پوجا کے لایق نہیں - میں نے اسی پر بھروسا کیا اور عرش عظیم کا وہی مالک ہے

ہجرت حبشہ

۵ بعثت

جب آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہ کا یہہ حال ہو رہا تھا - تو وہ رؤف رحیم رسول اپنے تابعین کا یہہ حال اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا متحمل نہ ہو سکا اجازت دی - کہ میرا جو حال ہو - سو ہو - تم میں سے جس کا جی چاہے - مکہ چھوڑ کر کہیں نکل جائے - چنانچہ آپ کے ارشاد کے بموجب کسی قدر لوگ مکہ سے ہجرت کر کے ابی سینیا میں چلے گئے - جہاں ایک عیسائی بادشاہ حاکم تھا

جس کا لقب نجاشی تھا۔ نجاشی نے اُن لوگوں کو اپنے ملک میں جگہ دی۔
اور آرام سے رکھا۔ کفار مکہ اس بات سے جل گئے۔ چنانچہ اُنہوں نے
پیچھے سے نجاشی کے پاس اپنے ایلچی بھیجے۔ تاکہ ان فراریوں کو اپنے پاس جگہ
نہ دے۔ اس لئے کہ یہہ لوگ بدعتی ہیں۔ جنہوں نے اپنا آبائی مذہب
چھوڑدیا ہے۔ نجاشی نے مسلمانوں کو روبرو بلاکر پوچھا۔ کہ کیا یہہ الزام سچ
ہے۔ جو دشمنوں نے تمپر لگایا ہے۔ اور اُن سے سوال کیا۔ کہ وہ نیا دین کیا ہے
جس کی خاطر تمنے اپنے آبائی مذہب کو چھوڑدیا۔ جعفر بن ابی طالب رضؓ
نے کہ حضرت علی رضؓ کے عقیقی بھائی تھے۔ مسلمانوں کی طرف سے یہہ سپیچ کی۔
اے بادشاہ! ہم جہالت اور ضلالت کے گڑھے میں گرے ہوئے تھے۔
ہم بتوں کو پوجتے تھے۔ اور مُردار کھاتے تھے۔ اور فحش بکتے تھے۔ اور کوئی
صفت انسانیت کی ہم میں نہ تھی۔ خدا تعالےٰ نے اپنے فضل عمیم سے اپنا
پیغمبر بھیجا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جس کی شرافت نسب
اور صدق مقال اور تدین اور صفائے باطن سے ہم خوب آگاہ ہیں۔ اُن پر اپنا
کلام پاک نازل فرمایا۔ وہ ہم کو یہہ تعلیم دیتے ہیں۔ کہ خدا کو ایک مانو۔ اسکا کسیکو
شریک نہ گردانو۔ بتوں کی پوجا نہ کرو۔ سچ بولا کرو۔ امانت میں خیانت نہ کرو۔
اور اپنے ابنائے جنس پر رحم کرو۔ پڑوسی کے حقوق کی نگہداشت کرو۔
عورتوں کی عزت کرو۔ یتیموں کا مال نہ کھاؤ۔ تقوےٰ اور طہارت اختیار کرو۔ نماز
پڑھو۔ روزہ رکھو۔ زکوۃ دو۔ ہم اُن پر ایمان لائے ہیں اور اُن کے احکام ونصایح
کو قبول کرلیا ہے۔ خاص کر اس حکم کو کہ صرف ایک ہی اللہ کی پوجا کرو۔ اور لکڑی
پتھر۔ وغیرہ کے بتوں کی پوجا نہ کرو۔ صرف اسی ایک بات پر اُنہوں نے ہمکو
ایسی ایذائیں دیں۔ کہ ہمکو کہیں پناہ نہیں ملی۔ آخر کو تیرے ملک میں آکر

پناہ لی ہے۔ اُمید ہے کہ آپ ہمکو اُن کے ظلم و ستم سے نجات دینگے +

اسلام کی تاریخ میں اس مقام پر ذرا غور کرو۔ حضرت جعفر کی سپیچ میں آنحضرت صلعم کی کل تعلیم اور احکام و نصائح کا خلاصہ موجود ہے کسی شخص کی تقریر میں یہہ جوش و خروش پایا نہیں جاتا۔ جس ولولہ اور جوش سے حضرت جعفر نے اپنے ستم رسیدہ برادران دین کی طرف سے گفتگو کی +

نجاشی نے کہا۔ کہ جو کلام تمہارے نبی پر اُترا ہے۔ اچھا اُس میں سے تو کچھ پڑھو۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سورہ مریم ابتدا سے پڑھی۔ یہاں تک کہ جب اس مقام پر پہونچے۔ جہاں حضرت مریم کو خطاب الٰہی ہوتا ہے فکلی واشربی وقری عینا پس کھا اور پی اور اس بچہ (عیسیٰ) کے دیکھنے سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر۔ نجاشی بادشاہ کو اسپر کمال رقت ہوئی۔ یہاں تک کہ آنسو اسکی ڈاڑھی پر بہے[5]۔ اور کہا کہ یہہ کلام اور جو کلام موسیٰ ع پر اُترا تھا۔ دونوں کی روشنی ایک روشندان سے ہے۔ اور اہل اسلام سے کہا کہ بخوشی خاطر میرے ملک میں رہو اور سفیروں کو جواب دیدیا +

کفار نے کہا۔ کہ یہہ لوگ حضرت عیسیٰ کی شان میں بھی بادشاہ کے اعتقاد کے برخلاف کچھ کا کچھ کہتے ہیں۔ نجاشی نے اہل اسلام سے پوچھا۔ حضرت جعفر رضہ نے کہا۔ کہ ہم ان کے حق میں یہی کہتے ہیں۔ کہ وہ بندۂ خدا ہیں۔ اللہ نے بحکم کلمہ کُن بغیر باپ کے مریم طاہر کے پیٹ سے اُنہیں پیدا کیا اور پیغمبر بنایا اور اسکی بابت بہت سی آیات پڑھیں۔ نجاشی نے کہا۔ کہ انجیل میں حضرت عیسیٰ ع کی تعریف ایسی ہی لکھی ہے۔ مرحبا تمہیں اور جس کی طرف سے آئے ہو بے شک وہ خدا کے رسول ہیں۔ اُن کی تعریف انجیل میں موجود ہے۔ اور عیسیٰ نے اُن کی بشارت دی ہے۔ خدا کی قسم اگر کار سلطنت میرے متعلق نہ ہوتا۔

[5] اس کا ذکر سورۂ مائدہ پ ۷ کے شروع میں ہے۔

لڑہیں اُن کا خادم بنتا اور اُن کو وضو کرایا کرتا۔ اور تحفے قریش کے پھیر دئے اور سفیران قریش بے نیل مرام واپس چلے آئے۔ اور مسلمان بخوشی خاطر وہاں مقیم رہے۔ حبش کا لاٹ پادری طابوس اور اُس کے ساتھی مسلمانوں سے بحث مباحثہ کرکے مسلمان ہوگئے +

حضرت حمزہ اور حضرت عمرؓ کا اسلام لانا

سنہ ۶ بعثت

انہی دنوں میں حضرت حمزہ اور حضرت عمر بن خطاب جو کفار میں بڑے زبردست اور ذی عزت آدمی تھے۔ مسلمان ہوگئے۔ حضرت عمر رض اگرچہ اسلام لانے سے پیشتر اسلام کے ایسے دشمن تھے۔ کہ آنحضرت م کی زندگی کے درپے تھے۔ چنانچہ یہہ آنحضرت م کا سر ہی کاٹنے آئے تھے۔ کہ آپ فدا ہوگئے۔ مگر اسلام لانے کے بعد مذہب اسلام کے پرلے درجہ کے حامی اور معاون ہوئے۔ جب تک زندہ رہے۔ بڑے بڑے مقدمات میں آنحضرتؐ کے شریک رہے۔ بہت سی لڑائیوں میں نام پایا۔ اور تمام فتوحات اسلام کی جان رہے۔ چنانچہ ایک عیسائی لکھتا ہے۔ کہ یقیناً جو چند اشخاص مثل حضرت عمر وغیرہ کے بلا کسی غرض نفسانی کے شروع میں مسلمان ہوئے اُن کو اس قدر فضل ربانی بلاشبہ عطا ہوا۔ اور اسی واسطے جابجا قرآن میں مذکور ہے۔ کہ قدر قرآن وہی اہل عرب جانیں گے جو متقی ہیں۔ اور انہی کو قرآن سے نفع ہے۔ نہ یہہ کہ سخت دل ناخدا ترسوں کو۔ انتہے۔

اور ایک اور عیسائی لکھتا ہے۔ کہ باوجودیکہ محمدؐ اور عیسیٰ کی ابتدائی

تاریخوں میں ایسے حالات ہیں۔ جن میں عجیب مشابہت پائی جاتی ہے لیکن بہت سے ایسے ہیں۔ جن میں بالکل اختلاف ہے۔ مثلاً عیسے کے اول بارہ مریدوں کو ناتربیت یافتہ اور کم رتبہ مانا گیا ہے۔ بخلاف محمد کے اول مریدوں کے کہ بجز آپ کے غلام کے سب بڑے ذی عزت تھے۔ اور جب وے لوگ خلیفہ اور افسر افواج اسلام کے ہوئے۔ تو اُس عہد میں جو کچھ اعمال اُنہوں نے کئے۔ اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن میں اول درجہ کی لیاقتیں تھیں۔ اور غالباً ایسے نہ تھے۔ کہ بآسانی دھوکا کھا جائے +

۶۱۶ء سے ۶۱۹ء تک کا حال

آنحضرتؐ کا شعب ابی طالب میں تین سال محصور ہونا

قریش کے سفیر سفارت جاشہ سے بالکل ناکام آئے۔ اس وجہ سے کفار قریش کو سخت ندامت ہوئی۔ وہ آگے سے زیادہ آنحضرت صلعم کی مخالفت میں سرگرم ہوگئے۔ اور جب اُنہوں نے دیکھا۔ کہ حضرت حمزہ و عمرؓ جیسے زبردست آدمی بھی مسلمان ہوگئے ہیں۔ اور دن بدن مسلمان بڑھتے جاتے ہیں۔ تو اُنکو سخت طیش آیا۔ اور اُنہوں نے قطعی ارادہ کرلیا۔ کہ جس طرح ممکن ہو۔ نہایت جلد آنحضرت صلعم کا استیصال کیا جائے۔ چنانچہ ایک دن تمام قریش نے متفق ہو کر حضرت ابو طالب سے التجا کی۔ کہ یا تو اپنے بھتیجے محمدؐ کو پکڑ کر ہمارے حوالہ کردو۔ یا اس کو کہدو۔ کہ بت پرستی کی مذمت نہ کرے۔ ابو طالب نے آنحضرت صلعم کو بلا کر قریش کا یہ پیغام پہونچایا۔ اور کہا۔ کہ اب اس سے زیادہ تمہاری

حمایت کی مجھ میں طاقت نہیں۔آنحضرت صلعم نے یہہ خیال کرکے کہ اب ضرور ابو طالب مجھے قتل کے لئے حوالے کردیں گے۔یہہ کہا۔کہ آپ میری بابت کچھ فکر نہ کریں۔اگر تمام قریش میرے قتل کا ارادہ کریں۔اور آفتاب ماہتاب بھی داہنے باہنے اُن کے شریک ہوں۔تو بھی میں اس ارادے سے ہرگز باز نہ آؤں گا۔نہ خاموش رہوں گا۔آپ اگر میری حمایت نہیں کرسکتے تو نہ کریں۔میرا خدا حامی ہے۔یا میں کامیاب ہو جاؤں گا۔یا ناچیز ہو جاؤں گا۔ابوطالب نے آنحضرت کا یہہ فوق العادہ استقلال دیکھ کر یوں کہا۔کہ تم کچھ فکر نہ کرو۔جب تک میری جان میں جان ہے تمہاری حفاظت میں دریغ نہیں کروں گا۔اس لئے کچھ مدت تو ابوطالب کی سطوت کی وجہ سے آنحضرت صلعم کو زیادہ تکلیف نہیں پہونچی۔مگر ابوطالب کے مرنے کے بعد دسویں سال بعثت کے جب ابوسفیان مکہ کا حاکم ہوا۔جو آنحضرت صلعم کا خطرناک دشمن تھا۔اس نے آنحضرت صلعم کو اُس وقت اور اُس کے بعد فتح مکہ تک جو اذیتیں پہونچائیں۔تمام تواریخ دانوں پہ اظہر من الشمس ہیں +

مسٹر کارلائل صاحب مشہور فلاسفر اس مقام پہ لکھتے ہیں۔کہ بلا شبہ آپ خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔کیونکہ جس امر حق کا آپ اعلان فرماتے تھے۔اُس میں وہی فطری قوت موجود تھی۔جو سورج چاند یا قدرت کے اور مصنوعات میں ہے۔اور خدائے قادر مطلق کی مرضی کے بغیر سورج اور چاند اور تمام قریش بلکہ تمام انسان اور اور موجودات عالم آپ کو خاموش نہیں کرسکتے تھے۔کیونکہ اس کے سوا آپ کچھ کر ہی نہیں سکتے تھے +

اور مسٹر باسورتھ سمتھ صاحب اس موقعہ پہ لکھتے ہیں۔کہ یہہ کلام اور یہہ چلن ایک جھوٹے مدعی رسالت کا نہیں ہوسکتا۔اللہ اکبر! کیسی ثابت قدمی اور کیسا

ایمان و ایقان سے بھرا ہوا جواب تھا - کہ عیسائی مصنفین تک بے اختیار پکار اُٹھے ہیں - کہ سوائے سچے آدمی کے ایسا جواب اور کوئی نہیں دے سکتا +

پادری عماد الدین جس سے بڑھ کر دنیا میں اسلام کا .... اور کوئی دشمن نہیں ہے - اس موقعہ پر اپنی تواریخ محمدی صفحہ ۵۸ میں لکھتا ہے کہ جب قریش نے دیکھا - کہ عمرؓ بھی مسلمان ہوگیا - اور اس مذہب کا چرچا پھیلتا جاتا ہے - اور مسلمانوں نے ملک حبشہ میں ہجرت کرکے اس کو اپنا مامن بنا لیا - تو تنگ آکر آنحضرت صلعم کے مارنے کا مضبوط ارادہ باندھا

ابوطالب نے یہہ خبر سن کر بنی عبد المطلب اور بنی ہاشم کے لوگوں کو جو اُس کے خاص خاندانی تھے - جمع کیا - اور اُن کو لے کر اس غار میں جس کو شعب ابی طالب کہتے تھے - حفاظت کے لئے معہ آنحضرت صلعم جا رہے - قریش نے جب یہہ حال دیکھا - تو جمع ہوکے ایک کاغذ عہد نامہ کے طور پر لکھا - کہ ہم سب قریش آیندہ کو ہمیشہ بنی عبد المطلب سے جدا رہیں گے - نہ اُن میں رشتہ اور نہ نکاح کریں گے - نہ ایک دوسرے کی مدد کریں گے - نہ اُن سے کوئی معاملہ کرینگے اور نہ اُن کو اس سرزمین میں نفع لینے دیں گے - مگر اُس وقت کہ محمد صلعم مارا جاوے - یہہ اقرار نامہ لکھ کر بغیر مہر کے کعبہ کے دروازے پر لٹکا دیا - اور اُس شعب میں جا کر ابی طالب کا محاصرہ کیا - جو کوئی اُس شعب سے باہر آتا جاتا تھا - اُسے خوب مارتے تھے - اور کوئی چیز بازار سے خرید کرنے نہ دیتے تھے - بعض لوگ جن کے خاص رشتہ دار وہاں بند تھے اُن کے لئے خفیہ کھانا بھیجا کرتے تھے تین سال تک یہی حال رہا - جب یہہ لوگ محاصرہ میں بڑے بڑے تنگ آ گئے اور اُن کے بال بچے بھوکے پیاسے رونے لگے - بعض کو رشتہ داری کے سبب رحم آیا - تب چند اشخاص قریش نے مل کر عہد نامہ توڑا - اور اُن کو وہاں سے

نکال کر شہر میں لائے۔ تب بنی عبد المطلب اپنے گھروں میں آ کر بسے +

حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہ رض کا انتقال

طائف کا سفر۔ تبلیغ رسالت اور تکالیف عظیمہ

سنلہ بعثت میں انہی تکالیف اور مصائب کے ایام میں ایک اور مصیبت آنحضرت م پر یہہ واقع ہوئی۔ کہ آپ کے چچا ابو طالب انتقال کر گئے۔ اور مصیبت پر مصیبت یہہ واقع ہوئی۔ کہ آپ کی محسنہ اور جان نثار بیوی حضرت خدیجہ رض بھی راہئے ملک بقا ہوئیں۔ ان دونوں کی وفات سے آپ کو بڑا ہی رنج ہوا۔ اور اسی لئے اس سال کا نام آپ نے عام الحزن (غم اور رنج کا سال) رکھا + اس وقت آپ نہایت مغموم تھے۔ جس کے تصوّر سے بھی انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دو غم گسار آپ کے انتقال کر گئے۔ کفار کا یہہ حال کہ ایک دم آپ کو آرام نہیں لینے دیتے اور الحق آپ کا غم اور رنج بجا تھا۔ نہ صرف چند مہینے یا ہفتے۔ یا سال دو سال بلکہ اکٹھے دس سال سے آپ اس قدر تکالیف اور مصائب کا نشانہ بن رہے ہیں۔ کہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں آتی۔ اس قدر دراز مُدّت میں ان روحانی اور جسمانی تکالیف مالایطاق پر نظر کی جائے۔ جو آپ اعلےٰ درجہ کے صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔ تو اندر سے دل خود بخود گواہی دے اٹھتا ہے کہ کوئی ایسا ہی زبردست خیال تھا۔ جو ان صعوبتوں میں آپ کی ہمّت

بندھاتا رہا۔ وہ کیا خیال تھا۔ اس بات کا کامل یقین۔ کہ میں سچا پیغمبر ہوں۔ اور مجھ پر خدا کی طرف سے وحی آتی ہے۔ اور جو وعدہ مجھ سے بار بار کیا جاتا ہے۔ وہ یقیناً حتماً اور جزماً پورا ہو کر رہے گا۔ الم نشرح لك صدرك میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے۔ حقیقت میں اگر خدا کی طرف سے شرح صدر نہ ہو تو ایسی مصیبت اور تنگدلی کے ساتھ کوئی انسان اسقدر دراز تک سختیاں اُٹھا نہیں سکتا۔

جو شخص تمام عرب میں عزت و آبرو۔ وقار و ادب تعظیم و تکریم کا مرکز تھا۔ یکایک خدا نے اُس کو اپنا ایک خاص کام سپرد کیا۔ کہ وہ اُس کی الوہیت کو دنیا میں قایم کرے۔ اس کام کا شروع کرنا۔ ایسی قوم میں جس کے ذرے ذرے میں بت پرستی اور شرک سما رہا تھا۔ اور خدا کے نام سے نفرت کرتے تھے کچھ آسان کام نہ تھا۔ ایک دم سے سارے موذی لپٹ پڑے اور جان کے لاگو ہوگئے۔ جو مدارات پیغمبرؐ کے ساتھ ہوئی۔ ان میں سے کسی قدر بیان ہو چکی۔ اُسکا ادنے مرتبہ یہہ ہے۔ کہ ان نابکاروں نے بے حرمتی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ مُنہ پہ تھوکا۔ گلا گھونٹا۔ گالیاں دیں۔ برادری سے نکال دیا۔ نن دیں۔ کھانا پینا بول چال سب موقوف شادی بیاہ۔ رشتہ ناطہ سب الگ۔ پھر اسپر اکتفا نہیں۔ نماز پڑھ رہے ہیں۔ سجدے میں گئے۔ اونٹ کا اوجھ لا کر گردن پر رکھ دیا۔ جس رستہ سے سویرے تڑکے نماز پڑھنے جایا کرتے تھے اُس میں کانٹے بچھا دئے کہیں خانہ خدا میں آنے کی مناہی۔ بیٹھنے کی بندش یہہ سب فسادات صرف ایک اتنی بات پر کہ لوگوں کو ایک خدا کی طرف بلاتے تھے۔ وما نقموا منهم الا ان يومنوا بالله العزيز الحميد الذى له ملك السموات والارض۔ اُن میں عیب بھی پکڑا تو یہی کہ خدائے غالب قابل حمد و ثنا پر ایمان لے آئے۔ جو زمین و آسمان کا مالک ہے۔

(۱) کیا ہم نے تیرا سینہ کشادہ اور فراخ نہیں کیا جو تمام تنگیوں اور مصیبتوں کو برداشت کر سکتا ہے؟

آپ ہر موسم میں وعظ سنانے کو نکلا کرتے۔ گھر گھر اور قبیلے قبیلے کو پیغام الٰہی پہونچایا کرتے۔ اور ہر قبیلے کے شرفا سے آپ صرف اسی قدر التجا کرتے۔ میں تم میں سے کسی کو کسی بات پر مجبور نہیں کرتا۔ میرا صرف یہی منشا ہے کہ تم لوگ مجھے ایذا پہونچانے والوں کو روک دو۔ تاکہ میں اپنے رب کے پیغام پہونچا دوں

ربیعہ بن صیاد کہتا ہے۔ کہ میں نے بازاروں میں دیکھا ہے کہ آپ لوگوں کے پیچھے پیچھے ان کے ڈیروں میں جاتے۔ اور لوگوں سے فرمایا کرتے۔ کوئی ہے جو مجھے اپنی قوم میں لے جائے۔ کیونکہ قریش نے تو مجھے میرے رب کا کلام پہونچانے سے روک دیا ہے +

آپ فرمایا کرتے۔ کہ لا اسئلکم اجراً الا المودۃ فی القربیٰ۔ میں تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگتا۔ مگر پاس قرابت ہی ملحوظ رکھو۔ آزادی سے وعظ کرنے دو +

ایک بار آپ کو بیٹھے بیٹھے انہی مصائب کے وقت خیال آگیا۔ کہ اہل مکہ کی طرف سے تو بالکل نومیدی ہوگئی۔ اور ان کی ایذائیں کسی تدبیر سے کم نہیں ہوتیں۔ تبلیغ تک کرنے نہیں دیتے۔ چلو کہیں باہر ہی اسلام کی تبلیغ کریں۔ شاید وہیں کوئی اسلام کا وعظ کرنے دے۔ یہہ خیال کرکے آپ طایف کی طرف گئے باوجودیکہ مستامن کی حمایت اور مہمانداری عرب کا عام دستور تھا۔ مگر خدا کی طرف بلانے والے مجرم کو امن کہاں؟ طایف کے رؤسا نے پناہ دینا تو درکنار الٹا یہ کیا کہ چند آوارہ نوجوان لڑکوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ ان اوباشوں نے مہمان پر بے دریغ پتھر برسائے۔ گالیاں دیں اور ٹھٹھے مارے۔ آنحضرت صلعم کا بدن مبارک زخموں سے چور۔ اور دل ناامیدی سے شکستہ۔ سواد کے ایک باغ میں جا بیٹھے۔ اسوقت رنج وحسرت کے کیسے کیسے خیال آپ کے دل میں آتے ہوں گے۔ جنکا تصور

کرکے پتھر سے پتھر دل کا کلیجہ بھی پانی ہوجاتا ہے - اُس وقت خدا کی طرف سے الہام ہوا - کہ اگر تو چاہے تو اس شہر کو ابھی تہ و بالا کردیا جائے - آپ نے معاً یہہ عرض کی بل ارجو ان یخرج اللہ من اصلابہم من یعبد اللہ وحدہ لاشریک لہ - میں اُمید کرتا ہوں - کہ اللہ تعالےٰ انہی میں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا - جو خدائے واحد لاشریک کی پوجا کرینگے - ؎

دُکھ پاکے بھلا بروں کا تو نے چاہا
تعریف کے قابل ہے یہ ہمت تیری
ایذا اعدا سے اور تیرے مُنہ سے دُعا
اللہ رے کیا ہے شان رحمت تیری

ایک باغ کے احاطہ میں پناہ گزین ہیں - مگر اللہ رے صبر و استقامت اور قوت ایمان کہ اُسی حالت میں آپ نے انگور کی ایک بیل کے سایہ میں بیٹھ کر بارگاہِ احدیت میں یہہ مناجات کی :-

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَشْکُوْ اِلَیْکَ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّۃَ حِیْلَتِیْ وَھَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ - اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ اَنْتَ رَبِّیْ اِلٰی مَنْ تَکِلُنِیْ؟ اِلٰی عَمَلٍ یَتَجَھَّمُنِیْ اَوْ اِلٰی عَدُوٍّ مَلَّکْتَہٗ اَمْرِیْ اِنْ لَّمْ یَکُنْ عَلَیَّ غَضَبٌ فَلَا اُبَالِیْ وَلٰکِنْ عَافِیَتُکَ ھِیَ اَوْسَعُ لِیْ - اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْھِکَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَہُ الظُّلُمَاتُ صَلُحَ عَلَیْہِ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ

اے رب جلیل یہہ بندہ مسکین و عبد ذلیل تیری بارگاہ عزت و جلال میں اپنی کمزوری اور صبر و قوت کی کمی اور اپنی ذلت و خواری کی فریاد لایا ہے - کیونکہ تو سب سے زیادہ رحم والا اور ہر ایک عاجز و ناتوان کا مددگار اور خود میرا مالک اور میرا پروردگار ہے تو مجھے کسکے حوالہ کرتا ہے؟ کیا ایسے دوست کے جو مجھے دیکھ کر ناک بھوں

اَنْ یَنْزِلَ بِیْ غَضَبُکَ اَوْیَحِلَّ عَلَیَّ سَخَطُکَ لَکَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِکَ۔

چڑھا سکے؟ یا ایسے دشمن کے جس کو تونے میرا معاملہ سونپ دیا ہے لیکن اگر یہہ بلا تیری خفگی کی وجہ سے نہیں ہے۔ تو مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے۔ مگر تیرا بچاؤ میرے لئے بہت زیادہ وسیع ہے میں تیری قدرت ورحمت کے نور میں جو تمام تاریکیوں کا روشن کردینے والا۔ اور دنیا وآخرت کے بگڑے ہوئے کاموں کو سنوار دینے والا ہے۔ تیرے غیظ وغضب کے نزول سے پناہ لیتا ہوں۔ لیکن اگر خفگی ہی میں میری بھلائی ہے۔ تو تجھے وہاں تک اختیار ہے کہ تو مجھ سے راضی ہوجائے اور بغیر تیری مدد کے نہ میں برائی ہی سے بچ سکتا ہوں اور نہ نیکی ہی کی طاقت وقدرت رکھتا ہوں۔

جناب نبی عربی کی اس دعا کا حضرت نبی ناصری (عیسیٰ) کی اس دعا سے مقابلہ کیا جائے جو انہوں نے گرفتار ہوجانے کی رات کو کی تھی - کہ اے باپ اگر ہوسکے تو یہہ پیالہ مجھ سے گذر جائے مگر نہ جیسا میں بلکہ جیسا تو چاہتا ہے۔ اور اے باپ اگر ممکن نہیں۔ کہ یہہ پیالہ میرے پئے بغیر مجھ سے گذر جائے تو تیری مرضی ہو۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگرچہ یہہ دونو دعائیں ایک ہی قسم کے مخرج سے نکلی ہیں۔ مگر جس قدر زور اور جوش۔ تسلیم ورضا۔ ایمان وایقان نبی عربی کی دعا میں پایا جاتا ہے۔ نبی ناصری کی دعا میں وہ ہرگز پایا نہیں جاتا۔ بلکہ نبی ناصری کے وہ کلمات جو انہوں نے بروقت صلیب منہ سے نکالے۔ کہ ایلی ایلی لما سبقتانی اے میرے خدا۔ اے میرے خدا تونے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ یہہ ان کی بے صبری اور اضطراب پر دلالت کرتے اور صبر ورضا کے برخلاف معلوم ہوتے ہیں +

سر ولیم میور صاحب لکھتے ہیں۔ کہ محمدؐ کے اس سفر طائف میں

ایک نہایت اعلے جوانمردانہ حالت پائی جاتی ہے - ایک یکہ وتنہا شخص جسکو اسکی قوم کے لوگوں نے بالکل چھوڑ دیا تھا - اور نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے - خدا کے نام پر دلیرانہ آگے بڑھا جس طرح یونس نینوہ کو گئے تھے - اور اُس نے ایک بت پرست شہر کو کہا - کہ توبہ کریں - اور اُسکی رسالت کی تائید کریں - اس سے ایک نہایت قوی روشنی اس امر پر پڑتی ہے - کہ اُس کو اپنے کام کے منجانب اللہ ہونے کا کس شدت سے یقین تھا - انتہے *

واشنگٹن اروِنگ صاحب اپنی تواریخ محمدی کے تیرھویں باب میں ہجرت کی تمہید میں لکھتے ہیں - کہ اپنے وطن میں محمدؐ صاحب کے حالات زندگی تیرہ وتاریک ہو چلے - خدیجہ جو اُنکی اصلی محسن اور تنہائی اور خلوت کی انیس اور آپ کی رسالت کی سچی معتقد تھیں - وہ تو قبر میں جا سوئیں - اور ایسے ہی ابوطالب بھی جو آپ کے وفادار حامی تھے - کوچ کر گئے - ابوطالب کی حمایت سے محروم رہ کر تو محمدؐ مکہ میں ایک قسم کے اشتہاری مجرم ہو گئے تھے مخفی رہنے پر مجبور ہوئے - اور اُن لوگوں کی مہمان نوازی پر گراں بار رہے - جو خود ہی اُن کی رسالت کے اعتقاد سے مصیبتوں میں گرفتار تھے - پس اگر کوئی غرض اُن کا مقصود ہوتی - تو اُس کے حاصل ہونے کی کون صورت تھی - ابتدا اظہار رسالت سے دس برس سے زیادہ گذر گئے - اور دس برس کی لمبی مدت عداوت - تکلیف اور مصیبتوں میں گذری - تسپر بھی یہہ اپنی بات پر جمے رہے اور اب عمر کے ایسے زمانہ میں جب کہ انسان اپنی محنتوں کے ثمرہ کو آرام سے بیٹھ کر کھانے کی توقع میں رہتا ہے - نہ کہ آیندہ کے لئے نئی تدبیریں کر کے اسے خطرہ میں ڈالے - ہم کیا دیکھتے ہیں - کہ وہ اپنی آسایش اور دولت اور

دوستوں کو تو قربان ہی کر چکے تھے۔ اب اپنا گھر اور ملک بھی چھوڑنے پر مجبور ہوگئے
مگر اپنے مذہب کو نہ چھوڑا +
آنحضرت صلعم کے اس فوق العادہ استقلال کو دیکھ کر سر ولیم میور مولف
لائف آف محامٹ بھی کمال تعجب کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کی اس استقامت
کو خاص عادت اور بے نظیر قرار دیتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔ کہ ایک لحظہ کے لئے
اُس زمانہ پر نظر کریں جب کہ ہر ایک شخص جو شہر مکہ حال تھا۔ مکہ میں ذات سے
باہر کر دیا گیا اور شعب ابی طالب میں وہ لوگ قید رہے۔ اور وہاں تین یا چار
برس تک بغیر توقع افاقت کے محتاجی اور سختی کی برداشت کرتے رہے۔ وہ تو
بڑے ہی مضبوط اور قوی اسباب ہوں گے۔ جو اس امر کے باعث ہوئے۔
کہ محمد صلعم اُن تمام مخالفتوں اور علانیہ مایوسیوں اور ناکامیوں میں اپنے اصول پر
غیر متزلزل قایم رہے۔ جوں ہی وہ قید سے چھوٹے۔ اپنے شہر سے مایوس ہوکر
طائف کو چلے۔ اور وہاں کے وزراں رساؤں اور رئیسوں کو توبہ کی دعوت کی۔
وہ تنہا اور بے مددگار تھے۔ مگر وہ کہتے تھے۔ کہ ہمارے ساتھ خدا کا پیغام ہے
تیسرے روز اُس شہر سے لوگوں نے ان کو ذلت سے نکال دیا۔ پنڈلیوں سے
اُن کے خون جاری تھا۔ کیونکہ اہل شہر نے اُن کو زخم پہونچائے تھے۔ وہاں سے
چل کر وہ تھوڑی دور پر آٹھیرے۔ اور خدا کے حضور شکایت کی۔ تب پھر مکہ
کو پھرے اور وہاں پھر وہی ناامیدی کے کام پر مگر انجام میں کامیابی کے کامل
یقین پر مشغول ہوئے۔ ہمکو صفحات دہر میں ایسی مثال کی تلاش عبث ہے
کہ جس میں کوئی شخص اس طرز سے جیسے کہ نبی عربی تیرہ برس تک یاس اور
خوف اور ابتذال اور اذیت میں مستقیم الایمان رہ کر توکل و وعظ کرتا رہا ہو۔ اور خدا کے
غضب سے اہل شہر کو ڈراتا رہا ہو۔ ایک چھوٹے سے گروہ مسلمان زن و مرد کے

ساتھ ہنگامہ ہوا اور دھمکیوں اور خوف کو آئندہ کے صابرانہ اور تحمل کی امید پر
برداشت کرتے رہے۔ اور جب آخر کار پیغام امن ایک دور کے ملک سے
آیا تو وہ بہ صبر تمام انتظار کرتے تھے۔ سننے کہ سب اِن کے اصحاب ہجرت کر گئے
اور تب خود بھی اُس ناسپاس اور ناخدا ترس قوم کے درمیان سے ہجرت کر گئے
(لائف آف محمد) سٹ جلد ۲ باب ۷ صفحہ ۲۱۴)

ہجرت کی تمہید

اور ہجرت مدینہ

سنہ ۱۱ بعثت سے سنہ ۱۳ تک

ملک عرب میں ہمیشہ سے یہہ رسم چلی آتی تھی۔ کہ تمام لوگ اطراف و اکناف
سے حج کعبہ کو آیا کرتے تھے۔ یہہ رسم اُن میں حضرت ابراہیم و اسماعیلؑ
کے وقت سے چلی آتی تھی۔ اور اس بات کی یادگار تھی۔ کہ حضرت ابراہیم
و اسماعیل ہی نے اس مقدس گھر کو تعمیر کیا اور اُنہوں نے ہی حج کے ارکان
و آداب مقرر فرمائے۔ اس رسم میں اگرچہ بہت سی افراط تفریط کو دخل ہو گیا تھا
مگر ہر سال مقررہ ایام میں اقوام عرب حج کو ضرور آیا کرتیں۔ حضور علیہ السلام تو
یہ چاہتے ہی تھے۔ کہ کہیں مجمع ہو۔ تو خدا کا پیغام سنائیں۔ اس موقعہ کو آپ
غنیمت سمجھتے۔ اور تبلیغ رسالت فرمایا کرتے۔ نبوت کے گیارھویں سال کچھ آدمی
مدینہ سے بھی حج کو آئے۔ اس وقت آپ کو اپنی قوم کی طرف سے سخت مایوسی
ہو چکی تھی۔ آپ نے بڑی جرأت اور دلیری کے ساتھ خانہ کعبہ میں تشریف لا کر

اسلام کا وعظ کہنا شروع کیا۔ جس کا اہل مدینہ پر کمال اثر ہوا۔ اور ان میں سے چھ آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے +

ان لوگوں نے مدینہ کے یہود سے سن رکھا تھا۔ کہ عنقریب ایک نبی پیدا ہونے والا ہے۔ جو حضرت موسیٰ ؑ کا مثیل اور اُنہی کی طرح ایک صاحب شریعت ہوگا۔ جس کے ساتھ ہم لوگ ملکر تمام منکرینؔ دین پر فتح و نصرت حاصل کریں گے جب اُنہوں نے آنحضرت ؐ کا کلام معجز نظام سنا۔ تو اُن کو یقین ہو گیا۔ کہ حضور ؐ ہی وہی نبی موعود ہیں۔ ایمان لانے میں سبقت کی۔ اور پھر باد بہاری کی طرح نخلستان مدینہ کے خوش نصیب رہنے والوں کے لئے یہہ مژدہ جان فزا لیتے گئے۔ کہ سرزمین مکہ میں ایک نبی پیدا ہوا ہے۔ جو بندگان خدا کو خدائے واحد کی طرف بلاتا ہے۔ اور جس طرح مشک کی خوشبو پھیل جاتی ہے۔ جناب رسالت مآب کا اور دین متین اسلام کا چرچا وہاں پھیل گیا۔ چنانچہ کوئی گھر ایسا نہ تھا کہ جہاں آپ کا ذکر خیر نہ ہوتا ہو اور کوئی صحبت ایسی نہ تھی۔ جس میں اس نئے دین کا چرچا نہ ہو رہا ہو +

نبوت کے بارھویں سال۔ پانچ اُن نومسلموں میں سے اور سات اور شخص قبیلہ اوسؔ و خزرجؔ کی طرف سے مکہ میں آئے اور خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر یہہ سات شخص بھی شرف اسلام سے مشرف ہوئے۔ اور یہہ عہد کیا کہ ہم کسی چیز کو خدا کا شریک نہ بنائیں گے چوری نہ کریں گے۔ زنا نہ کریں گے قتل اولاد کے مرتکب نہ ہوں گے۔ یعنی نہ اُن کو بتوں پر قربانی چڑھائیں گے۔

ؔ وَمِن قبل کانوا یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ۔ اور اس سے پیشتر اسکے ذریعہ سے فتح کے خواہاں تھا۔ کافروں پر۔ پھر جب وہ آیا۔ جس کو اُنھوں نے پہچان بھی لیا۔ تو اسکے منکر ہو گئے اور سب سے پہلے منکر وہی ہوئے

نہ غیرت یا افلاس کی وجہ سے قتل کرینگے۔ غیبت اور بدگوئی سے اجتناب کرینگے اور ہر امر میں خدا کے رسول کی اطاعت کرینگے۔ اور رنج و راحت میں شریک حال رہیں گے۔ اور حب وطن کو جانے لگے۔ تو حضور علیہ السلام نے اُن کے حسب درخواست قرآن اور اسلام کی تعلیم کے لئے حضرت مصعب بن عمیر کو اُن کے ساتھ کر دیا۔ مدینہ میں کلام الٰہی کے وعظ نے بہت اثر کیا۔ کہ بہت سے لوگ مشرک اور بت پرستی کو چھوڑ کر دین حق میں داخل ہو گئے۔ اور مسلمانوں کی ایک جماعت کثیر بن گئی +

نبوت کے تیرھویں سال حج کے موقعہ پر حضرت مصعب بن عمیر مکہ کو پھر آئے اور بہت سے مسلمان اُن کے ساتھ حضور رہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ بہتّر مردوں اور دو عورتوں نے شرف اسلام سے مشرف ہو کر حضور ﷺ سے بیعت کی اور کہا کہ اگر حضور اور حضور ﷺ کے اصحاب ہمارے شہر کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمائیں گے۔ تو ہم حضور ﷺ کی خدمت گذاری و اطاعت میں کوتاہی نہ کرینگے۔ اور اگر کوئی دشمن آپ کا مدینہ پر چڑھ آئیگا۔ تو ہم اُس کے دفعیہ میں جان دینے تک سے دریغ نہ کرینگے۔ اور آپکی اسی طرح حفاظت و حراست کرینگے۔ جس طرح کہ ہم اپنے اولاد و ازواج کی کرتے ہیں۔ چنانچہ اُن میں سے ۱۲ آدمیوں کو آپ ﷺ نے اُن کے اہل قبیلہ کی ہدایت اور ارشاد کے لئے منتخب فرمایا۔ جس طرح حضرت موسیٰ ؑ نے اپنی قوم میں سے بارہ آدمی کھڑے کئے تھے۔ اور حضرت عیسیٰ ؑ نے اپنے اصحاب رض میں سے بارہ حواری انصار دین قایم کئے تھے +

اس بیعت کا نام بیعت ثانیہ ہے اور بارھویں سال نبوت میں جو بیعت ہوئی تھی اُس کا نام بیعت اولیٰ (پہلی بیعت) ہے + کفار مکہ بھی اس حال سے

غافل...... نہ تھے۔ یہہ معاہدہ اگرچہ ایسے وقت ہوا تھا۔ جب کہ رات نے مشرکین مکہ کی آنکھوں پر پردہ ڈالا ہوا تھا۔ مگر ایک شیطان مشرک نے جو پہاڑی پر سے دیکھ رہا تھا۔ اپنے ہم جنسوں کو آگاہ کر دیا۔ اور وہ بیش از بیش ایذا دینے کے لئے مستعد ہوئے۔ چنانچہ وہ اُن لوگوں کی تلاش کے لئے نکلے اور ان بارھوں میں سے صرف سعد بن عبادہ اُن کے ہتھے چڑھ گئے۔ اور وہ اُن کو مارتے پیٹتے اور سر کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے مکہ میں لے آئے۔ اور بدبخت ابوجہل نے اپنی خبث طبع کی یہاں تک بیروی کی کہ خود مدینہ کو گیا۔ اور عیاش بن ربیعہ کو جو اُس کا ماں کی طرف سے بھائی تھا۔ کہا۔ کہ تیری ماں تیرے لئے روتی ہے۔ اور کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔ تو مکہ کو چل۔ اور فریب سے مکہ میں لاکر اُسکو قید میں ڈال دیا ✦

جو زمانہ مابین ان دونو بیعتوں کے گذرا۔ وہ بھی منجملہ اُن زمانوں کے تھا۔ جو اب تک آپ پر نہایت صعب و شدید گذرے تھے اور اُس کے مقابلہ میں جو صبر و ثبات و توکل آپ سے ظہور میں آیا ہے۔ وہ ایسا بے مثل و بے نظیر ہے۔ کہ سر ولیم میور جیسے شخص کو سوا ان لینے کے چارہ نہیں ہوا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔ کہ پیغمبر اسلام اس طرح سے دشمنوں کے نرغہ میں گھرے ہوئے تھے اور فتح مبین کے منتظر تھے۔ اور ظاہراً بے یار و مددگار تھے۔ اور اُن کے اصحاب کا چھوٹا سا گروہ گویا شیر کے منہ میں تھا تاہم اُن کو اُس قادر مطلق پر بھروسا تھا۔ جس کا رسول وہ اپنے تئیں سمجھتے تھے اور اُن کے پائے ثبات میں ایک سر مو لغزش نہ ہوئی تھی۔ غرض اس عالم مصیبت و تنہائی میں وہ ایسے عالی مرتبہ و جلیل الشان معلوم ہوتے ہیں۔ کہ کتب مقدسہ سماویہ میں اُن کا عدیل و نظیر کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ سوائے اُس

بنی اسرائیل کے نبی[1] کے جس نے خداوند عالم سے یہہ شکایت کی تھی - کہ میں اکیلا رہ گیا ہوں *

الغرض مشرکین کی آتش عناد بھڑک رہی تھی - اور مظلوم مسلمانوں کو نہایت درجہ ستاتے تھے - جس سے مجبور ہو کر حضور م نے اُن کو یثرب کو ہجرت کر جانے کی اجازت دی - اور بہت سے مسلمان مرد اور عورتیں یوں یوں اور جس جس طرح پر اُن کو موقعہ ملا آہستہ آہستہ مدینہ کو چلے گئے - اور اس طرح سے مکہ کے گھر کے گھر ویران ہو گئے - جن کو خالی دیکھ کر عتبہ بن ربیعہ نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور قدیم شاعر کا یہہ شعر پڑھا ؎

وکلّ دارٍ وان طالت سلامتها
یوماً ستدرکها النکباء والحوب *

یعنی ہر ایک گھر خواہ کتنی ہی مدت تک آباد رہا ہو - آخر ایک نہ ایک دن باد حوادث اُس پر چل جائے گی - اور خراب و برباد ہو جائیگا - اور پھر نہایت اندوہ اور درد کے ساتھ بولا - کہ یہہ سب کچھ ہمارے اس بھائی کے بیٹے (محمد) نے کیا ہے - جس نے ہماری جماعتوں کو پراگندہ اور معاملات کو ابتر اور قوم کو تتر بتر کر دیا ہے *

سبحان اللہ حضرت نبی عربی و نبی ناصری علیہما السلام کے حالات میں کیسی عجیب و غریب مشابہت پائی جاتی ہے - کہ جس کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے - جناب ابن مریم نے اپنی نسبت فرمایا تھا - کہ یہہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں - صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں - کیونکہ میں اس لئے آیا ہوں - کہ بیٹے کو باپ سے اور بیٹی کو ماں سے اور بہو کو

[1] یہہ حضرت الیاس تھے جو بعل نامی ایک بُت کے پوجنے والوں کی ہدایت و ارشاد کے لئے مبعوث ہوئے تھے - دیکھو حضرت الیاس کا حال صفحہ ۱۱۲

ساس سے لڑوا دوں - انتہے ٭

پس یہی حال حضرت اسماعیل ؑ کے اکلوتے بیٹے جناب محمدؐ بن عبد اللہ کا ہوا ہے - البتہ اتنا فرق رہا ہے کہ حضرت مسیحؑ نے اپنی نسبت خود اپنی زبان سے ایسا فرمایا - مگر حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی نسبت اقوام عرب میں تفرقہ ڈالنے کا اتہام ایک ایسے شخص نے لگایا - جو نہایت سخت مشرک اور غایت درجہ کا آپ کا دشمن تھا ٭

جب حضور صلعم کے اصحاب دو دو تین تین کر کے مدینہ کو چلے گئے تو کفار مکہ کو اندیشہ ہوا - کہ ایسا نہو کہ آنحضرت صلعم بھی مکہ سے نکل جائیں - اور پھر کبھی قابو میں نہ آسکیں - بہتر ہے کہ کوئی ایسی تجویز کی جائے - جس سے ہمیشہ کے لئے قصہ پاک ہو - چنانچہ دار الندوہ (کمیٹی گھر) میں اُن کی ایک بڑی کمیٹی بیٹھی - اور آنحضرت صلعم کی نسبت مختلف تجاویز سوچنے لگی - ایک بڈھا شیطان بھی آ بیٹھا جو اپنے تئیں نجد کا باشندہ کہتا تھا - اب رائیں پیش ہوئیں - سب سے پہلے یہہ تجویز ہوئی - کہ طوق و زنجیر ڈالکر آپ کو ایک سنگین کوٹھڑی میں قید کر دیا جائے جیسا کہ پہلے فتنہ پرداز شاعروں کے ساتھ کیا گیا ہے - شیخ نجدی نے کہا - کہ یہہ رائے ٹھیک نہیں - بنی ہاشم اور محمدؐ کے تابعین کسی نہ کسی طرح اُن کو آکر چھڑالیں گے - ایک شخص نے یہہ رائے دی - کہ محمد صلعم کو یہاں سے نکال دو اور کبھی مکہ میں آنے نہ دو - ہم اُس کے شر سے محفوظ رہیں گے - شیخ نجدی بولا - یہہ رائے بھی ٹھیک نہیں - محمدؐ کی لسانی اور سحر بیانی تمکو معلوم ہے - وہ جہاں جائیگا - خلق کو اپنی جادو بیانی سے مسخر کرے گا - اُس کے تابعین اُسکے ساتھ جائیں گے - اور ممکن ہے کہ سب ملکر ہم پر چڑھ آئیں - اور پھر بکھیڑا ہی رہے قوم کے فرعون یعنی ابو جہل نے یہہ رائے دی - کہ بھائیو - جب تک دنیا میں

اس کا وجود باقی ہے۔ اس سے امن میں رہ نہیں سکتے۔ بہتر ہے کہ قریش کے تمام قبایل میں سے ایک ایک آدمی منتخب ہو۔ اور رات کو سب مجتمع ہوکر محمدؐ کے مکان پر جاکر اکٹھے اس پر اس طرح گریں۔ کہ گویا ایک ہی شخص نے اسے قتل کیا ہے۔ تاکہ اسکا خون تھوڑا تھوڑا سب قبیلوں کے ذمے لگ جائے۔ بنی ہاشم تمام قبایل قریش سے تو لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے ۔ چار وناچار خون بہا لینے پر راضی ہوجائیں گے۔ اور ہم لوگ بلا تکلیف دیت ادا کردیں گے۔ نجد کے شیطان نے اس رائے کی تصویب کی۔ اور نہایت پسند کیا

مکہ والوں نے یہہ منصوبہ باندھا تھا۔ کہ رات کے وقت بہت سے لوگ آپ کے گھر جائیں اور آپ کو سوتے ہی شہید کردیں۔ جس رات یہہ لوگ آپکے گھر جانے والے تھے۔ الہام ربانی سے آپ ص کو اس بات کی خبر ہوگئی۔ آپ ص نے یوں کیا۔ کہ اپنے دو جان نثار صحابیوں میں سے حضرت علی رض کو اپنے بستر پر سلا دیا۔ جنہوں نے بخوشی خاطر منظور کر لیا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رض کو ساتھ لے کر راتوں رات مکہ سے نکل گئے۔ اور غار ثور کا رخ کیا ۔ جوتا پاؤں سے اتار۔ انگلیوں کے بل چلتے۔ اس خیال سے کہ نشانِ قدم معلوم نہ ہوں۔ آپ کے پاؤں مبارک زخمی ہوگئے۔ اور حضرت ابو بکر رض نے آپ ص کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ اور وہاں جاکر پہلے غار کو صاف کیا۔ اور پھر آپ ص کو اندر لے گئے۔ حضرت رسول خدا ص حضرت ابوبکر رض کے زانو پر سر رکھ کر سوگئے۔ کسی سوراخ سے ایک سانپ نے بھی آپ کے پاؤں کو ڈسا۔ مگر وہ یار غار اُف تک زبان پر نہ لایا ۞

حضور علیہ السلام کے دولت خانہ سے نکلنے کا یوں واقعہ ہے کہ کفار آپ کے در دولت پر حضور ص کے قتل کے لئے جمع ہوگئے۔ اور آپ کے دروازہ مبارک

کو گھیر لیا۔ مگر حضور ؐ ایک کھڑکی کی راہ سے کفار کے سامنے ہی اُن کے
سروں پر خاک ڈالکر نکل گئے۔ جس طرح حضرت داؤد ؑ اور جناب مسیحؑ
قاتل یہودوں کے نرغہ میں سے بے خبر نکل گئے تھے (متی ۱۲ باب ۱۵)
اور اُس شہر غدار سے آپ ؐ اور دوسرے حضرت ابوبکر دونو ہجرت کر گئے۔
کفار آپ ؐ کے دولت خانہ میں گھسے۔ اور قتل کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔
معلوم ہوا۔ کہ گوہر مقصود ہاتھ سے نکل گیا۔ بستر پر حضرت علی کو پایا۔ جو صبر
وشکر سے اُس موت کے منتظر تھے۔ جو آپ کے ہادی کے واسطے تجویز ہوئی
تھی۔ آپ کی اس وفاداری کو دیکھ کر اُن خونیوں کو بھی رحم آگیا۔ اور وہ حضرت
کو صحیح وسالم چھوڑ کر چلے گئے۔ اور آنحضرت ؐ کی تلاش کے لئے چاروں طرف
لوگ دوڑائے۔ اُنہوں نے اشتہار دیا۔ کہ جو شخص آنحضرت ؐ کو پکڑ لائے یا قتل
کرے اُسے سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ جس سے بہت لوگ آپکی
تلاش میں پھرے۔ اور سراقہ بن مالک تو مدینہ کی راہ میں بالکل آپ ؐ کے
قریب پہونچ بھی گیا۔ مگر آنحضرت ؐ کی دعا سے اُس کے گھوڑے کے پاؤں
زمین میں دھنس گئے۔ اور وہ گر پڑا۔ اور اُس کو معلوم ہوگیا۔ کہ اِنہیں بزرگوار کی
دُعا کا اثر ہے۔ فوراً آنحضرت ؐ سے عفو تقصیر کا خواستگار ہوا۔ جس پر اُس کا
گھوڑا زمین سے نکلا اور وہ بھی سلامت بچا۔ یہہ شخص کچھ عرصہ بعد مسلمان
بھی ہوگیا ٭

اس واقعہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور جناب علی علیہ السلام کی وفاداری
اور جان نثاری واقعی ایک ایسی اعلےٰ درجہ کی ثابت ہوتی ہے۔ کہ جس کی نظیر
صفحات عالم میں کہیں نہیں ملتی۔ اپنے پیارے نبی ہادی کی خاطر اپنے تئیں
اس طرح جان جوکھوں میں ڈالنا۔ اور اپنی جان کی مطلق پرواہ نہ کرنا۔ واقعی

یہہ آنحضرت صلعم کی معجزانہ تعلیم کا اثر تھا۔ جس نے آپ کے صحابہ کو آپکا اسقدر عاشق جان نثار رہنا رکھا تھا۔ کہ اپنی جانوں کی بھی کچھ پرواہ نہیں کرتے تھے۔ سچ ہے ؎

کس بہر کس این سر ندہد جاں نفشانند
عشق است کہ ایں کار بصد صدق کنانند

اس جگہ جب حضرت مسیح ؑ کے حواریوں کا جو عیسائیوں کے نزدیک خدا کے رسول بھی تھے۔ اور روح القدس کی تاثیر سے بھی موید تھے۔ آنحضرت صلعم کے صحابہ کے ساتھ مقابلہ کیا جاتا ہے۔ تو سخت حیرت ہوتی ہے۔ حضرت مسیحؑ کے حواری ساری عمر اپنے نبی ؑ سے ہدایت پاتے رہے۔ اور اُن کی اثر صحبت سے مستفیض ہوتے رہے۔ مگر جب دور امصیبت کا وقت آیا۔ تو سب کے سب اپنے ہادی اور آقا کو چھوڑ کر چلتے بنے۔ اور مسیح کی رفاقت سے انکار کر گئے۔ مگر آنحضرت صلعم کے صحابہ کی عجیب حالت ہے۔ جس میں ایک ایک شخص آپ پر جان دینے کو تیار تھا۔ اور یہیں سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت مسیح ؑ کی تعلیم کا اثر باوجود ادعائے الوھیت رفقا پر کیسا تھا۔ اور آنحضرت صلعم کی تعلیم کا اثر باوجود دعوی رسالت آپ کے صحابہ پر کیسا تھا؟ گاڈفری ھیگنس صاحب لکھتے ہیں۔ کہ عیسائی اسکو یاد رکھیں تو اچھا ہو۔ کہ محمدؐ کے مسایل نے وہ درجہ نشاء دینی کا اپنے پیروؤں میں کیا۔ جس کو عیسٰی کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے فایدہ ہے۔ اور آپکا مذہب ایسی تیزی سے پھیلا۔ جس کی نظیر دین عیسوی میں نہیں ہے۔ چنانچہ نصف صدی سے کم میں اسلام بہت سی عالی شان اور سرسبز سلطنتوں پر غالب آگیا۔ جب عیسٰی کو صلیب پر لے گئے۔ تو اُن کے پیرو

بھاگ گئے۔ برعکس محمدؐ کے پیرو۔ اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد آئے اور آپکے
بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈالکر کل دشمنوں پر آپؐ کو غالب کیا۔ انتہی۔

آنحضرتؐ تین دن تک غار میں رہے۔ کفار ڈھونڈتے ڈھونڈتے
غار کے قریب تک آپہونچے۔ اور قریب تھا۔ کہ آپکو دیکھ پائیں۔ مگر اللہ تعالے
نے اُن کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈالا۔ کہ اُن کو یقین نہ ہوسکا۔ کہ اس غار کے
اندر بھی کوئی شخص چھپ سکتا ہے۔ ایک دفعہ تو کفار کو دیکھ کر حضرت
ابوبکر رضؓ گھبرا گئے اور اپنے نبی پر کمال شفقت کی راہ سے کہنے لگے
کہ حضرت! قریب ہے کہ کافر ہم کو دیکھ پائیں۔ آپ نے بڑی دلیری۔ حوصلہ
اور استقلال سے جواب دیا کہ لاتحزن ان اللہ معنا۔ غم نہ کھاؤ۔ اللہ
ہمارے ساتھ ہے۔ وہ ہمیں بچائیگا۔ یہہ ٹھیک اسی طرح ہوا۔ جس طرح حضرت
موسیٰؑ کو اُسکی قوم نے کہا تھا کہ انا لمدرکون۔ ہم پکڑے گئے۔ حضرت
موسیٰؑ نے فرمایا تھا کلا ان معی ربی سیہدین ہرگز نہیں پکڑے جائینگے
میرا رب میرے ساتھ ہے۔ وہ میری رہنمائی کرے گا۔

آنحضرتؐ تین دن تک غار ثور میں رہے۔ تیسرے دن کے بعد
نکلکر مدینہ کی طرف چلے۔ اور تعاقب کے ڈر سے کترا کر ادہر پھر کر چلے
یہاں تک کہ ارض یثرب میں پہونچ گئے۔ اور ماہ جون ۶۲۲ء میں ایک
روز نہایت شدید گرمی میں آنحضرتؐ ناقہ سے اُتر کر اُس ارض مقدس
میں قدم مبارک رکھا۔ جو اُس وقت سے آپ کا وطن اور جائے پناہ ہوگیا
سب سے پہلے ایک یہودی نے ایک برج پر سے آپؐ کو دیکھا۔ اُس وقت
اس آیت کی تصدیق ہوگئی۔ کہ الذین آتیناہم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون
ابناءھم۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے۔ وہ اُس کو اس طرح پہچانتے ہیں

جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ مدینہ میں بڑی دھوم دھام سے آپ کا استقبال ہوا۔ اور اہل مدینہ نے اُس مظلوم نبی ص کو جو تیرہ سال سے اپنی برادری اور قوم سے اس قدر سخت سے سخت ایذائیں اُٹھا رہا تھا۔ بڑی شان نہ تعظیم وتکریم کے ساتھ شہر کے اندر داخل کیا۔ جس سے خدا کی قدرت اور شان کا عجیب نظارہ نظر آتا ہے +

پس ہجرت مقدسہ کی تکمیل اس طرح ہوئی اور اسی واقعہ سے سنہ اسلامیہ شمار کیا جاتا ہے +

ان واقعات کی طرف اللہ تعالے قرآن شریف میں اس طرح اشارہ فرماتا ہے۔ واذ یمکر بك الذین کفروا لیثبتوك او یقتلوك او یخرجوك و یمکرون و یمکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ اور جب کہ کافر لوگ تیرے خلاف منصوبے باندھ رہے تھے۔ کہ تجھے قید کریں۔ یا قتل کردیں۔ یا جلاوطن کردیں۔ وہ بھی تیرے خلاف تدابیر سوچ رہے تھے۔ اور اللہ بھی اپنی تدبیر میں لگا تھا۔ اور اللہ کی تدبیر بہترین ثابت ہوئی۔ اور سب پر غالب آگئی۔ کہ تیرا بال بال اُن کی شرارتوں سے بچالیا۔ اور مدینہ میں بڑی عزت وحرمت کے ساتھ پہونچادیا +

اس وقت آنحضرت ص کی عمر مبارک ۵۳ سال ہے۔ اس ترپن سالہ زندگی سے ہم کو اس قدر سبق ملتے ہیں۔ کہ اُن کے بیان کرنے کے لئے ایک علیحدہ دفتر چاہئے۔ مگر مختصر یہ ہے کہ ہموطنوں کی خیر خواہی۔ قوم کی اصلاح۔ فوق العادۃ استقلال۔ خارق عادت عزم۔ ان تھک کوشش۔ آپ کی راستبازی و صداقت اداے فرض منصبی۔ تبلیغ رسالت۔ تکلیفوں اور مصیبتوں پر پرلے درجہ کا صبر وتحمل۔ ہزاروں لاکھوں دُکھوں کا اُٹھانا اور اُف تک مُنہ پر نہ لانا

اپنے ارادہ سے کبھی نہ ہٹنا۔ ترغیبات وترہیبات کا مطلق اثر نہ ہونا۔ بدعات ورسوم باطلہ کا استیصال۔ بلاکسی جبر واکراہ کے صرف تعلیم اور وعظ سے اسلام کی اشاعت۔ رضا و صبر وتسلیم۔ تعلیم کا ایسا اعلے درجہ کا اثر کہ باوجود سخت مصیبتیں اُٹھانے کے کبھی شخص نے دین کو نہیں چھوڑا۔ اور بمقابلہ ایمان کے جان مال اور آبرو کو ہیچ سمجھا۔ ان سب باتوں کا سبق آپ کی مقدس زندگی سے ایسا ملتا ہے کہ جس کی نظیر دنیا کے کسی مجدد۔ کسی مصلح اور کسی نبی کی زندگی میں ہرگز نہیں مل سکتی۔ مکہ کی زندگی میں بجز تکالیف اور ناکامیوں اور اُن کے مقابل آپ کے فوق العادہ اور خارق عادت استقلال کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوتا +

واشنگٹن ارونگ صاحب اپنی کتاب انگریزی لائف آف محامٹ کے صفحہ ۴۹ ایس لکھتے ہیں۔ کہ اُن کے اوایل زمانہ سے وسط حیات تک کے حالات سے تو ہمیں کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ کہ اُن کو ایسے ناراست اور عجیب افترا سے جس کا اُنپر الزام لگایا گیا ہے۔ کس مقصد کا حاصل کرنا مراد تھا۔ کیا حصول مال مقصود تھا؟ خدیجہ کے ازدواج سے تونی الحال وہ صاحب ثروت ہو چکے تھے۔ اور اپنے وحی ادعائی کے اظہار سے برسوں پیشتر اُنہوں نے صاف کہدیا تھا۔ کہ مجھے اپنے سرمایہ کے اضافہ کی خواہش نہیں۔ تو کیا حصول جاہ مراد تھی؟ حالانکہ وہ پہلے ہی اپنے وطن میں عقل اور امانت میں رفیع المرتبہ اور قریش کے عالی شان قبیلہ اور معزز و ممتاز خاندان میں سے تھے۔ تو کیا ...... حصول منصب مطلوب تھا مگر کئی پشتوں سے تولیت کعبہ اور امارت حرم خاص انہی کے قبیلہ میں تھی۔ اور اُن کو اپنی وقعت اور حالات سے آوز بھی عالی مرتبہ

ہونے کا یقین تھا۔ لیکن جس دین میں انہوں نے نشو ونما پائی تھی
اُسی کے استیصال میں انہوں نے ان سب منافع کی بیخ کنی کر دی
حالانکہ اُسی مذہب پر تو اُن کے قبیلے کے جاہ وعزت کا مدار تھا۔ اُسکی
بیخ کنی کرنے سے اُن کی قوم اور اقربا کی عداوت اور اہل شہر
کا غیظ وغضب اور تمامی اہل عمالک (عابدین کعبہ) کی دشمنی وعناد بڑھتا
چلا گیا۔ کیا اُنکی رسالت وخدمات نبوت میں کوئی شے ایسی روشن اور صریح
تھی۔ جو اُن کی ان مصائب کی اجر جزیل ہوتی۔ اور جس کی طمع کے
دھوکے میں پڑتے؟ بلکہ برخلاف اس کے ابتدا۔ تو اشتباہ و اختفا میں ہوئی
برسوں تک تو اس میں کوئی معتدبہ کامیابی نہ ہوئی۔ جیسے جیسے اُنہوں نے
اپنی تعلیمات کا اظہار اور وحیوں کا آشکار کیا۔ ویسے ہی اور اُسی قدر
لوگوں نے اُن سے ہنسی اور ٹھٹھا اور بُرا کہنا شروع کیا۔ اور آخر کو بُری
طرح سے اذیتیں دیں جس سے اُن کی اور اُن کے رفقا کی ریاستیں
برباد ہوگئیں۔ اور چند اُن کے اقربا اور اصحاب غیر ملک میں پناہ لینے
پر مجبور ہوئے۔ اور اُنہیں خود بھی اپنے شہر میں چھپا رہنا پڑا ...... اور پھر
آخر گھر ڈھونڈنے کے لئے ہجرت کرنی پڑی۔ پس کس غرض سے وہ
برسوں تک اس تن ویں کی صورت میں اصرار کرتے جس سے اس
طرح سے اُن کی سب دنیوی دولتیں اُن کی زندگی کے ایسے وقت میں کہ اُن کو
پھر مجدداً حاصل کرنے کا بھی زمانہ نہیں رہا تھا۔ خاک میں مل جائیں فقط + مکہ
کی زندگی کا حال گذر چکا اب مدینہ کی زندگی شروع ہوتی ہے
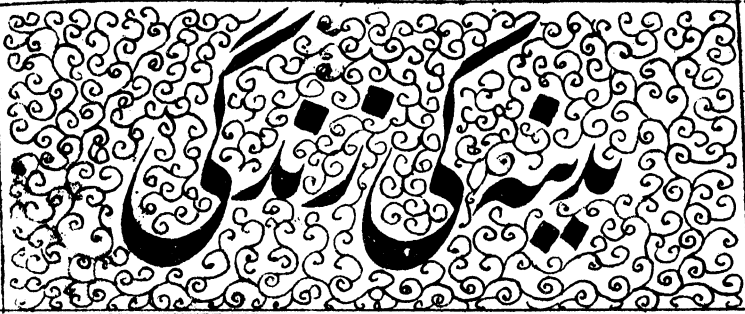
ہجرت سے وفات تک

اللہ اکبر! اللہ کی بھی کیا شان ہے؟ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
جو تمام انبیاء سے برگزیدہ اور ساری مخلوق سے افضل و اعلیٰ اور باعث
ایجاد کائنات ہیں۔ اُن کا ایک ادنےٰ اُمتیوں کے ہاتھ سے یہہ حال ہو
کہ تیرہ برس تک طعن و تشنیع استہزاء و تضحیک اور درشت زبانی کے
آلات استعمال کرکے اُن پر زیست تنگ کردی گئی۔ ایک خیرخواہ
امین کا نام کبھی ساحر کبھی کاہن۔ کبھی مجنوں رکھا گیا۔ رات دن
اُن کو دُکھ دینے اور قسم قسم کی اذیت پہونچانے میں صرف کیا گیا۔ اُن پر
غلاظتیں پھینکی گئیں۔ راستے میں کانٹے بکھیرے گئے۔ پنڈلیوں سے خون
بہایا گیا۔ پورے تین برس تک شعب ابی طالب میں محصور رکھا گیا
آب و دانہ بند کیا گیا۔ اور اسی طرح آپ کے معتقدین کے بھی گلے گھونٹے
گئے۔ اُن کی مشکیں کڑی گئیں۔ جلتی ریت پر دوپہر کے وقت ڈالے گئے
سخت سے سخت دُکھ دیئے گئے۔ وطن سے نکالے گئے۔ غرضیکہ کوئی
دقیقہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی اور دُکھ دینے کا

فروگذاشت نہ کیا گیا۔زبان سے۔ہاتھ سے۔جس قدر ایذائیں ممکن تھیں۔
اُس جان جہاں کو پہونچائی گئیں۔یہاں تک کہ آپ نے فرمایا۔کہ ما اوذی
بنی مثلی قط کہ میری طرح کبھی کسی بنی کو دُکھ نہیں دیا گیا۔ہائے اس
ناسپاس قوم نے سخت سے سخت ایذائوں اور تکلیفوں پر ہی بس
نہیں کی بلکہ آخرکار اُس شمع رسالت کے قطعی بجھا دینے کا ارادہ کیا قتل
کی ٹھانی۔جس کی وجہ سے بالآخرہ رسول کریم صلی اللہ وسلم کو اپنا وطن
اور اپنا پیارا وطن (مکہ) ہی چھوڑنا پڑا۔اور وطن چھوڑنے پر بھی اُس[1]
سرور کائنات صلعم کا پیچھا نہیں چھوڑا۔بلکہ مدینہ تک برابر تعاقب کئے
گئے۔کہ کسی طرح اُس شمع حق کو پاکر بالکل ہی بجھا دیں یریدون
لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ المشرکون
اُن کی تو خواہش یہی تھی کہ نور الٰہی کو اپنی پھونکوں سے بالکل بجھا
دیں۔پر اللہ تعالےٰ اپنا نور پورا ہی کرکے رہتا ہے۔گو مشرک لوگ
ناپسند ہی کریں واذ یمکر بك الذین کفروا لیثبتوك او یخرجوك
او یقتلوك ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔اور جب
کہ کافر لوگ تیری نسبت منصوبے باندھ رہے تھے کہ تجھے قید
کردیں۔وطن سے نکال دیں۔یا قتل ہی کردیں۔اور وہ اپنے
منصوبے باندھ رہے تھے۔اور خدا بھی اپنی تدبیر کر رہا تھا اور خدا
کی تدبیر سب پر غالب آگئی۔کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

[1] وطن چھوڑنے کے وقت اللہ تعالیٰ بطور پیشین گوئی فرماتا ہے ان الذی فرض علیك القرآن لرادك الی معاد یقیناً جس نے تیرے اوپر قرآن فرض کیا ہے ضرور ضرور تجھکو پھر تیرے وطن کی طرف لیجائیگا۔چنانچہ اس پیشین گوئی کے موافق جس شان و شوکت سے آنحضرت صلعم پھر مکہ میں داخل ہوئے۔سارے جہان پر اظہر من الشمس ہے ۱۲

اُن کے موہنوں پر خاک ڈال کر اُن کے سامنے مکہ سے نکل گئے
اور وہ اپنا سا منہ لے کر وہیں کے وہیں رہ گئے وقد مکروا مکرہم
وعند اللہ مکرہم۔ وان کان مکرہم لتزول منہ الجبال۔
اور اُنہوں نے بہتیرے داؤ کھیلے۔ اور خدا کو اُن کے سب داؤ معلوم
تھے۔ اور گو اُن کے مکر ایسے تھے۔ کہ اُن سے پہاڑ بھی ٹل جائیں۔
لیکن خدا کے سامنے کسی کا کوئی داؤ پیش نہیں جا سکتا۔ کتب اللہ
لاغلبن انا ورسلی ان اللہ لقوی عزیز۔ اُس نے فیصلہ کر دیا
ہے کہ آخرکار ضرور ضرور میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے
اللہ بڑا ہی طاقتور اور زبردست ہے۔ فلا تحسبن اللہ مخلف
وعدہ رسلہ۔ ان اللہ عزیز ذو انتقام۔ سو تم ہرگز مت خیال کرو
کہ خدا اپنے رسولوں سے جو وعدہ کرتا ہے۔ وہ خلاف ہو سکتا ہے۔
اللہ تو سب پر غالب ہے۔ وہ اپنے دین کے مخالفوں سے بالآخرہ
انتقام لیا کرتا ہے۔ اور جب اُن کی سرکشی اور شرارت اقصی الغایتہ
تک پہونچ جاتی ہے۔ تو آخرکار اُن کو اُن کے افعال کی سزا دیتا اور
ھلاکت اور عذاب کا مزا چکھاتا ہے۔ اور تمام سدّوں اور
روکوں کو دور کر کے اپنے دین کے لئے رستہ صاف کر دیتا ہے۔
یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات وبرزوا للہ الواحد
القھار۔ اُس دن یہہ زمین بدلکر اور زمین ہو جاتی ہے۔ اور یہہ آسمان
بدلکر نیا آسمان بن جاتا ہے ....

کفر و جاھلیّت کا حکم اُٹھ جاتا ہے اور الہی دین سب پر غالب آجاتا
ہے۔ اُس دن تمام لوگ اُس اکیلے زبردست خدا کے سامنے حاضر

ہوتے ہیں۔ اُسی کی عبادت کرتے اور اُسی کے سامنے طوعاً وکرہاً سرِنیاز جھکاتے ہیں۔ کفر وعصیان کے اندھیرے دور ہوجاتے ہیں۔ اور الٰہی دین کا نور چمک اُٹھتا اور تمام دنیا پر چھا جاتا ہے۔ فللّٰہ الحمد فی الدنیا والآخرۃ۔

نظم

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے
وہ بنتی ہے ہوا۔ اور ہر خسِ رہ کو اُڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے
کبھی وہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہو کر وہ پانی اُن پہ اک طوفان لاتی ہے
غرض رُکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کیا پیش جاتی ہے

مدینہ میں آنحضرتؐ کی تشریف آوری ساھ

لکھا ہے کہ جب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منوّرہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا۔ تو شہر کے جس جس قبیلہ میں سے آپ کا گذر ہوا۔ وہاں کے لوگوں نے بجز عبداللہ بن اُبی کے جو سلطنت مدینہ کا اُمیدوار تھا۔ کمال آرزو سے یہہ چاہا کہ

آپ اُنہیں کے ہاں تشریف فرما ہوں۔ مگر آپ مُہار ڈھیلی چھوڑے ہوئے سب کو یہی فرمایا کئے۔ کہ جہاں خدا کو میرا ٹھیرانا منظور ہے وہاں پہونچکر میرا ناقہ خود بیٹھ جائے گا۔ چنانچہ وہ اُس پاک جگہ پر بیٹھ گیا جہاں مسجد مقدس نبوی بنی ہوئی ہے۔ اور آپ نے اُتر کر خالد بن زید معروف بہ ابوایوب[1] انصاری کے گھر کو اپنی اقامت باکرامت سے رشک خانہ خورشید فرمایا۔ مدینہ میں تشریف لانے سے پیشتر مدینہ کا نام یثرب تھا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد اُسکا نام مدینۃ النبی یا فقط مدینہ ہوگیا +

اسلام عبداللہ بن سلام وغیرہ

مدینہ میں حضورؐ کی تشریف آوری پر کثرت سے لوگ حضورؐ کی زیارت کو حاضر ہوئے۔ عبداللہ بن سلام بھی جو یہودیوں سے ایک فاضل جلیل تھا حضور میں حاضر ہوا۔ دیکھتے ہی پکار اُٹھا۔ کہ لیس بوجہ کذاب یہہ چہرہ جھوٹوں کا نہیں معلوم ہوتا۔ اور چند ایک سوال وجواب کے بعد حضورؐ کے دعوی مثیل موسیٰ کی تصدیق کی اور ایمان لایا

---

[1] یہہ وہی بزرگوار ہیں کہ جب ۴۸ھ ہجری میں معاویہ بن ابی سفیان کے عہد میں قسطنطنیہ پر فوجکشی ہوئی۔ تو ایام محاصرہ میں بیماری سے اُن کا انتقال ہوگیا اور شہر کی فصیل کے قریب دفن کئے گئے اور سلطان محمد ملقب بہ فاتح نے ۸۵۸ھ میں جب شہر مذکور کو فتح کیا تو بڑی تلاش سے انکی قبر کا پتہ ملا جو تعویذ کے کندہ سے پہچانی گئی جسپر ایک مقبرہ اور اسکے پاس ایک عالیشان مسجد سلطان مذکور نے بنادی (ماخوذ از تاریخ منتظم ناصری مطبوعہ طہران) +

اسی طرح اور اہل کتاب بھی ایمان لائے - جن کی خدا تعالیٰ جا بجا قرآن شریف میں تعریف کرتا ہے - سلمان فارسی جنھوں نے اہل کتاب سے آپ کی تعریف سُن رکھی تھی - وہ بھی حضور میں حاضر ہو کر جناب ص پر ایمان لائے - مگر بہت سے یہود باوجودے کہ آپ کی بعثت سے پیشتر حضورؐ کی بشارات علانیہ بیان کیا کرتے اور آپ کو بیٹوں کی طرح پہچانتے تھے - مگر اب بغی و حسد - تعصّب اور نفسانیّت - حب جاہ و ریاست اور دنیا کی محبت کی وجہ سے ایمان کی دولت سے محروم رہے - اور اُس مظہر حق یعنی حضرت محمدؐ رسول اللہ صلعم کے برخلاف اُٹھ کھڑے ہوئے ۔

(یہودی معاہدہ)

مدینہ میں داخل ہونے کے بعد حضورؐ نے ایک فرمان عام یہود کے نام جاری کیا - اور اُن کے تمام مُلکی حقوق کو قایم رکھا - اور اپنے رسوم و اعمال مذہبی کے بجا لانے کی پوری آزادی بخشی - اب تک تو آنحضرتؐ صرف ایک واعظ یا ناصح کی حیثیّت رکھتے تھے - مگر اب دیکھئے کہ آپ نے حقوق و فرایض عباد کو خواہ وہ شخصی ہوں خواہ نوعی - ایسی حذاقت کے ساتھ مقرر فرمایا - کہ جس سے ثابت ہوگیا - کہ آپ ص کی عقل اکمل عقول تھی - اور نہ صرف اپنے زمانہ میں آپ ص خیر البشر تھے جیسا کہ سر ولیم میور صاحب نے تسلیم کیا ہے بلکہ سب زمانوں میں تھے ۔

اس فرمان کے مضامین عجیب و غریب ہیں - کچھ قواعد عامہ اسمیں سے انتخاب کرکے درج ذیل کئے جاتے ہیں

وہو ہذا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہہ فرمان محمد رسول اللہؐ نے تمام مسلمانوں کو خواہ وہ قریش ہوں۔ خواہ اھل یثرب (اہل مدینہ) اور سب لوگوں کو چاہے کسی مذہب اور قوم کے ہوں۔ جنہوں نے مسلمانوں سے صلح و آشتی رکھی ہے۔ لکھدیا ہے۔ صلح اور جنگ کی حالت سب مسلمانوں کے لئے عام ہوگی۔ اور کسی مسلمان کو یہہ اختیار نہ ہوگا۔ کہ اپنے برادرانِ اسلام کے دشمنوں سے صلح یا جنگ کرے۔ یہود جو ہماری حکومت اسلامیہ سے تعلق رکھتے ہیں تمام ذلتوں اور اذیتوں سے بچائے جائیں گے۔ اور ہماری اُمت کے ساتھ متساوی حقوق اُن کو ہماری نصرت اور حمایت اور حسن سلوک کے حاصل رہیں گے۔ یہودانِ بنی عوف۔ بنی نجار۔ بنی حارث۔ بنی جشم۔ بنی غالب۔ بنی اوس اور سب ساکنانِ یثرب مسلمانوں کے ساتھ ملکر ایک قوم سمجھے جائیں گے۔ اور وہ اپنے اعمال مذہبی کو ویسی آزادی کے ساتھ بجا لائیں گے۔ جیسے مسلمان اپنے رسومات دینی کو ادا کرتے ہیں +

یہود کی حفاظت اور حمایت میں جو لوگ ہیں۔ یا جو اُن سے دوستی رکھتے ہیں۔ اُن کو بھی تحفظ اور آزادی حاصل رہے گی۔ مجرموں کا تعاقب کیا جائے گا۔ اور اُن کو سزا دی جائے گی۔ **یہود مسلمانوں کی شرکت یثرب کو سب دشمنوں سے بچانے میں کریں گے** اور تمام وہ لوگ جو فرمان کو قبول کریں گے۔ یثرب میں محفوظ و مامون رہیں گے۔ مسلمانوں اور یہود کے دوست آشناؤں کا بھی ویسا ہی اعزاز کیا جائے گا۔ جیسا خود اُن کا کیا جائے گا +

سب سچے مسلمان اُس شخص سے بیزار رہیں گے۔ جو کسی گناہ یا

ظلم یا نا اتفاقی یا بغاوت کا مرتکب ہوگا۔ اور کوئی شخص کسی مجرم کی حمایت نہ کرے گا۔ گو وہ کیسا ہی عزیز و قریب ہووے ٭

آیندہ جو تنازعات ان لوگوں میں ہونگے۔ جو اس فرمان کو قبول کرینگے۔ اُن کا فیصلہ خداوندعالم کے حکم کے موافق رسول اللہ فرمائیں گے ٭

تھوڑے دنوں بعد یہود ان بنی نضیر اور بنی قریضہ اور بنی قینقاع اس معاہدہ میں شامل ہوگئے۔ اس فرمان سے وہ قبیح رسم دفع ہوگئی۔ جو عرب میں رایج تھی۔ کہ مظلوم ظالم سے انتقام لینے میں اپنی ذاتی قوے یا اپنے اعزا کی طاقت پر بھروسا کرتا تھا۔ دادرسی اور عدل گستری جنگ و جدل پر موقوف تھی ٭

اس فرمان کی وجہ سے آپ حاکم اعلےٰ اپنی قوم کے بن گئے۔ اور یہہ منصب حکومت آپ کو بہ حیثیت نبوت و رسالت بھی حاصل ہوا۔ اور اُس عہد و پیمان کے رو سے بھی حاصل ہوا۔ جو آپ کی اُمت نے آپ سے کیا تھا ٭

مسجد نبوی کی تعمیر

چند روز کے بعد مسجد نبوی اور بیت الشرف کی تعمیر کے لئے ارشاد کیا گیا۔ اور مہاجرین کے رہنے کے لئے مکانات بننے لگے۔ جس زمین پر مسجد نبوی بنی ہے۔ وہ دو بھائیوں کا مال تھا۔ اُنہوں نے اُسکو ہبہ کرنا چاہا۔ مگر چونکہ وہ دونو یتیم تھے۔ لہذا آنحضرت صلعم نے اُن کو وہی قیمت دی۔ جو قرار پائی۔ اس مسجد کی تعمیر میں آنحضرت صلعم نے اپنے دست مبارک سے بھی مدد دی ٭

ناظرین طبعاً خیال کریں گے۔ کہ جو مسجد اور مکانات آپ کے لئے تعمیر ہو رہے تھے وہ بہت ہی عالی شان اور عمدہ ہوں گے۔ مگر یہہ مسجد کیا تھی۔ صرف ایک چبوترہ بنا کر اُس پر قدِ آدم کچی اینٹوں کی ایک دیوار بنا لی گئی تھی جس کے سایہ میں نماز پڑھ لیتے تھے۔ اور پھر کچھ دنوں بعد مسلمانوں کی التماس سے دھوپ سے بچنے کے لئے ستونوں کی جگہ کھجور کی لکڑیاں گاڑ کر اُسی کے پتوں اور گھاس پھوس سے ایک چھپر سا بنا لیا تھا۔ جس سے دھوپ کا تو آرام تھا۔ مگر بارش کا چنداں بچاؤ نہ تھا۔ اور اُس کا ایک حصہ اُن نادار اور مفلس مسلمانوں (اصحاب صفہ) کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ جو مکان بنا لینے کا مقدور نہ رکھتے تھے۔ اور آنحضرت م کے جنت کو تشریف لے جانے کے وقت تک ایسی ہی تھی۔ اور اُس میں بغیر فرش زمین پر کبھی اسی طرح اور کبھی ستون کے سہارے سے کھڑے ہو کر آپ طالبان حق کو پند و نصیحت اور دین خدا کی تعلیم فرمایا کرتے تھے۔ اور فی الحقیقت اُس سادہ اور بے ریا عبادت کے لئے جس کی آپ نے اپنی اُمّت کو تلقین فرمائی۔ ایسی ہی بے تصنع عبادت گاہ موزون اور مناسب تھی۔ اسی پر بیت الشرف کے حجروں کو قیاس کر لینا چاہئے۔ کہ وہ کیسے عالی شان اور زخارف دنیاوی سے آراستہ و پیراستہ ہوں گے۔ پس اُس بادشاہ دین و دنیا کا جس کے اپنے اور جلوس فرمانے کے یہہ مکانات تھے۔ یہہ فرمانا کہ الفقر فخری (فقر میرا فخر ہے) بالکل سچ اور واقعہ کے مطابق تہا۔ اور بے شبہ وہی فقر قابل فخر سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ باوجود استطاعت اور مقدور کے انسان کی تمام طرز معیشت اور زندگی کے ہر ایک طریقہ سے ظاہر ہو۔ اور وہ اپنے بنی نوع کے درماندہ اور مسکین لوگوں کی حاجات کو اپنی اور اپنے اہل و عیال

کی حاجات پر مقدم جانے - اور جو کچھ مال وزر جائز طور سے اُس کو حاصل ہو۔ نہایت کھلے دل اپنے خالق و مالک کی راہ میں دے ڈالے - چنانچہ جناب مقدس نبوی کا عملدرآمد بالکلیہ اُسی کے مطابق تھا ٭

اذان کا تقرر

مسجد نبوی کے تعمیر ہونے تک اذان و اقامت فرض نہ ہوئی تھی - اور نہ نماز کے لئے کوئی معین جگہ تھی - مگر اب مسجد ہی میں نماز ہونے لگی اور چونکہ اوقات معینہ پر بغیر کسی خاص اشارہ کے لوگوں کا جمع ہو جانا متعذر ہوتا ہے - اس لئے نماز کے وقت یہودی تُرئی اور عیسائی ناقوس اور گھنٹہ بجایا کرتے تھے - مگر آنحضرت صلعم نے اس بیہودہ شور و غل کو نماز جیسے مقدس کام کے لئے مناسب خیال نہ فرمایا - اور کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا مدنظر ہوا جو اطلاع کی اطلاع اور عبادت کی عبادت ہو - پس آپ کے نفس قدسی پر خدا کی طرف سے اذان کے الفاظ کا القا ہوا - اور بلال بن رباح کو حکم ہوا کہ پانچوں وقت کھڑا ہو کر وہ کلمات طیبات بہ آواز بلند کہہ دیا کرے - نماز کی اطلاع کا یہ ایسا طریقہ مناسب و معقول ہے کہ جیمس جو ایک نامور عیسائی فاضل ہے اپنی انسائیکلو پیڈیا کی جلد ششم میں جہاں مذہب اسلام کا ذکر کیا ہے - لکھتا ہے - کہ مؤذن کی آواز جو سادہ مگر نہایت متین و دلکش ہوتی ہے - اگرچہ شہروں کی ڈنڈ پکار میں بھی مسجد کی بلندی سے دلچسپ اور خوش آیند معلوم ہوتی ہے - لیکن رات کے سناٹے میں اسکا اثر اور بھی عجیب طور سے شاعرانہ معلوم ہوتا ہے - یہاں تک کہ بہت سے اہل یوروپ بھی پیغمبر صلعم کو اس امر پر مبارکباد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے - کہ اُس نے

انسان کی آواز کو موسائیوں کی تُرہی اور عیسائیوں کے گرجا کے گھنٹہ پر ترجیح
دی +

فی الواقع جب کہ ہوا میں اُڑنے والے پرندے تمام روز کی محنت و
مشقت سے تھک کر اپنے اپنے گھونسلوں میں بسیرا لے رہے ہوں اور
زمین پر چلنے والے چوپائے دن بھر کی دوڑ دھوپ سے عاجز آکر اپنی اپنی جگہ
آرام کر رہے ہوں اور دنیا پر ایک سکوت وسکون کا عالم طاری ہو۔ انسان
کا آرام و راحت سے دست بردار ہو کر اپنے خالق و پروردگار کے ادائے شکر
و عبادت کے لئے آمادہ ہونا اور اپنے بنی نوع کو خواب غفلت سے یہ آواز
بلند یہ کہکر بیدار کرنا۔ کہ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ الخ خدا تعالے کی عبادت
وپرستش کا ایک ایسا موثر و دلکش طریقہ ہے۔ کہ بجز اس قدسی شخص کے کہ جس
کی ذات والا صفات پر خدا کی عبادت کو نہایت اکمل و احسن طریقہ پر قایم
کرنے کا خاتمہ ہوگیا۔ کوئی انسان قایم نہیں کرسکتا تھا +

ہر قوم نے پراگندہ افراد کو جمع کرنے یا منشاء عبادت کو حرکت دلانے کے لئے
کوئی نہ کوئی آلہ بنا رکھا ہے۔ کسی نے ناقوس۔ کسی نے نرسنگا۔ کسی نے
گھنٹے گھنٹیاں۔ مگر انصاف شرط ہے۔ ان میں سے کوئی وضع بھی اذان سے
مقابلہ کرسکتی ہے؟ سب کے سب واہیات اور ظاہر پرستی کے طریقے ہیں۔
مگر قربان جایئے اُس رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے جس کی صفت میں
قرآن شریف میں یہ واقع ہے ویضع عنہم اصرہم والاغلال
التی کانت علیہم وہ اُن سے اُن کے بوجھ اور پھانسیاں جو اُنپر تھیں اُتارتا
ہے۔ آپ نے ان تمام رسمی بندشوں۔ سیپوں اور سنگیوں کی تلاش سے
اُمت کو سبکدوش کردیا۔ ذرا انصاف سے اُن کلمات کو سوچو۔ اس اِعلان

ے بتر پہ نگاہ کرو۔ کہ کوئی قوم بھی دنیا میں ہے۔ جو اس شدومد سے پہاڑوں
ر مناروں پر چڑھ کر اپنے سچے اصولوں کی ندا کرتی ہے۔ عبادت کی عبادت
۔ بلاہٹ کی بلاہٹ۔ دنیا میں ہزاروں حکما اور ریفارمر گذرے ہیں اور
ی گڈریئے پیدا ہوئے ہیں۔ مگر تتر بتر ہوئی بھیڑوں کے اکٹھا کرنے اور
ے جہت میں لانے کا کس نے ایسا طریق نکالا۔ کسی نے کبھی ایسی تربی
ونجی جس کی دلکش آواز معًا روحانی جوش اور ولولہ تمام ظاہر و باطن
ں پیدا کردے۔ اللہ اکبر! کیسی صداقت ہے کہ ایک قوم علی الاعلان
ح وشام پانچ دفعہ اپنے بے عیب عقیدے کا اشتہار دیتی ہے

سب سے پہلا خطبہ (یا سپیچ)

ب سے پہلا خطبہ جو آنحضرت م نے مدینہ میں زبان فصاحت ترجمان
ے ارشاد فرمایا ہے۔ اور جس کے لفظ لفظ سے رشد وھدایت ٹپک
ی ہے اور جس میں بنی نوع کے ساتھ کمال درجہ کی نیکی اور احسان
نے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اس قابل ہے کہ بلفظہ یہاں درج کیا جائے +

وہو ہذا

ا الناس! فقدموا لانفسکم۔ تعلمنّ۔ واللہ لیصعقنّ احدکم
۔ لیدعنّ غنمہ لیس لہ راعٍ۔ ثم لیقولنّ لہ ربہ لیس لہ ترجمان
لاحاجب یحجبہ دونہ۔ الم یاتک رسولی۔ فبلغک واتیتک
لًا وافضلت علیک فما قدمت لنفسک۔ فلینظرنّ یمینا
شمالاً فلا یرے شیئًا ثم لینظرنّ قدامہ فلا یرے غیر جہنم
ن استطاع ان یقی وجہہ من النار۔ ولو بشقۃ من تمرٍ فلیفعل

ومن لم یجد فبکلمۃ طیبۃ فان بہا تجزی الحسنۃ عشرۃ امثالہا الی سبع مائۃ ضعف والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔

یعنی اے لوگو! قبل اس کے کہ تم اس جہان کو چھوڑو۔ اپنے لئے اعمال نیک کا ذخیرہ آگے بھیجو۔ یقیناً جان لو۔ قسم ہے خدا کی۔ کہ بالضرور تم میں سے ہر ایک شخص ہولناک بلا میں پڑنے والا اور بے شک دنیا کو اس طرح پر چھوڑنے والا ہے۔ جیسے کوئی اپنی بکریوں کو محافظ کے بغیر چھوڑ دے اور بے شک خدا ہر ایک سے ایسے طور پر کہ نہ تو اُس کے لئے کوئی ترجمان ہوگا۔ اور نہ روک ٹوک کرنے والا (دربان)۔ یعنی مُنہ درمُنہ پوچھے گا کہ کیا ہمارا کوئی پیغمبر تیرے پاس نہیں آیا تھا؟ اور اُس نے ہمارے احکام تجھکو نہیں پہونچائے تھے؟ اور کیا ہم نے تجھکو بہت سا مال نہیں بخشا تھا (تاکہ ہماری راہ میں دے) اور اپنا فضل و احسان تجھ پہ نہیں کیا تھا (تاکہ اپنے بنی نوع کے ساتھ مہربانی اور نکوئی سے پیش آئے) پس بتا کہ تو نے کیا چیز اپنے لئے آگے بھیجی تھی۔ پس یقیناً اُس وقت انسان دائیں بائیں دیکھے گا اور کوئی چیز دکھائی نہ دے گی۔ جس کو بتا سکے پھر سامنے کی طرف نظر کرے گا۔ اور اُدھر بھی جہنم کے سوائے کچھ نظر نہ آئے گا۔ پس جس سے ہوسکے اپنے تئیں اُس آگ سے بچالے۔ خواہ کھجور کے دانہ کا ایک ٹکڑا ہی خدا کی راہ میں دے کر کیوں نہ بچالے اور جس کو اتنا بھی مقدور نہ ہو۔ تو کسی کے حق میں کوئی کلمۂ خیر ہی کہے کیونکہ بے شک آخرت میں ایک نیکی کا بدلا دس گنا۔ بلکہ سات سو گنے تک دیا جائے گا۔ خدا کی سلامتی اور رحمت اور برکت تم پر ہو ✣

سبحان اللہ کیسے موثر و عبرت خیز اور خیرات و برکات سے بھرے ہوئے

کلمات ہیں۔ انسان کے انجام کار اور بخل کے نتایج قبیحہ اور ایثار و احسان کے فضائل اور خوبیوں کو بیان فرمایا ہے۔ کہ خود بخود یقین ہوتا ہے۔ کہ بغیر وحی والہام کی مدد کے کوئی شخص ایسا کلام نہیں کرسکتا۔ غور کرو۔ کہ کہاں جہنم کی وہ جہاں سوز آگ اور کہاں خدا کی راہ میں کھجور کے دانہ کے ایک ٹکڑے کا دینا۔ یا کسی کے حق میں ایک کلمہ خیر کہنا۔ اور اُس کے سبب سے انسان کا اُس ہولناک بلا سے بچ جانا اور نہ صرف بچ جانا۔ بلکہ دس گنا۔ اور سات سو گنا نیک اجر پانا۔ پس اس سے زیادہ خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے اور اپنے بنی نوع کے ساتھ نکوئی اور خیر و احسان سے پیش آنے کی نسبت کون سی نصیحت ہو گی۔ جو کسی نصیحت کرنے والے نے اپنے ابنائے جنس کو فرمائی ہو؟

جہاد کی تمہید

مسلمانوں نے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے ۱۳ برس تک سخت سے سخت مصیبتیں اُٹھائیں۔ آخرکار وطن چھوڑا۔ مال اسباب چھوڑا۔ خویش و اقارب چھوڑے اور بیگانے ملک میں آباد ہوئے۔ چاہئے تھا۔ کہ کفار مکہ اب ہی ان کا پیچھا چھوڑتے۔ مگر نہیں۔ اب پہلے سے زیادہ اُن کے درپے ہو گئے وہ غریب مسلمان جو پیچھے مکہ میں رہ گئے تھے۔ اور اُن میں اتنے دور دراز سفر کرنے کی سکت نہیں تھی۔ اُن کو اسلام کے چھوڑنے پر مجبور کرتے اور نہایت سخت ظلم و ستم کرتے جس کے تصور سے انسان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

تیرہ برس تک جو ایذائیں کفار مکہ مسلمانوں کو دیتے رہے ہیں۔ اُنکی نسبت بھی اُن کو ضرور خیال تہا۔ کہ اگر مسلمان مدینہ میں اسی طرح ترقی پاتے

گئے۔ تو عجیب نہیں۔ کسی روز اُن ایذاؤں اور تکالیف کا جو ہم سے اُٹھا
رہے ہیں۔ انتقام لیں۔ غرضکہ مسلمانوں کا مکہ میں امن و امان سے زندگی
بسر کرنا۔ اور اسلام کا روز بروز ترقی پانا۔ کفار مکہ کو سخت ناگوار اور اُنکی حسد
انتقام کی آگ کو مشتعل کر رہا تھا اسی لئے وہ چپکے چپکے جنگی تیاریوں میں مصروف ہوگئے۔ تاکہ
دفعتہً چپ چاپ مدینہ پر چڑھائی کرکے مسلمانوں کو یک لخت نیست و نابود کردیں
یہہ ایک فطری بات ہے کہ انسان دوسرے انسان کی جبر و تعدی کو ایک حد
تک سہار سکتا ہے۔ جب حد سے بڑھ جائے تو کسی تکلیف کی برداشت نہیں
کرسکتا۔ بلکہ ایسے ناجایز اور انصاف کے خلاف سختیوں کے برداشت کرنے
کی بجائے لڑائی میں مار یا مر کر جان چھڑانے کو سہل سمجھتا ہے۔ اسی واسطے
جب مسلمانان مدینہ نے سنا۔ کہ غریب مسلمانوں پر مکہ میں اسقدر ظلم کئے جاتے
ہیں۔ اور مکہ والے اُن پر بھی حملہ کرکے اُن کا قلع و قمع کیا چاہتے ہیں اور لڑائی
کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ تو اُن کو بھی اس عقل حیوانی نے جو ہر ایک جاندار کو دشمن سے
بچاؤ کے لئے آمادہ کرتی ہے۔ مدافعت پر آمادہ کیا۔ اور ارشاد خداوندی ہوا
اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر الذین
اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ
الناس بعضہم ببعض لفسدت الارض۔ جن لوگوں سے کفار خواہ مخواہ
لڑتے ہیں۔ اُن کو اجازت دی جاتی ہے کہ وہ بھی مدافعت کریں۔ اس لئے کہ
انپر بے وجہ ظلم ہوا۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کی مدد پر قادر ہے۔ اُن کو ضرور
کامیاب کرے گا۔ وہ لوگ جو اپنے وطن سے بے قصور بے وجہ نکالے گئے
اُن کا جُرم یہی تھا۔ کہ وہ اس بات کے قایل تھے۔ کہ ہمارا رب صرف اللہ ہی
ہے۔ بُت وغیرہ قابل عبادت نہیں۔ اور اگر اللہ تعالے بعض لوگوں کو بعض سے

لہ یہہ انکا صرف خیال تھا۔ ورنہ اگر مسلمانوں سے متعرض نہ ہوتے۔ تو ہرگز جنگ و جدال کی نوبت نہ پہونچتی اور مسلمان کبھی انکے ساتھ
عداوت کا خیال بھی نہ کرتے ؎

دفع نہ کراویا کرتا تو دنیا ۔ بس تباہی مچ جاتی۔ پھر جہاد کی ترغیب دیتے
ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ مالکم لا تقاتلون فی سبیل اللّٰہ والمستضعفین
من الرجال ۔ والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من
ھذہ القریۃ الظالم اھلھا۔ واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا
من لدنک نصیرا۔ تم کیوں نہیں لڑتے خدا کی راہ میں۔ حالانکہ کمزور اور
ناتوان مرد۔ عورتیں اور بچے ۔ کہ ہیں یہہ دوہائی دے رہے ہیں۔ کہ پروردگارا
ہمکو اس بستی سے نکال جہاں کے لوگ ہم پر سخت ظلم کر رہے ہیں۔ اور اے
خدا اپنے ہاں سے ہمارے لئے کوئی حامی اور مددگار کھڑا کر دے ٭

لڑائی کی تمہید یوں ہوئی کہ انہی ایام میں قریش کا ایک قافلہ شام کو تجارت کے لئے گیا ہوا تھا۔ کفار مکہ
کا ارادہ تھا۔ کہ جب وہ لوگ سفر سے واپس آئیں۔ تو مکہ سے ایک فوج جرّار
اُن کی کمک کے لئے روانہ کی جائے ۔ اور یہہ لوگ سب کے سب اکٹھے
ہوکر ایک دفعہ مدینہ پر حملہ کر دیں۔ اور ہمیشہ کے لئے اس نئے مذہب کا
خاتمہ کر دیں۔ یہہ خبر سنکر مسلمان سخت گھبرائے۔ اسی واسطے آنحضرت صلعم نے
قریبًا ۱۰۰ آدمی حضرت امیر حمزہ و عبیدہ بن حارث کے ساتھ حال دریافت
کرنے کے لئے روانہ کئے ......چنانچہ فی الواقعہ جیسا کہ سُن چکے تھے۔ حضرت
امیر حمزہ نے ابوجہل کو ۳۰۰ سواروں سمیت مقام سیف البحر میں لڑنے مرنے
کے لئے مستعد پایا۔ اور عبیدہ بن حارث نے ابوجہل کے بیٹے عکرمہ کو میدان
رابغ میں دو سو سواروں سمیت موجود پایا۔ اور دونو مقامات پر ابوجہل اور اُسکا
بیٹا ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کو تیار ہو گئے۔ مگر بسبب بعض اتفاقی وجوہات کے
لڑائی تک نوبت نہ پہونچی۔

ان دونو واقعات سے ظاہر ہے۔ کہ مکہ والوں کا ارادہ مدینہ پر حملہ کرنیکا

ضرور تھا۔ اور وہ حالات دریافت کرنے کے لئے تاک جھانک کر رہے تھے۔ اور موقع تاک رہے تھے۔ اور اگر مسلمانوں کی طرف سے اُن کے حالات دریافت کرنے میں ذرا بھی سستی ہوتی۔ تو دونوں لشکروں کے مل جانے اور ۵۰۰ خونخوار سواروں کے اکٹھا ہو جانے سے جو مصیبت بے خبر مسلمانان مدینہ پہ آتی وہ اظہر من الشمس ہے +

ان واقعات سے یہہ بھی ظاہر ہے۔ کہ مسلمانوں کا ارادہ لڑائی کرنے کا ہرگز نہیں تھا۔ صرف اپنی حفاظت کا خیال تھا۔ ورنہ ایسے دو جرّی لشکروں کے مقابلہ میں چھوٹی چھوٹی جماعتیں نہ بھیجی جاتیں

جہادات

بدر[1] کی پہلی لڑائی ربیع الاوّل ۲ھ

دارالندوہ میں جو کمیٹی آنحضرت صلعم کے برخلاف ہوئی تھی۔ اُس میں کسی شخص نے آنحضرت صلعم کو قید کرنے۔ کسی نے جلا وطن کرنے اور کسی نے قتل کرنے کی رائے دی تھی۔ اُن میں سے آنحضرت صلعم کو جلا وطن کرنے کی رائے اسی وجہ سے پذیرا نہیں کی گئی تھی۔ کہ آنحضرت صلعم جہاں جائیں گے خلق کو اپنی جادو بیانی سے مسخر کریں گے۔ اُن کے تابعین اُن کے پیچھے جائیں گے اور سب ملکر پھر ہم پر یورش کریں گے۔ اور جو بے انتہا تکالیف ہم اُن کو پہونچا چکے ہیں۔ ضرور اُن کا انتقام لیں گے۔ قوم کے فرعون یعنی ابوجہل نے بھی یہی رائے دی تھی۔ کہ جب تک محمد صلعم کا وجود باقی ہے اُس سے امن میں

[1] بدر، مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک کنواں اور ایک گاؤں ہے ۱۲

نہیں رہ سکتے۔ اب کہ آنحضرت صلعم صحیح سلامت مدینہ منورہ کی طرف
ہجرت کر گئے۔ آپ کے اصحاب بھی آپ کے ساتھ جا رہے۔ اسلام دن
بدن مدینہ میں پھیلنے لگا۔ کیسے ممکن تھا۔ کہ کفار مکہ یہہ باتیں آنکھوں
دیکھکر چپکے بیٹھے رہتے۔ وہ چپکے چپکے آنحضرت صلعم کے برخلاف تیاریاں کرنے
لگے۔ اور جیسا کہ بیان ہوچکا ہے۔ اس بات کے لئے قطعی مستعد ہوئے۔ کہ
ایک عظیم الشان لشکر بہم پہونچا کر دفعتہ اس نئے مذھب اور اُس کے
بانی کو جڑ بنیاد سے اُکھاڑ دیں۔ اور ہمیشہ کے لئے اس خرخشہ سے نجات پائیں۔
مقام سیف البحر اور میدان رابغ میں جو ۵۰۰ آدمی کفار کے موجود تھے
اور مسلمانوں کے ساتھ ایک عظیم الشان معرکہ کے وقوع کا پیش خیمہ تھے۔
وہ مسلمانوں پر بڑی سخت تباہی آنے بلکہ اُن کے قطعی استیصال کا
یقین دلا رہے تھے۔ کفار نے قطعی ارادہ کر لیا تھا۔ کہ ہم نہیں ٹلیں گے جب تک
کہ اسلام کا وجود دنیا سے بالکل نہ اُڑا دیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے بھی
قرآن شریف میں فرمایا ہے ولا یزالون یقاتلونکم حتیٰ یردوکم عن
دینکم ان استطاعوا اہل مکہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ
وہ تمکو تمہارے دین سے پھیر دیں۔ اگر اُن سے ممکن ہو۔

اس موقع پر ضرور تھا۔ کہ آنحضرت صلعم بھی اپنی حفاظت کی تجاویز سوچتے
اور کفار کے حالات تحقیق کرنے کے لئے سعی فرماتے۔ چنانچہ آپ نے بھی
اُن کے حالات اور خیالات دریافت کرنے کے لئے اپنے آدمی روانہ کئے
میدان رابغ اور میدان سیف البحر پر کفار کے سوار نظر آئے اس لئے
آپ کو یقین ہوگیا۔ کہ مکہ کے کافر ہم کو چین سے بیٹھنے نہیں دینگے اور وہ
کسی وقت پر پھر موقعہ پاکر ضرور دل کا بخار نکالیں گے چنانچہ جیسا کہ آنحضرت کو خیال تھا

تھوڑے ہی دنوں بعد کرز بن جابر فہری مکہ کا ایک کافر موقع پا کر مدینہ کی چراگاہ سے اہل مدینہ کے اونٹ چھین لے گیا۔ جب آنحضرت صلعم کو خبر پہونچی۔ آپ کو سخت افسوس ہوا اور آپ نے چاہ بدر تک اُس کا تعاقب کیا۔ مگر مخالف دور نکل گیا۔ اس لئے آپ واپس تشریف لائے +

جنگ نخلہ (رجب ۲ھ)

مکہ والوں کا جو قافلہ شام کو گیا تھا۔ وہ عنقریب آیا چاہتا تھا۔ اور اس لئے آنحضرت صلعم کو بڑی فکر تھی کہ کفار مکہ پھر اُس قافلہ کی مدد کا بہانہ کر کے مدینہ پر طوفان نہ لائیں۔ اس لئے آپ نے پہلے تو سعد بن ابی وقاص کو دشمنوں کے حالات دریافت کرنے کے لئے بھیجا۔ اور جب اُن کو دشمنوں کا کوئی پتہ نہ ملا۔ تو عبد اللہ بن جحش کو دس بارہ آدمیوں سمیت دشمنوں کا پتہ لینے کے لئے روانہ کیا۔ عبد اللہ بن جحش جب مقام نخلہ تک پہونچے۔ تو وانفی مکہ والوں کا قافلہ آرہا تھا۔ کرز بن جابر فہری اس سے پیشتر اہل مدینہ کے اونٹ لوٹ لے گیا تھا۔ اور اس قافلہ کا صحیح سلامت مکہ میں پہونچ جانا مسلمانوں کی دشمنوں کی مزید قوت اور فوری انتقام لینے کا موجب تھا۔ اس لئے حضرت عبد اللہ نے بھی اس قافلہ میں سے ایک آدمی کو مار ڈالا اور اُن کا سب مال و اسباب لوٹ لیا۔ باقی جماعت کو گرفتار کر لیا۔ اور مال و اسباب سمیت مدینہ کا رخ کیا +

مکہ والوں کی بد سلوکیوں اور دھاڑ مار کے مقابل یہ جنگ نخلہ کا معاملہ کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ مگر آنحضرت صلعم نے عبد اللہ بن جحش کی اس کارروائی کو بھی ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ اور سخت ناراض ہوئے۔ اور قیدیوں کو مال و اسباب سمیت واپس کر دیا۔ اور جو آدمی مارا گیا تھا اسکا خون بہا دیدیا +

بدر کی دوسری لڑائی

عظیم الشان معرکہ۔ حق اور باطل کا فیصلہ

رمضان سنہ ۲ھ

حضرت عبد اللہ بن جحش کی کارروائی پر جو رحیمانہ اور منصفانہ فیصلہ آنحضرت صؐ نے کیا۔ وہ واقعی اس قابل تھا۔ کہ قریش مکہ پر اسکا بڑا اثر ہوتا۔ اور وہ اس فیصلہ کی قدر کرتے اور سمجھ لیتے۔ کہ جب آپ سے آپ آنحضرتؐ نے ہمارے مقتول کا خون بہا بھیجدیا۔ اسیروں اور مال و اسباب کو واپس کر دیا۔ تو آگے کو وہ اپنی طرف سے کب اقدام جنگ کرنے لگے ہیں مگر نہیں وہ تو جوش میں بھرے ہوئے تھے۔ اُن کے کینہ و اشتعال کی آگ آگے سے بڑھ کر بھڑک اُٹھی۔ اور وہ آنحضرت صؐ کی مخالفت و مقابلہ کے لئے بڑی خطرناک تیاریاں کرنے لگے ۔

انہی دنوں میں کفار مکہ کا ایک اور قافلہ جس میں ۴۰ آدمی تھے مال تجارت بیچ کر شام سے واپس آنے والا تھا۔ اس قافلہ کا سردار ابو سفیان بن حرب تھا۔ اور اُس کے ساتھ بہت سا مال و اسباب تھا۔ کفار مکہ نے اُس وقت عام لوگوں کو خوب بھڑکایا۔ اور بڑا جوش اور اشتعال دلایا۔ کہ اگر جلد مدد کو نہ پہونچوگے۔ تو ضرور مسلمان اس قافلہ کو بھی لوٹ لیں گے۔ اگرچہ یہہ بات فی الواقع صحیح نہ تھی۔ مگر اُس نے آگ پر تیل کا کام دیا۔ اور قریش نے فوراً قافلہ

کے بچانے کے بہانہ سے ایک زبردست لشکر اکٹھا کر لیا جس میں ایک ہزار خونخوار جنگی سوار تھے
جن میں سے سو کے پاس گھوڑے اور باقی کے پاس سواری اور باربرداری کیلئے سات سو اونٹ تھے
یہ سارا لشکر جرار مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے چل کھڑا ہوا +

ادھر مدینہ میں بھی یہ خبر پہونچ چکی تھی کہ قریش مکہ بڑے کروفر کے ساتھ قافلہ کے بچانیکے بہانہ سے مدینہ
پر یورش کرنیکا ارادہ کر رہے ہیں اور یہ بھی کہ انکا ایک قافلہ بہت سا مال و اسباب تجارت لئے ہوئے
شام سے مکہ کو جا رہا ہے یہ بڑا ہی خطرناک اور نازک وقت تھا۔ چالیس آدمی قافلہ کفار کے مال و اسباب
سمیت اور ایکہزار خونخوار جنگی سوار۔ اگر مدینہ کی دیواروں تک پہونچ جاتے تو انکا روکنا اور دفع کرنا ممکن تھا
یہ لشکر جرار غریب مسلمانوں کو پیس دینے کیلئے کافی تھا مسلمان غریب الوطن تھے مہاجرین کو مکہ سے نکلے ہوئے ابھی
تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا مدینہ کے جن لوگوں نے انکو پناہ دی تھی اور جو انصار کہلاتے تھے۔ انکی تعداد بھی
بمقابلہ مدینہ اور اسکے گرد و نواح کے بہت ہی کم تھی۔ منافقین کا الگ کھٹکا تھا۔ یہود معاہدین کا
بھی کچھ اعتبار نہیں تھا۔ پس جبکہ اہل مدینہ یہ حالت دیکھتے کہ ان لوگوں کی وجہ سے مدینہ پر کیا
آفت آتی ہے اور غنیم نے انکو گھیر لیا ہے تو ان سب کی حالت بالکل بدل جاتی۔ اور قریش حملہ آور کو دفع
کرنا غیر ممکن ہو جاتا۔ اسی لئے آنحضرت صلعم نے دوراندیشی اور عاقبت بینی کی راہ سے ایسے موقعہ پر مدینہ میں
بیٹھا رہنا پسند نہ کیا اور آپکی یہی رائے ہوئی کہ مدینہ سے آگے بڑھکر قریش مکہ کا مقابلہ کیا جائے۔ تاکہ
جو کچھ خدا کو کرنا منظور ہو وہ مدینہ سے باہر ہی ہو جاوے۔ اور اپنے تحفظ اور غنیم کے حملہ روکنے کے
لئے مدینہ سے باہر روانہ ہوئے۔ مسلمانوں کی حالت اس وقت نہایت ذلیل اور مبتذل تھی
کوئی سامان جنگ ان کے پاس نہیں تھا۔ صرف ۳۱۳ آدمی جن کے پاس
صرف دو گھوڑے اور ۷۰ اونٹ تھے۔ متوکلاً علی اللہ اتنے بڑے عظیم الشان جمعیت کے
مقابل حملہ روکنے کے لئے چل کھڑے ہوئے۔ آنحضرت صلعم کے پاس جو اونٹ تھا۔
اسپر حضرت علی و زید بن حارث آپکا غلام باری باری سے سوار ہوتے تھے +

اللہ تعالیٰ کا آنحضرت صلعم سے وعدہ نصرت تھا۔ قبل اس کے کہ آپ مدینہ سے

روانہ ہوں۔ ایک ربانی الہام کے موافق آپ نے اپنے جان نثار صحابہ رضہ کو اطلاع دی۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مجھپر منکشف کردیا ہے کہ دونو گروہوں میں سے ایک نہ ایک پر تم ضرور فتح و نصرت حاصل کروگے۔ اکثر مسلمانوں کی یہہ مرضی ہوئی۔ کہ اُس قافلہ کے مقابل جس میں صرف ۴۰ آدمی ہیں۔ روانہ ہوں۔ تاکہ جلد اور بلا دقت فتح حاصل کرلیں۔ مگر ارادہ الہٰی یہہ تھا۔ کہ کفار کی سرے سے بیخکنی ہوجائے اور ہمیشہ کے لئے اُن کی جڑ بنیاد اکھڑ جائے۔ اللہ تعالےٰ کا وعدہ نصرت پورا ہو۔ اس لئے آنحضرت صہ نے اس رائے کو پسند نہیں فرمایا۔ بلکہ آپ کی یہی رائے ہوئی۔ کہ اُس عظیم الشان گروہ کے مقابل جو قافلہ کو بچانے کے بہانہ سے مدینہ پر حملہ کیا چاہتا ہے۔ روانہ ہوں۔ کئی مسلمان اس حکم کو سنکر بڑے گھبرائے کانما یساقونؐ الی الموت وھم ینظرون) اور آنحضرت سے اشارہ میں بحث کرنے لگے کہ کیوں نہ تھوڑے سے آدمیوں کے مقابل کوچ کرکے قافلہ کے مال و اسباب پر قبضہ کیا جائے۔ کفار کے لشکر جرار کے مقابل کوچ کرکے خواہ مخواہ موت کے مُنہ میں پڑنا کیا ضرور ہے؟ مگر آنحضرت صہ نے اس رائے کو ہرگز نہیں مانا۔ اور کفار کے عظیم الشان لشکر کے مقابل ہیں مدینہ سے روانہ ہوئے ٭

ایک تھوڑی سی جماعت کے ساتھ جو دشمنوں کی فوج سے تہائی سے بھی کم تھی۔ آپ نے مدینہ سے مکہ کی طرف کوچ کیا۔ جب وادی ذفران میں پہونچے تو وہاں قریش کی آمد کی خبر ملی۔ وہاں سے منزل بہ منزل چلکر آپنے قریب بدر کے مقام کیا۔ یہاں سے آپ کو پتہ ملا۔ کہ قریش مکہ کا لشکر یہاں سے بہت قریب پڑا ہے اور لڑنے مرنے کے لئے بالکل مستعد ہے ٭

کفار کا وہ قافلہ جس کے بچاؤ کا بہانہ کرکے کفار قریش مکہ سے باہر نکلے تھے۔ وہ تو پہلے ہی سے سمندر کے کنارے کنارے صحیح سلامت نکل گیا۔ مگر ابو جہل

لہ گویا موت کی طرف کھنچے جا رہے ہیں اور موت کو سامنے دیکھ رہے ہیں

یہاں سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صہ قافلہ کے مقابل ہرگز نہ نکلے تھے بلکہ اُن ہزار آدمیوں کے مقابل نکلے تھے ورنہ ۴۰ آدمیوں کے مقابلہ پہلا [illegible]

ہزار آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ بڑے جوش میں بھرا ہوا تھا اُسے معلوم ہو چکا تھا۔ کہ مسلمانوں کے پاس فوج اور سامان کچھ بھی نہیں ہے۔ تین سو تیرہ آدمی بھوکے اور ننگے غریب الوطن یہاں آ پہنچے ہیں۔ اُس نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا۔ اور بڑے غرور بھرے الفاظ میں کہنے لگا۔ کہ جب تک ہم اپنی شان و شوکت ظاہر نہ کرلیں۔ یہاں سے کبھی واپس نہیں جائیں گے۔ بدر کو بڑھے چلو اور چاہ بدر کے قریب قیام کرو۔ اور خوب چین اُڑاؤ۔ تاکہ تمام عرب کو یہہ معرکہ معلوم ہو جائے۔ اور سب ہم سے ہمیشہ خائف اور ترساں رہیں۔ اس طرح سے وہ اپنی فتح کا یقین کرکے مقام بدر پر پہونچا ❊

اُدھر مسلمان بیچارے غریب۔ بالکل بے ساز و سامان اُن کا تو خدا ہی حافظ تھا۔ آنحضرت صلعم نے اصحاب سے مشورہ کیا کہ ایسی حالت میں لڑنا مناسب ہے یا نہیں۔ اصحاب نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ صلعم ہم آپ کے حکم کے نیچے ہیں۔ ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں۔ جنہوں نے اپنے پیغمبر موسیٰ ع سے کہا تھا۔ فاذھب انت وربك فقاتلا انا ھا ھنا قاعدون (جا تو اور تیرا رب جاکر لڑو۔ ہم یہیں بیٹھے ہیں) آپ ہم کو سینہ سپر۔ اور جان نثار رفیق پائیں گے ❊

غرض کہ مسلمانوں نے بھی لڑائی کے لئے عزم مصمم کیا۔ اور آج حق اور باطل کی کشتی بڑے زور و شور سے شروع ہوئی۔ خدا تعالے کے فرمان قل لکم میعاد یوم

ف۱ اکثر مورخین جنہوں نے یہہ لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم قافلہ کے لوٹنے کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے تھے اُنہوں نے سخت غلطی کی ہے۔ قطع نظر اسکے کہ یہہ امر قرآن شریف کی نص صریح کے برخلاف ہے۔ متعبر تواریخ سے بھی ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم مدینہ سے مکہ کی طرف کوچ کیا جس سے ظاہر ہے کہ کفار کے مقابل آپنے کوچ فرمایا نہ قافلہ کے لوٹنے کے لئے اگر قافلہ کے لوٹنے کے لئے جاتے تو شمال کی طرف تشریف لیجاتے کیونکہ وہ قافلہ شام سے آتا تھا۔ جو مدینے سے جانب شمال واقعہ ہے اور مکہ سے جانب جنوب۔ علاوہ اسکے قافلہ کے بکہ میں آنیکا راستہ مدینہ سے جانب غرب پڑتا ہے۔ پس اگر قافلہ پر حملہ کرنے کے لئے کوچ کیا جاتا۔ تو مدینہ سے غرب کی جانب کا راستہ اختیار کیا جاتا۔ نہ جنوب کا۔

لا تستاخرون ولا تستقدمون کے موافق کفار کی ذلت۔ فضیحت۔ رسوائی اور ہلاکت کا دن آپہونچا۔ آنحضرت صلعم نے خدا سے دعا مانگی۔ کہ خداوند اس قلیل گروہ کو قتل نہ ہونے دے۔ یا اللہ اپنے وعدۂ نصرت کو فراموش نہ کر۔ خداوندا اگر یہہ فوج ہلاک ہوجائے گی۔ تو کوئی تیری عبادت خالص کرنیوالا زمین پر باقی نہ رہے گا چنانچہ اللہ تعالے نے یہہ دعا قبول کی۔ ان ۳۱۳ بے سروسامان آدمیوں کو اپنی تائید خاص سے اُن ہزار جوشیلے اور ساز وسامان والے آدمیوں پر فتح دی۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ خدا نے تمکو بدر میں نصرت دی حالانکہ اس وقت تم بالکل ذلیل اور ناتوان تھے۔ جنگ بدر کی کامیابی واقعی آنحضرت کا ایک عظیم الشان معجزہ تہا اور کفار کی ہلاکت کا دن جیسا کہ سورہ انفال کے پڑھنے سے ظاہر ہے +

اس لڑائی میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہی اور وہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ جو یسعیاہ ۲۱ باب ۱۳ میں آنحضرت صلعم کی ہجرت اور بدر کی فتح اور قیدار کی ہزیمت کے بارہ میں ہے کہ عرب کی بات الہامی کلام عرب کے صحرا میں تم رات کو کاٹوگے۔ اے ددانیوں کے قافلو! پانی لے کے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو۔ روٹی لے کے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو۔ کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھینچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔ کیونکہ خداوند نے مجکو یوں فرمایا ہے۔ ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ٹھیک ایک برس قیدار کی ساری حشمت جاتی رہیگی اور تیراندازوں کی جو باقی رہے۔ قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا ہے +

اس لڑائی میں قیدار کے ۷۰ سوار مارے گئے اور ۷۰ اسیر ہوئے اور

وہ کامیابی جو سچائی کا معیار ہوتی ہے ظاہر ہوگئی۔ مقتولین میں قابل ذکر
اس اُمت کا فرعون ابوجہل ہے جو اسلام کا سخت مخالف تھا۔ اور
بڑے غرور سے اپنی شان و شوکت دکھانے آیا تھا +

یہہ جو یسعیاہ نبی کی پیشین گوئی میں لکھا ہے کہ ہنوز ایک برس ہاں مزدور
کے سے ٹھیک ایک برس قیدار کی حشمت جاتی رہے گی۔ قرآن شریف
میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہلاکت کفار کا وعدہ مدینہ میں تشریف آوری
سے ٹھیک ایک برس بعد فرمایا۔ بات یہہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے مکہ میں موسیٰؑ
کی مثلیت کا دعوے کیا اور اپنے مخالفین کو آنے والے عذاب سے ڈرایا۔
اس پر کفار مکہ نے ہنسی سے کہا۔ کہ اگر تو سچا ہے تو ہم کو یہہ نشان دکھا
کہ وہ عذاب ہم پر ابھی آنازل ہو۔ چنانچہ اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف
میں اس طرح منقول فرمایا ہے فقد کذبوا بالحق لما جاءھم فسوف یاتیھم
انبٰؤا ما کانوا بہ یستھزءون۔ الم یروا کم اھلکنا من قبلھم من قرن
مکنٰھم فی الارض ما لم نمکن لکم وارسلنا السماء علیھم مدرارًا وجعلنا
الانھار تجری من تحتھم فاھلکنٰھم بذنوبھم وانشانا من بعدھم قرنًا
آخرین (سورہ انعام) اس آیت میں بدون میعاد معینہ کے مطلق تکذیب پر
ہلاکت کی خبر دی۔ پھر فرمایا کہ کذب بہ قومک وھو الحق قل لست علیکم
بوکیل۔ لکل نبا مستقر وسوف تعلمون۔ واذ قالوا اللھم ان کان
ھذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب
الیم وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم اس آیت میں یہہ فرمایا کہ تیرے یہاں
ہوتے یعنی مکہ میں[۲] وہ عذاب نہیں آئے گا +

[۱] صیاکردہ انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا فعصی فرعون الرسول فاخذنٰہ اخذا وبیلا +
[۲] اس آیت سے پیشتر اس عذاب کی طرف اشارہ بھی کر دیا او یلبسکم شیعا ویذیق بعضکم باس بعض یا تمکو آپس میں بھڑا دے اور ایک کو لڑائی ایک کی +

مگر آخر کار اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ عذاب کی میعاد بھی بتادی - اور فرمایا کہ وہ نبوت کے ایک دن یعنی پورے سال بھر میں متحقق ہوگا - چنانچہ وہ الفاظ یہہ ہیں ویقولون متیٰ ھذا الوعد ان کنتم صادقین قل لکم میعاد یوم لا تستاخرون عنہ ساعۃ و لا تستقدمون اور کفار مکہ کہتے ہیں وہ عذاب الٰہی کا وعدہ کب ہوگا - اگر سچے ہو تو تاریخ معین کرو - تو کہدے کہ تمہارے لئے ٹھیک ایک دن کی میعاد ہے جس سے گھڑی نہ آگے ہوگے نہ پیچھے - چنانچہ ایسا ہی ہوا - کہ بدر کی لڑائی ہجرت کے ٹھیک ایک برس بعد وقوع میں آئی - یعنی ۱۵ جولائی ۶۲۲ء کو آنحضرت ص مکہ سے ہجرت کرکے مدینے تشریف لیگئے اور ایک سال کے بعد ۶۲۳ء میں قریش سے جنگ بدر ہوئی - اور اس بدر کی لڑائی کو اللہ تعالیٰ نے ایک آیت یعنی بڑا نشان ٹھیرایا - جو کامیابی اسلام کا گویا آغاز ہے - چنانچہ فرمایا قد کان لکم آیۃ فی فئتین التقتا فئۃ تقاتل فی سبیل اللہ واخریٰ کافرۃ یرونھم مثلیھم رای العین - واللہ یوید بنصرہ من یشاء - ان فی ذالک لعبرۃ لاولی الابصار -

جنگ بدر میں جناب سرور کائنات علیہ السلام کے داہنے ہاتھ سے ایک عجیب کرشمہ خداوندی ظاہر ہوا جو لشکر کفار کی ہزیمت کا موجب ہوا - وہ یہہ ہے کہ عین جنگ میں آپ ص نے ایک مٹھی کنکروں کی دشمنوں کی طرف پھینکی - کوئی شخص نہ ہوگا جس کی آنکھ میں اسکا اثر نہ پہونچا ہوگا - اس وقت وہ پیشین گوئی

---

[1] یہہ پیشین گوئی صرف آنحضرت ص کے حق میں ہے - آپ تمام دنیا سے بڑھکر حسین تھے - چنانچہ ایڈورڈ گبن صاحب کہتے ہیں کہ آنحضرت ص حسن میں شہرہ آفاق تھے اور ایسا ہی جان ڈیون پورٹ اور ڈاکٹر دیٹ صاحب بھی اقرار کرتے ہیں - اور حضرت مسیح ع کی بدصورت ہونے کا اقرار خود عیسائی کرتے ہیں - دیکھو اندرونہ بائبل صفحہ ۱۷۶ - آپ کی امانت کا یہہ حال کہ آپ کا نام ہی محمد امین مشہور تھا - آپ کی عدالت - صلح - اقبالمندی ساری دنیا پر ظاہر ہے - اور آپکے داہنے ہاتھ نے جو کام دکھائے - وہ مکہ

پوری ہوئی - جو ۴۵ زبور میں ہے کہ تو بنی آدم میں از حد حسین ہے - اے پہلوان تو جاہ و جلال سے اپنی تلوار حمایل کرکے اپنی ران پر لٹکا -

اور سچائی اور امانت اور صداقت کیواسطے اقبال مندی سے آگے بڑھ - اور تیرا دہنا ہاتھ تجھے ہیبت ناک کام دکھاویگا - جس وقت کفار مقتولین کی لاشیں ایک کنوئیں میں دفن کی گئیں - اسوقت آنحضرت صلعم نے اُن مقتول کفار کی حیات حال سے خطاب کرکے ہمدردی کے جوش میں جو کلمات بیان فرمائے اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلعم اپنی قوم اور اپنے اہل قرابت کی ہمدردی کا کسقدر سچا جوش تھا - آپ صلعم نے کھڑے ہوکے یہہ کلمات فرمائے بئس عشیرۃ النبی کنتم لنبیکم کذبتمونی وصدقنی الناس واخرجتمونی وآوانی الناس وقاتلتمونی ونصرنی الناس - قیدیوں کے ساتھ آنحضرت صلعم نے ایسا بایستہ سلوک کیا - جس کی نا حال کسی تاریخ میں نظیر نہیں ہے - آنحضرت صلعم نے مسلمانوں کو حکم فرمایا - کہ ان مصیبت زدوں کی عزت کرو - اور اُن کے حال پر رحم کھاؤ - اسکی تعمیل ایسی ہوئی - کہ جن مسلمانوں کے سپرد آپ نے ان قیدیوں کو کیا تھا - وہ اپنا خاص کھانا ان کو کھلاتے - اور آپ بعد واسطہ خرما پر قناعت کرتے تھے - چنانچہ اُن میں سے ایک قیدی کا قول ہے کہ خدا اہل مدینہ کو آباد رکھے اُنہوں نے ہمکو سواری پر چڑھایا - اور آپ پیدل چلے - ہمکو گیہوں کی روٹی کھلائی - اور خود خرما پر قناعت کی - یہہ سلوک دیکھکر اُن میں سے کئی شخصوں نے قسم کھائی - کہ

کے کافروں بنی نضیر اور بنی قریظہ کے یہودوں وغیرہ کی روحوں سے پوچھنے چاہئے سب کو فنا فی النار والسقر کردیا - کہ تم اپنے نبی کے بُرے رشتہ دار ثابت ہوئے - تم نے میری تکذیب کی - اور لوگوں نے تصدیق کی - حالانکہ اول تصدیق تمہارا حق تھا - تم نے مجھے وطن سے نکالا - لوگوں نے جگہ دی - تم نے مجھ سے لڑائی کی - لوگوں نے مجھے مدد دی -

اب مسلمانوں سے کبھی جنگ نہ کریں گے۔ اس لیئے وہ بھی رہا کر دیئے گئے۔ آنحضرت صلعم کے ارشاد کے موافق جو لوگ کسی قدر ذی علم تھے۔ وہ اس شرط پر رہا کر دیئے گئے۔ کہ اطفال مدینہ کو تعلیم دیں +

مال و اسباب جو کفار چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ سب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ مال غنیمت کے تقسیم[1] کے بارہ میں صحابہ کے درمیان اختلاف ہوا۔ کوئی اپنا حق زیادہ جتانے لگا۔ کوئی اپنی ملکیت ظاہر کرنے لگا۔ اس وقت تک مسلمانوں کے لئے مال غنیمت کی نسبت کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لیئے لوگوں نے آنحضرت صلعم سے رجوع کیا۔ اسپر یہہ حکم ملا۔ کہ قل الانفال للّٰہ والرسول (مال غنیمت کے مال کسی کی خاص ملکیت نہیں۔ بلکہ خدا اور رسول کی ملکیت ہیں۔ خدا و رسول کی ملکیت قرار دینے سے یہہ مراد ہے کہ کوئی خاص شخص اسپر دعوی نہیں کرسکتا۔ بلکہ جس طرح پر خدا حکم دے گا۔ اسی طرح پر کیا جائیگا۔ چنانچہ حکم پہونچا۔ کہ واعلموا انما غنمتم من شئی فللّٰہ خمسہ وللرسول مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ خدا و رسول کے لیئے ہے۔ جو قرابت مندوں۔ اور غریبوں اور یتیموں اور مسافروں کے فایدہ کے لیئے رہے گا۔ اور چار حصے ان لوگوں میں تقسیم کیا جائیگا۔ جو لڑتے تھے۔ یا لڑائی کے متعلق خدمات میں مصروف تھے +

[1] کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان کثیرا من المومنین لکارھون۔ مال غنیمت کے بارہ میں بھی ان لوگوں نے ایسا ہی اختلاف کیا جس طرح مدینہ سے آنحضرت صلعم کے نکلنے کے وقت کہ بعض کی رائے قافلہ کے مقابل کوچ کرنے کی تھی اور لشکر قریش کے مقابل نکلنے کو ناپسند کرتے تھے مگر خدا تعالی نے آنحضرت صلعم کو لشکر ہی کے مقابل نکالا۔ لیقضی اللّٰہ امرا کان مفعولا۔ تاکہ جو امر اللہ تعالی نے فیصل کر رکھا ہے وہ ظہور میں آوے اور حق کی فتح ہو لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ تاکہ جو مر رہے وہ اسلام کی صداقت کی دلیل دیکھکر مرے اور جو زندہ رہے وہ بھی اسلام کی صداقت کے معلوم ہو چکنے اور اتمام حجت کے بعد زندہ رہے۔

مسٹر جارج سیل صاحب اپنے ترجمہ قرآن میں اس موقعہ پر لکھتے ہیں کہ یہہ عجیب بات ہے کہ پیغمبر اسلام کے اصحاب میں بھی جنگ بدر کے مال غنیمت پر ویسی ہی نزاع ہوئی۔ جیسے حضرت داؤد کی فوج میں عمالقہ کے مال غنیمت پر جھگڑا ہوا تھا۔ جو لوگ لڑائی میں شریک ہوئے تھے۔ اُنہوں نے یہی اصرار کیا۔ کہ جو لوگ اپنے گھروں میں بیٹھے ہیں اُن کو مال غنیمت میں کچھ حصہ نہ ملنا چاہئے اور دونوں صورتوں میں یہی فیصلہ کیا گیا۔ کہ وہ سب برابر تقسیم کرلیں۔ اور یہہ فیصلہ آیندہ کے لئے قانون ہوگیا۔ مگر مسٹر سیل کا یہہ تعجب بیجا ہے۔ کیونکہ حضرت داؤدؑ کا فیصلہ حکم ربانی کے رو سے تھا اور ایسا ہی آنحضرت صلعم نے بھی جو فیصلہ فرمایا۔ وہ بھی خدا کی ہدایت سے تھا۔ اور اسی لئے ان واقعات میں مطابقت کوئی بھی تعجب کی بات نہیں ہے ❊

غزوہ بنی قینقاع

یہود سے آنحضرت صلعم کا یہہ معاہدہ ہوچکا تھا۔ کہ وہ نہ تو آپ مسلمانوں سے لڑیں۔ نہ مسلمانوں کے خلاف کسی کی مدد کریں۔ اور اگر مسلمانوں پر کوئی دشمن چڑھکر آئے تو انکی طرف سے اُن کے ساتھ لڑیں۔ بنی قینقاع یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا۔ معاہدہ کے موافق اُن کو مسلمانوں کی عزت اور جان و مال کی حفاظت فرض تھی۔ مگر انہی میں سے کسی آدمی نے ایک مسلمان عورت سے ہنسی کی اور اُس کا تہبند اس طرح سے اٹکا دیا۔ کہ اُسکا ستر کھل گیا اور اس نزاع میں ایک یہودی اور ایک مسلمان قتل ہوا اور یہود نے معاہدہ کو بالکل بالائے طاق رکھدیا ❊

بدر سے واپس آنے کے بعد آنحضرت صلعم نے یہہ حالات سُنے۔ تو یہود کو سمجھایا اور عہد شکنی پر شرم دلائی۔ مگر اُنہوں نے بڑی غرور سے جواب دیا۔ کہ محمدؐ اپنی قوم کو شکست دے کر مغرور ہوگیا ہے۔ کہیں ہم سے پالا پڑے۔ تو اُسے دکھا دیں۔ کہ لڑنے والے

ایسے ہوتے ہیں +

جب نرمی سے سمجھانا کارگر نہ ہوا۔ تو آخر کار جنگ کی نوبت پہونچی۔ نتیجہ یہہ ہوا۔ کہ اُنہوں نے تنگ آکر درخواست کی۔ کہ ہمارا سارا مال و اسباب لے لیں اور جان بخشی فرمائیں۔ آنحضرت م نے حفظ امن کی اُن سے ضمانت مانگی۔ جب کسی نے اُن کی ضمانت نہ دی۔ تو شام کی طرف جلا وطن کئے گئے

غزوہ بنی سلیم۔ غزوہ بنی غطفان و غزوہ انمار

سنہ ۳ھ[1]

بنی سلیم اور بنی غطفان اسلام کے سخت دشمن تھے۔ ایسا ہی قریہ بنی انمار (واقعہ نجد) کے لوگ بھی اسلام کے خطرناک دشمن تھے۔ یہہ سب لوگ مدینہ پر شبخون مارنا چاہتے تھے۔ اس لئے آنحضرت م خود حفاظتی کے لئے بنظر حفظ ماتقدم نکلے مگر وہ لوگ منتشر اور تتر بتر ہو گئے اور آپ واپس تشریف لائے +

غطفانیوں کے حملہ میں ایک عجیب قصہ یاد رکھنے کے لایق ہے۔ جس سے اللہ تعالٰی کی پیشین گوئی واللہ یعصمك من الناس (خدا تجکو قتل سے بچائے گا)۔ کی عجیب حقیقت کھلتی ہے۔ وہ یہہ ہے کہ اس غزوہ میں ایک دن مینہ برسا۔ آپ م کے کپڑے بھیگ گئے۔ آپ نے اُتار کر ایک درخت پر سکھانے کو لٹکا دیئے اور آپ اُس درخت کے سائے میں تن تنہا لیٹ گئے۔ غورث نامی ایک مشہور و معروف پہلوان نے آپ کو تنہا دیکھا۔ خوب موقع پایا۔ تاوان بہادری کے گھمنڈ میں تلوار کھینچے ہوئے سر پر آ پہونچا۔ اور پکار کر کہا۔ من یعصمك منی آج تجھے مجھ سے کون بچا سکتا ہے۔ آپ نے بڑی جلالی آواز سے فرمایا۔ کہ اللہ۔ اس جلالی آواز نے اُسپر ایسا اثر کیا ہے۔ کہ رعب زدہ ہو کر گر پڑا۔

[1] پہلے دو غزوے سنہ ۳ھ میں ہوئے +

اور تلوار اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ آنحضرتؐ نے اُسی بے دین کی تلوار ہاتھ میں لے کر للکارا۔ کہ اب تو بتا تجھے کون بچا سکتا ہے؟ اُس نے کہا۔ افسوس! کوئی نہیں۔ آپ نے اُسے چھوڑ دیا۔ اور فرمایا میں رحم کرنے کے لئے آیا ہوں۔ قتل کرنے کے لئے نہیں۔ اس فوق العادہ رحم کو دیکھکر اور اپنی عداوت کو سوچکر وہ مسلمان ہوگیا۔ اور اپنی قوم کو بھی دعوت اسلام کرکے راہ حق پر لے آیا +

جنگ اُحد

سنہ ۳ ہجری

ابوجہل کے مرنے کے بعد قریش کی سرداری ابو سفیان کے ہاتھ آئی۔ ابوسفیان مسلمانوں کا بڑا خطرناک دشمن تھا۔ چونکہ اُس کے قریبی بھی جنگ بدر میں مارے گئے تھے اس لئے اُس نے قسم کھائی تھی کہ میں مسلمانوں سے انتقام لئے بغیر خوشبو تک نہیں لگاؤں گا۔ نہ عورت کے پاس جاؤں گا چنانچہ پہلی دفعہ مدینہ سے تین میل تک لشکر لے آیا اور دوسری دفعہ بہت سی قوموں کو جوش اور اشتعال دلاکر ۳ ہزار آدمی اکٹھے کرکے مدینہ پر چڑھ آیا۔ بدر کی شکست سے دنیا کفار کی نظروں میں اندھیر ہو رہی تھی اس لڑائی میں ان کے جوش و خروش کی کوئی حد نہ تھی +

اُدھر آنحضرتؐ بھی مدافعت کے لئے نکلے۔ آپ کے ساتھ بمشکل ایک ہزار آدمی تھے اور منافقوں کے بہکانے سے ۳۰۰ اور چلے گئے۔ اور صرف ۷۰۰ رہ گئے اور اُحد پہاڑ پر لڑائی ہوئی +

اس لڑائی میں پہلے مسلمان ایسے زور اور جوش کے ساتھ لڑے کہ مخالف تتر بتر ہوگئے اور ابو سفیان خود بھاگ نکلا۔ مگر مسلمانوں نے جلدی کی اور وہ

بھاگے ہوئے دشمنوں کے اسباب سنبھالنے میں مشغول ہوگئے - ایک گھاٹی پر
جو آنحضرت صلعم نے محافظ بٹھائے ہوئے تھے - اور حکم دے رکھا تھا کہ خواہ فتح ہو
خواہ شکست تم نے اپنے مقام کو مت چھوڑنا - اُنہوں نے آنحضرت صلعم کے حکم کا خیال
نہ کرکے وہ بھی لوٹنے میں مشغول ہوگئے - کفار گھاٹی خالی پاکر اس مقام کی طرف
سے پھر مسلمانوں پر آپڑے - اور معاملہ اُلٹ ہوگیا - اور مسلمانوں نے شکست پائی
آنحضرت صلعم تن تنہا اُس لڑائی میں کفار کا مقابلہ کرتے رہے اور آپ صلعم کے
چار دانت ایک پتھر کے لگنے سے ٹوٹ گئے اور ستّر زخم لگے - پیشانی مبارک
بھی زخمی ہوئی اور ایک گڑھے میں گر گئے - ایک شیطان نے مشہور کر دیا کہ
آنحضرت صلعم شہید ہوگئے - مگر اللہ تعالیٰ آپ صلعم کا حافظ تھا - اُس نے وعدہ کیا
ہوا تھا - کہ واللہ یعصمک من الناس خدا تجھے قتل و ہلاکت سے محفوظ رکھیگا
ایسے خطرناک موقعہ پر جس میں آپ کے قتل ہو جانے میں کچھ شبہ نہیں رہا تھا
اللہ تعالےٰ نے آپ کی حفاظت کی اور اُس کے بعد عنقریب ہی نصرت الٰہی
نے آپ کو ایسی کامیابی عطا فرمائی - کہ آپ نے بہت سی لڑائیاں فتح کیں -
اور آخر کار مکہ اور سارا عرب بھی فتح کرلیا + اُس وقت وہ پیشین گوئی پوری ہوئی
جو ۳۷ زبور ۲۳ میں ہے کہ انسان کے قدم خداوند ثابت رکھتا ہے
اور اُس کی راہ کو درست رکھتا ہے - اگر وہ گر جاوے تو پڑا نہ رہیگا
کیونکہ خداوند اُس کا ہاتھ تھامتا ہے +

جنگ اُحد ختم ہوگئی - اہل مکہ واپس چلے گئے اور دوسرے سال بدر پر پھر
جنگ کرنے کا وعدہ کر گئے - کفار نے اس لڑائی میں حضور صلعم کو کس قدر اذیت
پہونچائی - کس قدر تکلیف دی - ستر زخم آپ کے بدن مبارک پر آئے - دانت ٹوٹ
گئے - پیشانی زخمی ہوگئی - مشرکین کی عورتوں نے شہیدوں کے ناک اور کان

کاٹ لئے۔ اور ہار اور پہنچیاں بنا کر پہن لیں اور ھندہ زوجہ ابی سفیان نے حضرت حمزہؓ کا جگر نکالکر دانتوں سے چبایا۔ مگر اللہ رے! آپ کی شان رحمت کہ آپ کی زبان سے کفار کے لئے کوئی کلمہ بددعا کا نہ نکلا۔ بلکہ فرمایا تو یہی فرمایا۔ کہ اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون الٰہی میری قوم کو سوجھ دے کہ وہ جانتے نہیں اور جہالت سے ایسا کر رہے ہیں

سفر حمراء الاسد

سنہ ۳ھ

جنگ اُحد سے واپس آنے کے دوسرے دن آنحضرت صؐ نے اس خیال سے کہ مبادا دشمن یہہ سمجھ کر کہ اب مسلمان بالکل پس چکے۔ پھر مدینہ کا قصد کریں اُنہیں لوگوں کے ساتھ جو جنگ احد میں شریک تھے۔ مدینہ سے نکل کر مقام حمراء الاسد میں جو مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے قیام فرمایا۔ جب اطمینان ہوگیا۔ کہ قریش واپس چلے گئے ہیں۔ تو تین دن کے بعد مدینہ میں واپس آگئے ✤

جو لوگ اس سفر میں آنحضرت صؐ کے ساتھ شریک تھے۔ وہ اگرچہ زخموں سے چور ہو رہے تھے۔ مگر اُن کی قوت ایمانی اور اطاعت حکم نبوی کی طرف خیال کرو۔ کہ بلا تامل دوسرے ہی دن آنحضرت صؐ کے ساتھ چل کھڑے ہوئے جس سے ظاہر ہے۔ کہ وہ بزرگوار آنحضرت صؐ کے احکام کی بجا آوری اور حمایت دین حق کے لئے کسقدر شیفتہ تھے اور یہہ کہ اس سے کوئی غرض دنیاوی اُن کو مدنظر نہ تھی

واقعہ رجیع

صفر ۴ھ

رجیع ایک چشمہ ہے جو حجاز کے کنارہ قوم ھذیل کے متعلق ہے۔ قوم عضل اور قوم قارہ کے چند آدمی آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور کہا۔ کہ ہم لوگوں میں اسلام پھیل گیا ہے۔ چند ایک آدمی اسلام سکھلانے کے لئے ہمارے ساتھ کر دیجئے۔ آپ نے چند آدمی ساتھ کر دیئے۔ جب چشمہ رجیع کے قریب پہنچے تو اُنہوں نے دغابازی کی۔ اور اُن کو تلواروں سے گھیر لیا۔ انجام یہہ ہوا۔ کہ یہہ چھیئوں آدمی مارے گئے اور ایک شخص کو ۴۰ دن برابر سولی پر لٹکائے رکھا +

واقعہ بیر معونہ

صفر ۴ھ

عامر بن مالک ایک شخص نجد کا رہنے والا تھا۔ وہ اگرچہ مسلمان نہیں تھا۔ مگر اسلام کی اشاعت کا مزاحم بھی نہیں تھا۔ اس نے آنحضرت صلعم سے کہا۔ کہ آپ چند ایک اسلام کے واعظ اور تلقین کرنے والے نجد کی طرف بھیج دیں۔ آپ نے ۷۰ قاری جو نہایت ہی عابد و زاہد تھے ساتھ کر دیئے۔ عامر کا ایک بھتیجا تھا۔ وہ اسلام کا سخت مخالف تھا۔ وہ ایک جمعیت کثیر لے کر ان لوگوں پر چڑھ آیا اور سب مسلمانوں کو پکڑ کر مار ڈالا۔ صرف ایک شخص مُردوں میں پڑا ہوا بچ گیا۔ یہہ واقعہ بڑا دردناک ہے۔ واقعہ رجیع اور واقعہ بیر معونہ سے آنحضرت صلعم کو کمال رنج ہوا +

غزوہ بنی نضیر

ربیع الاول سنہ ۴ھ

معاہدہ کے موافق یہود بنی نضیر کا فرض تھا۔ کہ وہ جنگ اُحد میں مسلمانوں کا ساتھ دیتے۔ مگر ساتھ دینا کیسا۔ یہہ لوگ مسلمانوں کی روز افزوں ترقی دیکھ کر اندر ہی اندر جل رہے تھے۔ یہاں تک کہ جب آنحضرت صلعم ایک خاص مطلب کے لئے اُن کے محلہ میں تشریف لے گئے۔ تو اُنہوں نے آپ کو ایک مکان میں بٹھایا۔ اور ایک ظالم نے کوٹھے پر سے ایک بھاری پتھر آپ کو مار ڈالنے کی غرض سے لڑھکا دیا مگر حافظ حقیقی نے جس نے آپکی نسبت پیشینگوئی فرمائی ہوئی تھی کہ واللہ یعصمک من الناس آپکو محفوظ رکھا اور آنچ لگنے پر وہاں سے فوراً اُٹھ آئے۔ اس طرح ان لوگوں نے آنحضرت صلعم سے بدعہدی کی اور درحقیقت اُن کے سب عہد معاہدے دفع الوقتی کے واسطے ہوتے تھے جنکا موقعہ پر ذرا بھی اثر ظاہر نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ اس وقت اُنہوں نے تمام معاہدوں کو بالائے طاق رکھ کر آپ کے مار ڈالنے کا ہی ارادہ کیا۔ اور آپ کی نسبت خطرناک حملہ کے ارتکاب کے مجرم ہوئے۔ اس لئے آپ نے اُن کو کہلا بھیجا۔ کہ ۱۰ دن کے اندر یہاں سے نکل جاؤ۔ ورنہ تمہارا انجام اچھا نہ ہوگا +

یہود کو اپنے مضبوط قلعوں پر بہت بھروسا تھا اور اُن کو ناقابل فتح سمجھے بیٹھے تھے۔ اسی وجہ سے وہ جنگ کے لئے مستعد ہوئے۔ مگر خدائی طاقت کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے اُن کا محاصرہ کیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں اُنہوں نے تنگ آکر صلح کی درخواست کی۔ وہ رحیم و کریم رسول اس وقت بھی صلح کے قبول کر لینے پر بالکل آمادہ تھا۔ مگر عبد اللہ بن ابی منافق نے اُن کو بھڑکایا اور اپنی امداد کا وعدہ دیا۔ جس پر وہ پھر قلعبندی کر کے جنگ شدید

کے لئے تیار ہوگئے - انجام یہہ ہوا - کہ وہ بالکل تنگ و ناچار ہوکر مدینہ
سے خیبر کو جلا وطن کئے گئے - چلتے وقت اپنے مکانوں کو اپنے ہاتھوں
اور مسلمانوں کے ہاتھوں مسمار کرنے لگے - اور مال و متاع کیواڑ تختہ جو کچھ
لے جا سکے - ساتھ لے گئے - مسلمانوں نے اس خیال سے کہ یہہ لوگ جلد فیصلہ
کرنے پر مجبور ہوں - عین لڑائی کے موقعہ پر اُن کے کچھ درخت خرما بھی کاٹ
دئے تھے - اور بعض مسلمانوں نے اس خیال سے کہ یہہ درخت آخر ہمارے ہی
تصرف میں آئیں گے - عمدہ قسم کے درخت نہیں کاٹے تھے - یہہ سب ذکر
قرآن شریف میں موجود ہے +

حضرت عمر بن خطاب نے ان لوگوں کو ان کی شرارتوں کی وجہ سے خیبر
سے بھی نکلوا دیا - اور وہ لوگ شام کی طرف جلا وطن ہوئے - اور عرب کا
ملک اُن کے منحوس وجود سے پاک ہوا -

ان واقعات کا ذکر سورہ حشر میں اللہ تعالے نے بیان فرمایا ہے - جس سے
ایک زبردست حقانیت اور عجیب بصیرت حاصل ہوئی ہے - اللہ تعالے
فرماتا ہے هو الذی اخرج الذین کفروا من اهل الکتاب من دیارهم
لاول الحشر الخ - یہہ خدا ہی کا کام تھا - جس نے کفار اہل کتاب کو
اُن کے گھروں سے نکال باہر کیا - اور یہہ اُن کی تقدیر کا پہلا حشر تھا - اور
دوسرا حشر اس وقت ہوا - جب حضرت عمر رض نے ان کو خیبر سے بھی باہر
نکال دیا - مسلمانو اتمکو وہم و گمان بھی نہ تھا - کہ (ایسے مضبوط لوگ) گھروں
سے نکل جائیں گے - اور اُن کو بھی یہہ خیال تھا - کہ اُن کے مضبوط قلعے اُن کو
خدا کی پکڑ سے بچا لیں گے - تو جدھر سے اُن کو گمان بھی نہ تھا - خدا کے
(لشکر نے) اُن کو آ لیا - اور اُن کے دلوں میں (حق یعنی محمدؐ رسول اللہ صلعم)

کی دھاک ڈالدی۔ کہ لگے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں مسمار کرنے۔ پس اے آنکھوں والو (اس واقعہ سے) عبرت پکڑو اور غضب الٰہی سے ڈرو (۲) اور اگر خدا کی طرف سے اُن کے لئے جلا وطن ہونا مقرر نہ ہوتا۔ تو خدا اُن کو دوسری طرح دنیا میں سزا دیتا۔ اور آخرت میں تو اُن کے لئے عذاب دوزخ ہے ہی (۳) اُن کا ایسا حال اس لئے ہوا۔ کہ وہ خدا اور اُس کے رسول کے برخلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور جو خدا کے برخلاف اُٹھ کھڑا ہو۔ تو اللہ کا عذاب بھی بڑا سخت ہے (۴) مسلمانو اُن کے کھجوروں کے درخت جو تم نے کاٹ ڈالے۔ یا اُن کو جڑوں سمیت کھڑا رہنے دیا۔ تو یہہ سب خدا ہی کے حکم سے تھا۔ اور خدا کو منظور تھا۔ کہ ان شریروں اور نافرمانوں کو رسوا کرے (۵) اور جو کچھ مال اللہ تعالےٰ نے (اس جنگ میں) اپنے رسول کو مفت میں اُن سے دلوا دیا۔ مسلمانو! تم نے اُس کے لئے اپنے گھوڑوں اور اونٹوں سے کچھ تگ و دو نہیں کی۔ مگر اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے مسلط کردے اور اللہ کو سب قدرت حاصل ہے (۶) اے نبی تو نے منافقوں کے حال پر نظر نہیں کی جو اپنے ہم جنس بھائیوں کفار اہل کتاب سے کہا کرتے ہیں۔ کہ اگر تم نکالے جاؤ گے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہونگے۔ اور تمہارے بارے میں ہم کبھی کسی (یعنی مسلمانوں) کی ماننے ہی کے نہیں۔ اور اگر تم سے مسلمانوں سے لڑائی ہو گی۔ تو ہم تمہاری مدد کرینگے۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں (۷) اگر اہل کتاب نکالے جائیں گے۔ تو یہہ اُن کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر اہل کتاب سے اور مسلمانوں سے لڑائی ہو گی ۔ تو منافق اہل کتاب کی مدد نہیں کریں گے اور اگر اُن کی مدد کریں گے بھی۔ تو ضرور دُم دبا کر بھاگتے نظر آئیں گے۔ پھر کسی طرف سے اُن کو کمک بھی تو نہ پہونچے گی (۸) مسلمانو! تمہاری